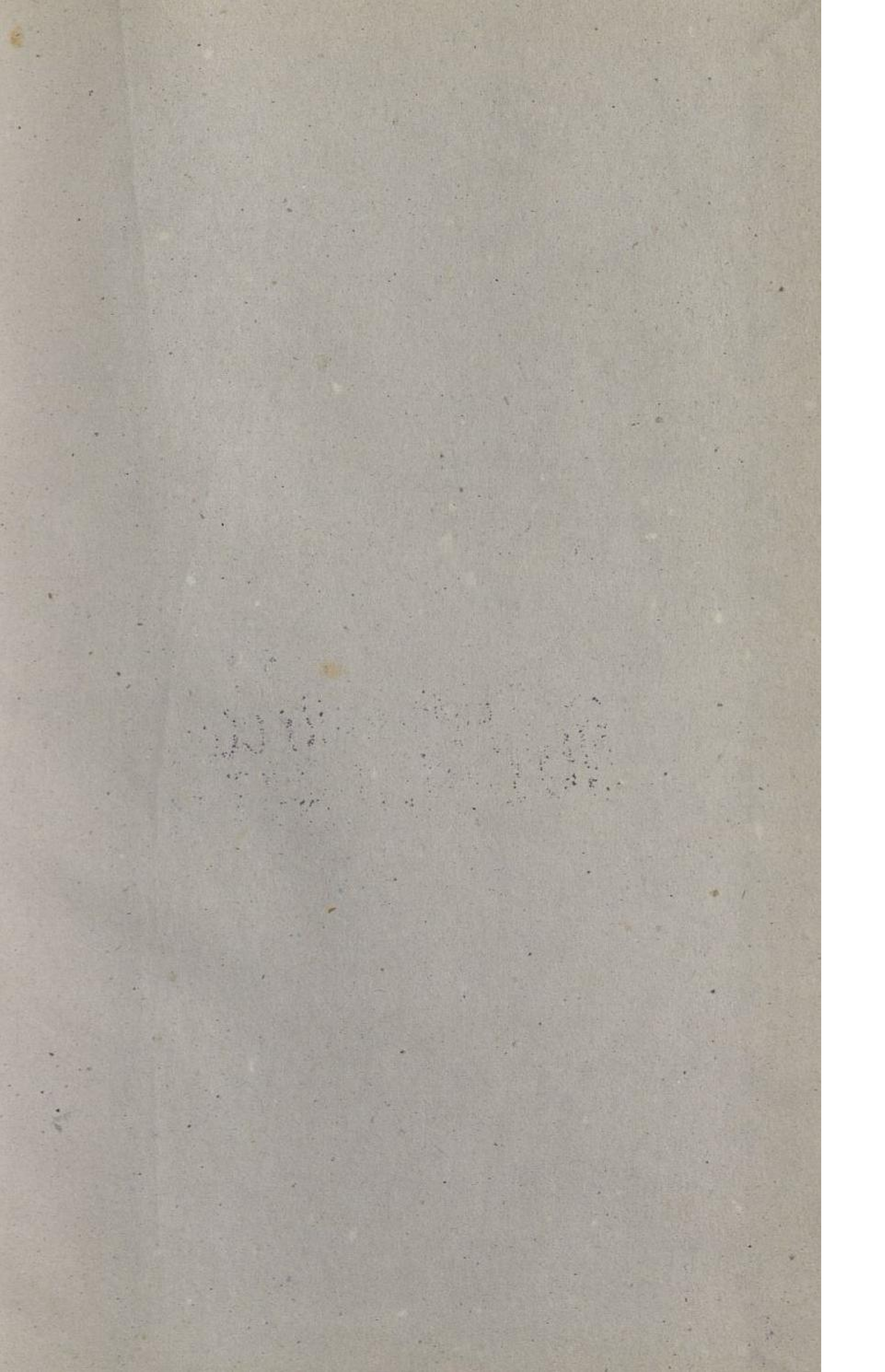
اللہ سے دوستی

عالم فقری





ممتاز اکیڈمی لاہور



اللہ کا ولی یعنی دوست بننے کا مکمل ضابطہ و طریقہ

اللہ سے دوستی

...ایسے اعمال و اوصاف کا...

...عمل پیرا ہو کر انسان اللہ کا ولی بن جا...

عالم فقری



ممتاز اکیڈمی

اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان

7230718



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... اللہ سے دوستی

مصنف .... عالم فقری

ناشر .... ممتاز اکیڈمی
فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اردو بازار لاہور۔

طابع .... شکیل ممتاز

مطبع .... رضا پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ .... پرنٹ ویژن

سرورق، سب ٹائٹل ایم۔اے۔حافظ



نوٹ

ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ، معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جائے۔

شکریہ!
(ادارہ)

فہرست مضامین

4-اقوال توبہ

حقیقت بیعت

حکایات بیعت

فضائل عبادات

فرمودات صحابہ کرام علیہم الرضوان

اسرار عبادت

اللہ تعالیٰ کا ذکر

اقوال ذکر الٰہی

مراقبہ

مسلک صوفیاء

اہل تقویٰ کا مراقبہ

زہد

زہد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

زہد کے متعلق صوفیاء کا نظریہ

رزق

فرمودات صحابہ کرام علیہم الرضوان

اقوال رزق

فضائل علم

برکات علم

سفر

مقاصد سفر

فرمودات صوفیاء کرام

اللہ والوں کی صحبت

صحبت اولیاء

خلوت

سنت پر عمل

اللہ کا شکر



باب ۱

اللہ سے دوستی

اے میرے اللہ! دنیا میں سب سے قیمتی اور عظیم تیری دوستی ہے۔ اہل دنیا نے سوچا کہ "دولت سے دوستی بڑی چیز ہے کیونکہ دولت سے جو چاہے خرید کرے"۔ کسی نے کہا "نہیں قوت شباب بڑی چیز ہے جو ہر ایک کو زیر نگیں کر لیتی ہے"۔ کسی نے کہا "نہیں اولاد سے دوستی بڑی چیز ہے جو تیرے بڑھاپے کا ساتھی ہے"۔ کسی نے کہا "نہیں دوستوں کی دوستی بڑی چیز ہے جو دکھ درد میں کام آتے ہیں"۔ یہ دولت کی دوستی کیسی ہے کہ آتے ہوئے خوشی دے اور جاتے ہوئے غم دے، پھر آ کے چلی جائے، ایسی بے ثبات دوستی کا کیا فائدہ۔ یہ قوت شباب کتنا پر فریب ہے کہ آتا ہوا نظر آئے جاتا ہوا کسی نے دیکھا نہیں۔ ایسے شباب کی دوستی کیسی کہ جس کی انتہا بڑھاپے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ اولاد بڑا میٹھا پھل ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سکون ملے مگر کوئی کسی کے ساتھ آج تک مرا نہیں۔ یہ دوستوں کی دوستی کیسی ہے جو بظاہر سہارا نظر آتے ہیں مگر درحقیقت اس میں کوئی سہارا نہیں کیونکہ ایک نہ ایک دن دوستی ختم ہو جاتی ہے۔ پس جان لو کہ دنیا کی ہر چیز کی دوستی بے ثبات ہے۔ پھر ایسی چیزوں کی دوستی سے کیا فائدہ جو زندگی بھر ساتھ نہ دے سکے۔ یاد رکھ اللہ کی ذات اقدس ایسی ہے جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ پھر اسی کی دوستی کا طالب بن اور جاوداں ہو جا۔ اللہ کی دوستی بڑی پائیدار ہے وہ جسے دوست بناتا ہے پھر چھوڑتا نہیں۔ پھر اللہ کی دوستی میں یہ کمال ہے کہ وہ اپنے دوستوں کا کارساز ہے۔ ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ چونکہ غیر فانی ہے اور وہ اپنے دوستوں کو بھی غیر فانی کر دیتا ہے۔

اللہ سے دوستی فیضان نبوت ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر اپنی رحمت کے دریا بہا دیئے۔ حضور ﷺ کے فیضان صحبت سے ولایت کی شمعیں روشن ہوئیں، یہ شمعیں تاقیامت روشن رہیں گی۔ نور ولایت صرف ان کو ملا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی

کا شرف بخشا۔ یہ رب جلیل کی عطا ہے جسے چاہے اپنی قربت اور عنایت سے نواز دے مگر یہ گوہرنایاب اسے ہی ملتا ہے جو اس کی جستجو اور طلب کرے۔ کیونکہ آرزو اور تمنا کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ اللہ کی دوستی میں اللہ کے راز پوشیدہ ہیں جو سینہ بہ سینہ ہی چلتے ہیں۔ دوست اپنے دوست کے رازوں کا پاسبان ہوتا ہے۔ نورِ ولایت حضور ﷺ سے صحابہ کو ملا۔ پھر وہ ہی ولایت تابعین اور تبع تابعین کو ملی۔ پھر آہستہ آہستہ سارے جہان میں پھیل گئی۔ ہر دور میں اللہ کے دوست موجود ہوتے ہیں اور جب تک یہ نظام حیات باقی ہے وہ موجود رہیں گے۔ انہی کے دم قدم سے یہ کار جہاں آباد ہے۔ اللہ کے دوست اس کے قرب والے ہوتے ہیں کہ وہ جو کہیں رب وہ ہی کر ڈالے۔ مگر وہ اللہ کی رضا میں دخل نہیں دیتے بلکہ جو رب چاہتا ہے اللہ کے دوست اسی طرح راضی رہتے ہیں۔ دنیا میں اس کے دوستوں کا وجود اس کے کرم اور انعامات کا سبب ہے۔ جو اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اللہ اس کا نام زندہ اور تابندہ کر دیتا ہے۔ صدیاں گزر جاتی ہیں مگر ان کے کارنامے زندہ رہتے ہیں۔ اللہ کی دوستی یعنی ولایت ایک ایسا نادر خزانہ ہے کہ جس کے ہاتھ لگ جائے وہ دنیا کا تاجدار بن جاتا ہے۔ اللہ کے دوست ہی ہر لحاظ سے برگزیدہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برہان نبوت کو دوام بخشا ہے اور اپنے دوستوں کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے' لہٰذا وہ ہمیشہ حضور ﷺ کے مشن کو جاری رکھتے ہیں اور آپ کی متابعت ہی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کے وسیلہ کے بغیر کوئی اللہ کا دوست نہیں بن سکتا۔

اللہ معبود ہے اور وہ اپنے دوستوں کو توفیق بندگی دے دیتا ہے۔ اللہ رحمان ہے وہ اپنے دوستوں پر رحمت کی بارش کرتا ہے۔ وہ رحیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حالت زار پر رحم بھی کرتا ہے۔ اللہ مجید ہے جس بنا پر وہ اپنے دوستوں کو شرف و بزرگی سے نواز دیتا ہے۔ اللہ حکیم ہے کہ وہ اپنے دوستوں پر حکمت کے راز آشکار کرتا ہے۔ اللہ کی ذات حق ہے اور وہ اپنے دوستوں کو راہ حق پر گامزن کر دیتا ہے۔ اللہ سب سے قوی ہے کیونکہ تمام قوتیں اسی کو حاصل ہیں اور وہ اپنے دوستوں کو قوت عرفان عطا فرما دیتا ہے اور پھر جو مردہ دل ان کے پاس آتے ہیں وہ زندہ ہو کر جاتے ہیں۔ اللہ قیوم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ہر کام کو قائم کر دیتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے وہ اپنے دوستوں کو بھی بے نیاز کر دیتا ہے' انہیں کسی چیز کی ضرورت

نہیں رہتی' جو ان کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود اسے مہیا کرنے کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ وہ حلیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو حلیم الطبع کر دیتا ہے' ان کی طبیعت میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ علیم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو باطنی علم سے مالا مال کر دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے دوست اسے ہی قادر مانتے ہیں مگر بعض حالات میں اللہ کرامات کی صورت میں نہ ہونے والی چیزوں کو ممکن کر دیتا ہے۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے' اس کے دوست بھی بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔ اللہ سب سے بلند و بالا ہے جس نے اس کی عظمت کا پرچار کیا اس نے اسے بھی عظمت بخش دی۔ اللہ تواب ہے وہ اپنے دوستوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اللہ غفور ہے اور جس دوست نے مغفرت چاہی اس نے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ اللہ اپنی شان عفو کے تحت اپنے دوستوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اللہ رؤف ہے وہ اپنے دوستوں پر شفقت کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے وہ اپنے دوستوں میں سے جسے چاہے دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دے۔ اللہ ھادی ہے وہ اپنے دوستوں کو راہ ہدایت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔ اللہ کفیل ہے وہ اپنے دوستوں کی کفالت کا ذمہ خود لے لیتا ہے۔ اللہ قدوس ہے وہ اپنے دوستوں کے ظاہر و باطن کو پاک کر دیتا ہے۔ اللہ فتاح ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اپنے فضل و کرم کے خزانے کھول دیتا ہے۔ اللہ عزیز ہے وہ اپنے دوستوں کو ہر خاص و عام میں باعث عزت بنا دیتا ہے۔ اللہ مجیب الدعوات ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کا خود محافظ اور نگہبان ہے۔ اللہ نصیر ہے وہ اپنے دوستوں کی ہر آڑے وقت میں مدد فرماتا ہے۔

اللہ کا دوست وہی ہے جو اسی کی عبادت کرے' اسی سے مانگے' اسی کے آگے دست سوال دراز کرے۔ اسی پر بھروسہ کرے' اپنے دکھ اسی کو سنائے۔ اس کے حضور سجدے کرے۔ اس کی بارگاہ میں اپنی محبت کے آنسو بہائے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو صرف اسی کی بندگی کے لیے جیے اس کی سربلندی میں اپنی جان گنوائے۔ اسی کے ہجر میں تڑپے' اسی سے محبت کرے اور اسی کی خاطر غم برداشت کرے۔ اسی کا خوف اپنے اوپر طاری رکھے اور دنیا سے بے خوف ہو جائے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو اپنا رزق اللہ سے مانگے اور جو وہ عطا فرمادے اسی پر قناعت کرے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی ہر نعمت پر شکر کرے اور کسی چیز پر ناشکری نہ کرے۔ اللہ کی طرف سے دکھ ملے یا سکھ' اپنے مولا کا عطیہ سمجھ کر اسے گزارے' غرض کہ

جو اللہ کی دوستی کا بھرم قائم کرلیتا ہے وہ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے۔ اے میرے دوست! زندگی کو غنیمت جان اسی کی دوستی کا طالب بن۔ اسی لیے دنیا کی ہر چیز سے توقع توڑ کر اسی کا ہو جا۔ پھر دیکھ جہاں اس کا نام آئے گا وہیں تیرا نام آئے گا یعنی تجھے لوگ اللہ کا بندہ کہیں گے۔ یہ کتنی خوش بختی کی بات ہے!

اللہ کی صفت ولی

جو اللہ سے دوستی کا طالب بنتا ہے اللہ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے چونکہ اللہ کی صفت ہے کہ وہ دوست بناتا ہے بشرطیکہ جو اس سے دوستی لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے دوست ہونے کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ:

﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (پ ۳' البقرہ: ۲۵۷)

"اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (پ ۳' آل عمران: ۶۸)

"اور ایمان والوں کا والی ہے"۔

اسی بات کو ایک اور انداز میں اللہ تعالیٰ نے یوں دہرایا ہے:

﴿مَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ﴾ (پ ۲۱' سجدہ: ۴)

"اس سے چھوٹ کر (لاتعلق ہو کر) تمہارا کوئی حمایتی اور نہ سفارشی۔"

اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا بھی دوست ہے' ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (پ ۲۵' جاثیہ: ۱۹)

"اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔"

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا بھی ولی ہے:

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (پ ۹' اعراف: ۱۹۶)

"بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔"

﴿ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۔ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ (پ ۲۵' شوری:۶)

"اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں اور تم ان کے ذمہ دار نہیں۔"

اس آیت میں ولی بمعنی کار ساز ہے کیونکہ کفار نے غیروں کو کار ساز بنا رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدہ کی تردید کی ہے کہ درحقیقت ولی تو اللہ ہے' وہ ولی نہیں جن کو کافروں نے ولی سمجھ رکھا ہے۔

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (پ ۲۵' شوریٰ:۹)

"کیا اللہ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں' تو اللہ ہی والی ہے اور وہ مردے جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

مزید اسی کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اصل ولی صرف میری ذات ہی ہے کیونکہ میں زندگی دینے والا ہوں اور ہر چیز میرے دائرۂ اختیار میں ہے۔

﴿ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ (پ ۱۳' یوسف:۱۰۱)

"تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ (پ ۲۶' محمد' ۱۱)

"یہ اس لیے کہ مسلمان کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے ان کی عقل پر اپنے اسرار و رموز کھول دیتا ہے تاکہ وہ شیطان کی مخالفت میں کامیاب ہو سکیں اور احکام خداوندی کی پابندی کریں جس سے انہیں

اللہ کے ہاں بلند درجات حاصل ہوں گے۔

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ (پ ۱۱' یونس' ۶۲ تا ۶۳)

"سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو کرتے ہیں"۔

ولی اللہ کا مطلب

ولی کا مطلب دوست اور مددگار ہے۔ اللہ چونکہ متقین اور اہل ایمان کا کارساز اور دوست ہے اس لیے اسے ولی کی صفت سے پکارا جاتا ہے۔ دنیا میں اعتقادی لحاظ سے دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک اہل ایمان دوسرے منکرین ایمان۔ اللہ پر ایمان لانے کا مقصد ہی ہر لحاظ سے اللہ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جب اہل ایمان کو منکرین ایمان تنگ کرتے ہیں' ان سے زندگی کے اسباب چھینتے ہیں' ان سے جنگ کرتے ہیں گویا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں انہیں نیچا اور بے یارومددگار کرنے کی کوشش کرتے ہیں' تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان کی مدد کرتا ہے' ان کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی یعنی دوست اور کارساز ہے۔

ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ولی اللہ کی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندے کا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرنا فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے' اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے' اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے' اس کے پاؤں بن جاتا

ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگے تو عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں"۔(بخاری)

نیک لوگ

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک لوگ چلے جائیں گے اور پہلے پھر پہلے ہیں۔ باقی بھوسی رہ جائے گی جیسے جو یا کھجور کی بھوسی۔ ان کی اللہ تعالیٰ کو مطلقاً پرواہ نہ ہو گی۔(بخاری)

ولی اللہ سے دشمنی کی ممانعت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف نکلے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انہیں ملے جو نبی کریم رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا کہ مجھے اس چیز نے رلایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "بے شک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس نے اللہ کے ولی سے دشمنی رکھی تو وہ اللہ تعالیٰ کو جنگ کے لیے چیلنج کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں، پرہیز گاروں اور گمنام لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو غائب ہوں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور حاضر ہوں تو انہیں بلایا نہ جائے نہ قریب کیا جائے۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور گرد غبار اور تاریکی سے نکلے رہتے ہیں"۔(ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

جنت کے بادشاہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ جنت کے بادشاہ کون لوگ ہیں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کمزور و ناتواں جنہیں لوگ کچھ نہ سمجھتے ہوں، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہوں لیکن اگر اللہ کے بھروسہ پر کسی شے کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پورا فرما دے گا"۔(ابن ماجہ)

ولی اللہ کو دیکھ کر اللہ یاد آئے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین آدمی کون ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔ فرمایا تم میں سے بہتر آدمی وہ ہیں جب انہیں دیکھیں تو اللہ یاد آ جائے"۔
(ابن ماجہ)

اللہ کی راہ کا اجر

حضرت ابونجیح سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جس کو اللہ کی راہ میں بڑھاپا آیا تو وہ قیامت کے روز اس کے لیے نور ہو گا۔(بیہقی۔ شعب الایمان)

اولیاء کے اوصاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ نبی اور شہید ان کو رشک سے دیکھتے ہیں۔ پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں' ان کا نشان ارشاد فرمایئے تا کہ ہم ان سے محبت کریں؟ فرمایا وہ لوگ روح اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ بغیر مال و منال ان کے چہرے نور سے جگمگاتے ہیں۔ وہ نور کی بلندیوں پر سرفراز ہوں گے۔ لوگ خوف زدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہو گا۔ لوگ مبتلائے حزن و ملال ہوں گے اور ان کو کوئی حزن و ملال نہیں ہو گا۔ تحقیق وہ اللہ کے دوست (اولیاء) ہیں' نہ خوف زدہ نہ محزون۔(کشف المحجوب)

ولایت نفلی عبادت سے ملتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ سے جنگ کرنا جائز سمجھا۔ کوئی بندہ اس قدر میرے قریب نہیں آسکتا جس قدر کہ وہ فرائض کے ادا کرنے کے ذریعے سے میرے قریب آسکتا ہے اور بندہ نوافل کے ذریعے سے مجھ سے قریب سے قریب تر آتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جو چیز بھی کرنا چاہتا ہوں اس میں کبھی اتنا پس و پیش نہیں کرتا جتنا کہ اپنے مومن بندے کی روح کو قبض کرنے میں کرتا ہوں۔ اس لیے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے دکھ دینا نہیں چاہتا۔ حالانکہ موت سے چھٹکارا نہیں ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

اللہ کی بندے سے محبت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ "اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اور تم بھی اس سے

محبت کرو، تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے"۔ (بخاری)

قیامت کب آئے گی؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے لیے کیا جمع کر رکھا ہے؟ عرض کیا کہ نمازیں اور روزے تو میرے دامن میں کچھ اتنے زیادہ نہیں ہیں البتہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یاد رکھ کہ قیامت کے دن تو ان ہی کی صحبت میں ہو گا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

اللہ کے دوست کون؟

حضرت جنید کا قول

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جسے کوئی خوف لاحق نہ ہو کیونکہ خوف اس چیز کا ہوتا ہے جس کے احتمال سے دل میں کراہت ہو یا اس خیال سے ہوتا ہے کہ محبوب جو کہ اب سامنے ہے، غم فراق میں مبتلا نہ چھوڑ جائے۔ ولی صاحب قوت ہوتا ہے اس کے لیے کوئی مستقبل باعث ہراس نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ ولی دنیا میں مشہور ہوتا ہے لیکن دنیا سے محبت نہیں رکھتا۔

حضرت علی ہجویری کا فرمان

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ کا دوست وہ ہے جو اپنے دل میں ماسوائے اللہ کی محبت کے دنیا اور عقبیٰ وغیرہ کو نہ رکھے اور اپنے دل کو دنیا و عقبیٰ سے خالی کر کے صرف اللہ کی محبت کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع رکھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

اولیاء اللہ کی تعریف

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مقام ولایت کو پہنچنے کی وجہ سے تکالیف برداشت کرنے کے بعد اللہ کے ساتھ انس حاصل کرنے کا لباس پہن لیا ہے اور مجاہدہ کے بعد انہوں نے راحت پالی ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ کے دوست دلہنوں کی طرح ہیں جنہیں محرموں کے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔ لہٰذا یہ لوگ حجاب انس میں پوشیدہ رہتے ہیں' نہ دنیا میں انہیں کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ آخرت میں' سوائے ان کے محرموں کے۔

اتباع سنت

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے افعال لگاتار سنت و شریعت کی موافقت میں ہوں۔

ولی اللہ کی خوبی

حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنی زبان سے سوال نہیں کرتا ان کا سوال عاجزی اور انکساری ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جہاں اولیاء اللہ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی ابتداء ہوتی ہے۔

ولی کون ہوتا ہے؟

ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ولی اسے کہتے ہیں جو باری تعالیٰ کے امر و نہی پر قائم رہے۔ حق تعالیٰ کی دوستی نصیب ہو تو اس کے احکام کی تعظیم دل میں زیادہ ہوتی ہے اور نواہی سے جسم زیادہ دور رہتا ہے۔

ولی اللہ کا وصف

ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو خود میں فانی ہو اور مشاہدہ حق میں باقی۔ اسے اپنی ذات کی خبر نہ ہو اور بجز ذات خدا کے کسی چیز سے سکون قلب نہ پا سکے۔ بندہ ہمیشہ اپنی ذات کے متعلق گفتگو کرتا ہے جب اپنی ذات فنا ہو جائے تو خود کے متعلق ذکر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر اللہ سے مانوس ہو کر حال دل کہنا راز حبیب کو فاش کرنے کے برابر ہے۔ راز حبیب' غیر حبیب کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں مشاہدۂ حق کے عالم میں نظر سوئے غیر اٹھ ہی نہیں سکتی اور غیر حق کی طرف نظر تک بھی نہ اٹھے تو غیر سے سکون قلب کی تلاش بے معنی ہے۔

مناظرہ

ایک مرتبہ کسی ملحد سے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ ہو گیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوائے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو ضرر نہ پہنچا۔ لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں برحق ہیں۔ لیکن آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دیئے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا۔ ندا آئی کہ اے مالک! تمہارے ہاتھوں کی برکت سے ہی ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

حضرت بشر حافی کی ولایت

ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہو گئی تو بلال خواص نے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں اور جب امام احمد بن حنبلؒ کے لیے دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ منفرد زمانۂ ولایت کے مالک ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کا قول

آپ کسی بزرگ سے ایک پہاڑی پر مصروف گفتگو تھے تو انہوں نے سوال کیا کہ اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔ یہ کہتے ہی وہ پہاڑ حرکت میں آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے چلنے کو نہیں کہا تھا۔ چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔

شان ولایت

ایک شخص اولیائے کرام کو خبطی تصور کرتا تھا تو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہ اس کو بھٹیارے کی دوکان پر ایک دینار میں فروخت کر دو لیکن بھٹیارے نے کہا کہ تو اس کی قیمت زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر۔ پھر جب سنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں، اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے

ناآشنا ہو۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ رو رہے تھے‘ لوگوں نے جب آپ سے گریہ و زاری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات حالت سجدہ میں نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میں نے مخلوق کو دس حصوں میں پیدا کیا اور جب ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو دس میں سے نو حصے مخلوق دنیا پر فریفتہ ہو گئی‘ پھر میں نے ایک حصہ بچی ہوئی مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے سامنے جنت پیش کی گئی تو نو حصے اس پر فریفتہ ہو گئے لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا پھر میں نے اس ایک حصے کے بھی دس حصے کر دیے اور جب میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ نہ تم جنت کے طلب گار بنے نہ جہنم سے خوف زدہ ہوئے پھر آخر تم چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اس سے تو بخوبی واقف ہے یعنی تجھ سے دوستی کے خواہاں ہیں۔

ولی اللہ بننے کا طریقہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص سے پوچھا کیا تو ولی اللہ ہونا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا دنیا اور آخرت کی کسی چیز سے وابستگی پیدا نہ کر۔ اپنے نفس کو فارغ کر اور اپنے سامنے اسی کی ذات پاک کو رکھ۔ حق تعالیٰ سے منہ پھیر کر دنیا سے رغبت کرنا فانی چیز میں الجھنے کے برابر ہے۔ عاقبت کی تمنا حق سے باقی چیز کی طرف روگرداں ہونے کے مترادف ہے۔ فانی چیز فنا ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ روگردانی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ باقی چیز کی طرف سے روگردانی کو بقا ہے۔ باقی چیز کو فنا نہیں اس سے روگردانی کو بھی فنا نہیں اور نیز کہا اپنی ذات کو خدا کی دوستی کے لیے فارغ کر۔ دنیا اور عاقبت کی ہوس سے پاک ہو۔ بجان و دل خدا کی طرف رجوع کر‘ اگر یہ اوصاف موجود ہیں تو ولایت کا مقام کچھ دور نہیں۔

اللہ کی طرف دھیان حضرت خواجہ حبیب عجمی کے ہاں ایک کنیز تیس سال تک بطور خدمت گار رہی لیکن آپ نے اس کا منہ تک نہ دیکھا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز اپنی لونڈی کو فرمایا اے پردہ نشین! ذرا میری لونڈی کو آواز دینا۔ کنیز نے عرض کیا حضرت! میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس تیس سال کی مدت میں مجھ کو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور طرف دھیان دوں۔ اس وجہ سے میں تیری طرف متوجہ

نہ ہو سکا۔

دوستی کے لائق

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور انسانی کوتاہیوں پر تقریر فرما رہے تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ انسان ظلم کرنے والا جہالت میں مبتلا رہنے والا اور خود بینی و حسد کرنے والا تھا اور یہ تمام صفات معیوب ہیں اس لیے ان سے احتراز ضروری ہے۔ اس محفل میں ایک درویش نے جب آپ کی زبانی انسانی برائی کے بارے میں سنا تو وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور شیخ ابو علی دقاق سے کہنے لگے، اگرچہ انسان برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محل دوستی بھی تو قرار دیا ہے اور یہ سب سے بہتر صفت ہے۔

درویش کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ واقعی تو صحیح کہتا ہے اور تیرا قول اس آیت قرآنی کے مطابق ہے کہ "اللہ ان کو محبوب سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھتے ہیں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا خطاب

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہے؟ عرض کیا کہ یا الٰہی! میں نے تیرے لیے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، زکوٰۃ دی۔ حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے برھان ہے اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ ہے اور زکوٰۃ نور ہے۔ میرے لیے کون سا عمل کیا ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ الٰہی! مجھے بتا دے کہ تیرے لیے کون سا عمل ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی اور کسی دشمن سے دشمنی کی یا نہیں؟

حکایت

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے خدائے تعالیٰ کی عبادت میں بیس برس گزارے پھر اس کی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے میں جو دیکھا تو داڑھی میں سفیدی نظر آئی اور برا معلوم ہوا۔ جناب الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری اطاعت کی اور بیس برس تک نافرمان رہا۔ اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو تو قبول فرمائے گا۔ اسی وقت ایک آواز سنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھ سے محبت رکھی اور جب تو نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی۔ اب اگر رجوع

کرے گا تو پذیرائی فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے چار ناموں سے فیض

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ میں باہم فرق ہوتا ہے مگر انہیں حصہ اللہ تعالیٰ کے صرف چار ناموں سے ملا ہوتا ہے اور ہر گروہ ان چار ناموں میں سے ایک نہ ایک نام پر دار و مدار رکھتا ہے اور یہ چار نام ﴿اَلْاَوَّلُ اَلْاٰخِرُ اَلظَّاهِرُ اَلْبَاطِنُ﴾ ہیں۔ لہٰذا ان اسماء کی کثرت مزاولت کے بعد جو ان سے فنا ہو جائے وہ کامل اور تام ہو گیا۔ چنانچہ جسے اللہ کے نام الظاہر سے حصہ ملے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے عجیب و غریب نمونے دیکھے گا اور جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نام الباطن سے ہو وہ ان انوار کو دیکھے گا جو ان کے دل میں جاری ہوتے ہیں اور جس کا حصہ اللہ کے نام الاول سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں مشغول ہو گا جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیے جا چکے ہیں اور جسے اللہ کے نام الآخر سے حصہ ملے گا اس کا تعلق آئندہ قیامت میں ہونے والے امور کے ساتھ ہو گا' ہر ولی کے لیے اسی قدر مکاشفہ ہوتا ہے جس قدر اس کی طاقت ہوتی ہے سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے خود ان کا ولی بنتا ہے اور خود اس کی کفالت کرتا ہے۔

اللہ کا دوست کیسے بنتا ہے

حضرت خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنے کسی بندے کو دوست بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جب وہ اللہ کے ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس کے لیے اپنی قربت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس کے بعد اسے مجلس انس تک پہنچا دیتا ہے (پھر جب انس بھی پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے تو) اسے توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا ہے اس کے بعد اس سے تمام پردے ہٹا کر فردانیت کے گھر میں اسے داخل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جلال و عظمت اس کے سامنے کھل جاتے ہیں۔ جب اس کی نگاہ جلال و عظمت خداوندی پر پڑتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس وقت بندہ بالکل اپاہج اور فانی ہو جاتا ہے اور اللہ کی حفاظت کے اندر آ جاتا ہے اور اپنے نفسانی دعووں سے بیزار ہو جاتا ہے۔

حکایت

بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا۔ اتفاقاً ایک جنگل آیا اور ایک آواز زور کی سنی۔ وہ پہاڑ اس کا جواب دیتے تھے اور بڑی

گونج تھی۔ میں اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہنچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص کو کھڑا دیکھا جو اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے۔

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (پ ۳' آل عمران: ۳۰)

"جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا' حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی۔ کاش! مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔"

میں اس کے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے کہا کہ افسوس یہ میری کم بختی سے ایسا ہو گیا پھر میں اس کے افاقہ کا منتظر رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اس کو ہوش آیا۔ میں نے سنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی میں تجھ سے دوزخیوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے اعمال سے اور غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دل خشوع کرتے ہیں۔ تیری ہی طرف قصور واروں کی توقع جھکتی ہے۔ تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دل ذلیل ہوتے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجھ کو دنیا سے کیا سروکار اور اس کو مجھ سے کیا علاقہ ہے۔ اے دنیا! جو تجھ جیسا ہو اسی کے پاس جا اور جو تجھ کو پسند کرے اسی کو جا کر اپنی آسائش اور ہزاروں طرح کے آرام سے فریب دے۔ پھر کہا کہ بھلے لوگ کہاں گئے' زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہیں' مٹی میں سڑتے ہیں اور چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کو پکارا کہ اے بندۂ خدا! میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے فراغت پانے کا منتظر ہوں۔ اس نے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کس طرح ہو گی جو زمانہ سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن گزر گئے ہوں اور اس کے گناہ رہ گئے ہوں۔ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے کہا کہ اس کا دم نکل گیا۔ میں اس کے قریب گیا' دیکھا کہ تڑپ رہا ہے۔ پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ میں کون ہوں' میرا خطرہ کیا ہے' تو اپنے نفس سے میری برائی کو اور اپنے پردۂ رحمت میں مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے

گناہوں سے درگزر فرما جس وقت کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کچھ کلام کر۔ تو اس نے کہا کہ کلام اس سے جا کر کرو جس کے کلام سے تم کو کچھ فائدہ ہو اور اس شخص کے کلام کو جانے دو جس کو گناہوں نے تباہ کر دیا ہو' میں اس جگہ میں نامعلوم کتنی مدت سے ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑتا ہے۔ آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجھ کو نکالتا۔ ایک تو آیا ہے تو مجھ سے علیحدہ ہی رہ اس لیے کہ تو نے میری زبان کو بے کار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا' میں تیرے شر سے خدائے تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ غصے سے مجھ کو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل کرے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا ولی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں اس کو باتوں میں مشغول کروں تو اسی جگہ مجھ پر عذاب آئے۔ اس خیال سے میں اس کو چھوڑ کر واپس آ گیا۔

اولیاء پر اللہ کا انعام

بعض حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اس کے انعام کے باعث اس کو پہچان گئے ہیں اور اس نے جو ان کا سینہ کھول دیا تو اس کی اطاعت کی اور اس پر توکل کیا۔ خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا۔ اسی لیے ان کے دل صفائے یقین کی کانیں اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہیں۔ حال ان کا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور ان کے دل ملکوت میں جولانیاں اور محجوب غیر میں پناہ لیتے ہیں۔ پھر وہاں سے جو پھرتے ہیں تو ان کے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ باطن کی خوبی میں تو حریر جیسے ہیں۔ ظاہر میں جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے۔ ہر ایک سے بہ تواضع پیش آتے ہیں' یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہیں مل سکتا۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دے۔

اوصاف اولیاء

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جنھوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور ان کو توبہ کا پانی دیتے رہے یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل ان پر لگا۔ پس بغیر جنون کے دیوانے ہو گئے اور بغیر عاجزی اور گونگے پن کے غبی بن گئے۔ حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدائے رسول ﷺ کے عارف

وہی ہیں۔ پھر جام صفانوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے' پھر ان کے دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہ ہائے حیرات کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے جھروکے میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے نفسوں پر خوف چھا گیا۔ یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک دنیا کی تلخی شیریں اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی۔ حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور ان کی روحیں چرتی چرتی بستان نعیم میں پہنچ گئیں اور دریائے حیات میں جو گھسے اور ناامیدی و ایلاء کے خندقوں کو پاٹا اور ہوائے نفس کے پلوں کے پار اترے تو میدان علم میں جا پہنچے اور چشمہ حکمت سے سیراب ہوئے۔ پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحر سلامت میں لنگر اٹھا کر ساحل رحمت اور راحت اور عزت اور کرامت پر پہنچ گئے۔

حکایت ایک شخص کے دل میں حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بہت بغض تھا' وہ آپ کے خلاف پراپیگنڈہ کرتا کہ آپ نے لوگوں کو بیوقوف بنایا ہوا ہے اور درپردہ لوگوں سے دولت سمیٹتے ہیں۔ اس شخص کو کئی حضرات نے سمجھایا کہ حضرت موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پراپیگنڈہ ترک کر دو۔ وہ واقعی اللہ کے ولی ہیں اور ان کو تو دنیاداری سے سخت نفرت ہے بلکہ وہ تو ہروقت عبادت الٰہی میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور جذب و سکر میں محو رہتے ہیں۔ ان باتوں کو سن کر وہ بغضی شخص یہ مسئلہ اٹھاتا کہ اگر وہ حضرت ہروقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں تو وہ روزمرہ زندگی کی ضروریات کس طرح پوری کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی اسے بتایا گیا کہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ دن کے کچھ اوقات میں کھجوریں فروخت کرتے ہیں اور یوں انہوں نے اپنی ناگزیر ضرورت کا ذریعہ آمدن بنا رکھا ہے مگر یہ باتیں بھی اس منکر انسان کو مطمئن نہ کرتیں۔ اس کے دل میں تو ایسا بغض' کینہ اور نفرت پیدا ہو چکے تھے کہ اس کا ہروقت یہی جی چاہتا کہ کسی طرح کوئی ایسی بات پیدا ہو' کوئی ایسا نکتہ ملے جس کو بنیاد بنا کر حضرت موصلی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کروں اور ان کی سیرت و نیک نامی داغ دار ہو جائے۔

انہیں مذموم ارادوں میں غرق ایک دن بازار میں اس شخص نے حضرت موصلی رحمۃ اللہ علیہ

کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی تمام کھجوریں فروخت کر کے آمدہ شدہ رقم جیب میں ڈالی اور ایک نانبائی کی دکان پر گئے' وہاں سے روٹیاں خریدیں پھر ایک کبابچی کی دکان سے کباب خریدے' کچھ مٹھائی خریدی اور ایک برتن میں تھوڑا سا فالودہ لیا اور یہ ساری چیزیں لے کر چل پڑے۔
اس مخالف و منکر انسان نے یہ سارا منظر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں حسد اور نفرت کے شعلے جل اٹھے۔ اس نے دل میں سوچا کہ آج گندم نما جو فروش انسان کو جی بھر کر بدنام کروں گا کہ بظاہر یہ شخص درویش بنا پھرتا ہے مگر اس کی خوراک کس قدر امیرانہ ہے اور اس کے متعلق لوگوں کے دلوں میں جو عزت و احترام ہے وہ آج ختم ہو جائے گا۔ یہ باتیں سوچتا ہوا وہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلتا گیا آپ شہر سے باہر نکلتے گئے اور آہستہ آہستہ آبادی سے دور نکل گئے' وہ شخص بھی اپنا منہ کپڑے سے چھپائے آپ کے پیچھے چلتا گیا۔ اب جوں جوں ویرانہ اور غیر آباد علاقہ شروع ہوتا جاتا وہ شخص حیران ہوتا جاتا کہ آخر یہ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کس بات کے انتظار میں ہیں۔ یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔

چلتے چلتے وہ ایک بڑے جنگل میں پہنچے' یہاں اس شخص نے سوچا کہ اب تو جنگل آ گیا ہے اب فتح موصلی یہاں چھپ کر یہ لوازمات نکالیں گے۔ مگر اس کا یہ خیال بھی خام ثابت ہوا۔ اتنا بڑا جنگل بھی انہوں نے چل کر عبور کیا۔ وہ شخص بھی آپ کے پیچھے چلتا گیا۔ جب جنگل سے نکل کر کافی آگے پہنچے تو آپ ایک آبادی میں پہنچے اور ایک مسجد میں داخل ہو گئے' وہ شخص بھی آپ کے پیچھے پیچھے مسجد کے اندر پہنچا' مسجد کے اندر ایک مریض پڑا تھا جس کو بیماری نے اتنا لاغر کر دیا تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا' آپ نے اس کو کھانا کھلایا' اس کی خدمت کی۔
اس منکر اور حاسد انسان نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ خواہ مخواہ میں نے اپنا وقت ضائع کیا اور بھوکا پیاسا تھکتا رہا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ شخص اس آبادی میں روٹی کی تلاش میں نکلا تاکہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ جب کھانا کھا کر واپس آیا اور مسجد میں داخل ہوا تو فتح موصلی غائب تھے اور وہ مریض اکیلا لیٹا ہوا تھا۔ اس نے مریض سے پوچھا کہ وہ جو شخص تمہیں کھانا کھلا رہا تھا' کہاں گیا ہے؟

اس مریض نے جواب دیا کہ وہ تو وقت کے قطب حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد سے یہاں آتے ہیں اور میری تیمارداری اور طعام کا انتظام کر جاتے

ہیں۔ ان کو اللہ نے اس کام پر مامور کیا ہے کیونکہ میں جب بیمار ہوا تو میرے گھر والوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ تب سے حضرت موصلی رحمۃ اللہ علیہ باقاعدگی سے ہفتہ بہ ہفتہ آتے ہیں اور میری تمام ضروریات پوری کر جاتے ہیں۔ اب اس منکر شخص کو خیال ہوا کہ میں تو بغداد سے شاید کہیں دور پہنچ گیا ہوں۔ اس نے یہ سوچ کر مریض سے سوال کیا کہ بغداد یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی چالیس فرسخ (ایک سو پچاس میل)۔

یہ سن کر اس حاسد انسان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے سوچا شاید مریض جھوٹ بول رہا ہے۔ بات کی تصدیق کے لیے اس نے آبادی والوں سے بغداد کے فاصلے کا پوچھا تو وہاں سے بھی یہ ہی جواب ملا کہ بغداد یہاں سے ایک سو پچاس میل ہے۔ اب تو وہ شخص سخت پریشان ہوا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ حضرت موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا پیچھا کیوں کیا تھا۔ اسی پریشانی میں مسجد میں داخل ہوا اور مریض سے حضرت کے بارے میں پوچھنے لگا۔

اس مریض نے بڑی درشتی سے جواب دیا کہ میاں! تمہیں ایک مرتبہ بتایا تو ہے کہ وہ ایک ہفتہ سے پہلے نہیں آئیں گے، ایک ہفتہ انتظار کرو۔ یہ کہہ کر مریض نے اس سے دریافت کیا "مگر تم یہاں آئے کیسے؟"

اس پر اس شخص نے اپنی تمام کینہ پروری یہاں بیان کر دی اور پورا ایک ہفتہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتظار کرتا رہا۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت وہاں اشیائے خورد و نوش کے ساتھ پہنچے تو مریض کے ہمراہ ایک شخص کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ مریض نے جواب دیا کہ میں تو اس کو نہیں جانتا، یہ گذشتہ ہفتے آپ کے پیچھے چلتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔

یہ سن کر حضرت نے اس شخص سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے پہنچے ہو؟ اس نے تمام قصہ سنا کر عرض کی حضرت! میں اپنی غلطی اور حماقت پر شرمسار ہوں۔ اس کے بعد حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے پوچھا کہ اب تم کیا چاہتے ہو۔ عرض کی حضرت! میں واپس بغداد جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی جب میں واپس جاؤں گا تو تم میرے پیچھے پیچھے خاموش چلتے رہنا۔ اس نے عرض کی بہت بہتر جناب!

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو کھانا کھلایا اور اس کی دیگر ضروریات پوری کر کے اس کی مکمل خدمات سرانجام دینے کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے اس

شخص کو حکم دیا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو۔ وہ شخص نادم و شرمسار آپ کے پیچھے چلتا ہوا بغداد پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر حضرت فتح موصلی نے اس سے دریافت کیا کہ بغداد میں تم کون سی جگہ پر رہتے ہو؟ اس نے کہا میں سناروں کی بستی سے ملحقہ محلے میں رہتا ہوں۔

حضرت نے اشارہ کر کے اسے اس کے محلے میں پہنچا دیا۔ یہ روحانی کرامات اس شخص نے دیکھیں تو وہ نہ صرف حضرت فتح موصلی کی ذات کا معترف ہو گیا بلکہ اس کو خود بھی روحانیت اور ولایت کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس نے حضرت فتح موصلی سے معافی مانگی، اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

اگلے روز وہ شخص آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! میں نے ایک طویل عرصہ آپ کی مخالفت میں گزارا ہے اور شدید غلط عزائم رکھ کر بھی مجھے ہمیشہ ناکامی و ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب جب میں نے آپ کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیا ہے تو اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہر وقت آپ کی خدمت میں رہوں۔ اسی وجہ سے میں نے اپنا تمام کاروبار چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے، آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اپنا تمام وقت آپ کی خدمت میں گزاروں۔

آپ نے اس شخص کو کاروبار ترک کرنے سے منع کیا کہ تمہاری دولت اور کاروبار سے بہت سے لوگوں کی روزیاں وابستہ ہیں، تم کاروبار میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت بھی کرو۔ ہمارے پاس بھی کسی دن آجایا کرو اور باقی غرباء اور مساکین کی دل کھول کر امداد کیا کرو۔ ان شاء اللہ تمہارے گذشتہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور تمہاری آئندہ راہیں اپنے نور سے منور کر دے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے آپ کے فرمودات پر عمل کر کے ولایت میں ایک بلند مقام حاصل کر لیا۔

حکایت حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ فنافی الشیخ کے درجے پر فائز تھے، اپنے پیر و مرشد سے آپ کو بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ آپ اپنے صاحب کی ملاقات کے لیے جاتے تو گھر سے لے کر پیر صاحب کے حجرے تک ننگے پاؤں جاتے تھے۔ کبھی اپنے پیر صاحب سے نظر ملا کر بات نہیں کی تھی۔ احترام اور عقیدت کی یہ انتہا تھی کہ آپ اپنے پیر بھائیوں اور اپنے پیر صاحب کے شہر کے باسیوں کے ساتھ بھی بڑی مہربانی اور مروت کا سلوک کیا کرتے

تھے۔ آپ کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مرید کے تمام افعال کی ذمہ داری اور ہر خیال پر پیر کی نگرانی ضروری ہے۔

حضرت بہاول شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں' ان کی ریاضت اور سلوک و جذب کا اگر ذکر کیا جائے تو کئی دفتر پر ہو جائیں۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص حضرت میراں شاہ بھیکہ حاضر ہوئے۔ حضرت میراں شاہ بھیکہ نے حضرت شاہ بہاول کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں رہنمائی چاہتا ہوں تاکہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ آپ اللہ کے ولی ہیں آپ کو روحانیت میں جو دست گاہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ میں نے خدا کے آگے ولایت کی نعمت کے لیے دست سوال دراز کیا ہے۔ مجھے چاہ روحانیت کے چند گھونٹ مل جائیں تاکہ میری تشنگی بھی کسی قدر کم ہو سکے۔ آپ مجھے کسی کامل ولی کا پتہ بتلایئے۔

حضرت بہاول شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' دیکھو میراں شاہ! ہر شخص کے منزل پر پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف وسائل پیدا کرتا ہے۔ تمہاری منزل یہاں سے بہت دور ہے اور اس تک تمہیں پہنچانے کے لیے میرے ساتھ رہنے کی ضرورت ہے پھر تمہیں اللہ تعالیٰ ولایت کے خزانوں سے مالا مال کر دے گا۔ اس لیے تم میرے ساتھ چلو اور جلد از جلد لاہور پہنچو۔ وہاں ہم شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضری دیں۔ وہ ہماری روحانیت کی تربیت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔

میراں شاہ بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب سفر کا آغاز کیا تو حضرت شاہ بہاول رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ حضرت شاہ ابو المعالی کے خدمت میں حاضر ہوئے' دونوں درویش جب عازم سفر ہوئے تو راستے میں حضرت میراں شاہ ایک جگہ حقہ پینے کی غرض سے رکے۔ یک لخت حضرت شاہ بہاول غائب ہو گئے۔ انہوں نے شاہ بہاول کو بہت تلاش کیا ناچار تنہا سفر جاری رکھا۔

ادھر شاہ بہاول غیبی مدد سے میراں شاہ سے پہلے شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں پہنچ گئے۔ حضرت شاہ ابو المعالی نے یوں اکیلے شاہ بہاول کو دیکھا تو فرمایا' شاہ بہاول تمہارا ساتھی کہاں ہے۔ عرض کی حضرت صاحب! پیچھے آ رہے ہیں۔ شاہ ابو المعالی نے فرمایا کہ جاؤ ان کو بھی لے آؤ۔ شاہ بہاول حکم کی تعمیل میں فوراً چل پڑے۔ راستے میں ان کی ملاقات میراں شاہ

سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا حضرت! آپ کدھر غائب ہو گئے تھے' حضرت شاہ بہاول مسکرا دیئے اور فرمایا چلیں حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ دونوں درویش باتیں کرتے ہوئے شاہ ابوالمعالی کی خانقاہ میں پہنچے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی نے میراں شاہ کو دیکھتے ہی فرمایا میراں شاہ! تمہارا رفیق (حقہ) کہاں ہے؟ عرض کی کہ حضرت! میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا تو پھر بیعت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پھر آپ نے ان کو روحانیت کے اسرار و رموز سکھائے۔ سلوک کے درس دیئے' ذکر کی تلقین کی۔ آپ کو پھر اپنے ساتھ ذکر کرایا' ذکر کے اثرات سے آپ کئی گھنٹے بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا تو آپ کو مرشد شاہ ابوالمعالی نے کہرام کے لیے روانہ کیا۔ یہاں آکر میراں شاہ فاضل قانون گو کی مسجد میں ٹھہرے۔ میراں شاہ کئی کئی روز تک روزے رکھتے اور صرف ایک روٹی اور پانی سے افطار کرتے تھے۔

حضرت میراں شاہ کو شاہ ابوالمعالی سے اتنی عقیدت تھی کہ ایک مرتبہ ان کو شاہ ابوالمعالی کی داڑھی کا بال بوریہ پر گرا ہوا ملا' آپ نے اس بال کو اتنا سنبھال کر رکھا کہ جب آپ کا وصال ہوا تب بھی وہ آپ کے سامان میں محفوظ و موجود تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوالمعالی سے کہا کہ بظاہر تو آپ میں کوئی قابلیت نظر نہیں آتی لیکن آپ خدا کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ جس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں خوب صورت اور صاحب حسن و جمال کنیزیں موجود تھیں لیکن وہ ایک مہترانی پر عاشق ہو گیا' لوگوں نے اس کو بڑا مطعون کیا مگر وہ اس خاکروبہ کے عشق سے باز نہ آیا اور اس کے عشق میں ایسا غرق ہو گیا کہ تمام خوب صورت کنیزیں اس غارت گر خاکروبہ پر رشک کرنے لگیں اور اس کے مراتب ایسے بلند ہو گئے جن کے متعلق اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ تو یقیناً بادشاہ کو خاکروبہ میں کوئی ایسی چیز نظر آئی ہو گی جو اس کو دوسری ماہ لقاؤں میں نظر نہ آئی۔ یہ سن کر معترض چپ ہو گیا۔

چھ باتوں پر عمل کرنے کی نصیحت

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے' کچھ نصیحت فرمائیے کہ میں اسے ہمیشہ پیش نظر رکھوں۔ آپ نے

فرمایا میری صرف چھ باتیں مان لو اور پھر جو جی چاہے کرو' تمہیں کوئی نقصان نہیں ہو گا- اول یہ کہ جب تم خدا کی نافرمانی کرو تو اس کی نعمت کھانا چھوڑ دو- اس شخص نے جواب دیا دنیا میں جو کچھ ہے سب تو اسی کا ہے پھر کیسے ممکن ہے- فرمایا پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کی نعمت کھاتے ہو اور اس کی نافرمانی کرتے ہو- دوسرے یہ کہ جب تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اس کے ملک سے باہر جا کر کرو- اس نے کہا حضرت! مشرق سے مغرب تک اسی کا ملک ہے پھر میں کہاں جاؤں- فرمایا تو پھر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ملک میں رہو اور اس کی نافرمانی کرو؟ تیسرے یہ کہ اگر کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے- اس نے کہا کہ حضرت! یہ کس طرح ممکن ہے وہ تو تمام رازوں کا جاننے والا ہے- آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کے ملک میں رہو' اس کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پھر اس کے سامنے گناہ کرو- چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئیں تو ان سے کہہ کہ تھوڑی دیر کے لیے توبہ کر لینے کی مہلت دے دیں- اس نے کہا حضرت! وہ میری بات کب ماننے والے ہیں- آپ نے فرمایا نادان! جب تم ملک الموت کو تھوڑی دیر بھی روکنے پر قادر نہیں ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی توبہ کر لو- پانچویں بات یہ کہ جب منکر نکیر قبر میں تم سے سوال کرنے کے لیے آئیں' تو تم انہیں کسی حیلے سے ٹال دو- اس نے کہا حضرت! یہ تو سب سے مشکل ہے- وہ کہاں کسی حیلے سے ٹلنے والے ہیں- آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو تم دشوار اور محال سمجھتے ہو تو پھر ان کے آنے سے پہلے ہی جواب دینے کے لیے اپنے کو تیار کر لو تاکہ اس وقت بے بس نہ ہو- چھٹی بات یہ کہ کل قیامت کے دن جب گناہ گاروں کے لیے فرمان ایزدی ہو گا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو تم اڑ جانا کہ میں تو نہیں جاتا- اس نے کہا حضرت! یہ تو اور بھی ناممکن ہے میری اتنی مجال کہاں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کے خلاف زبان ہلا سکوں اور میری خواہش کے مطابق مجھے چھوڑ دیا جائے- آپ نے فرمایا تو پھر کس بھروسہ پر وہ حرکت کرتے ہو جو تم کو نجات سے دور اور عذاب سے قریب کر دینے والی ہے- اس نے کہا حضرت! آپ نے جو کچھ فرمایا میں سمجھ گیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ میری نجات کس میں ہے' اس کے بعد اس نے توبہ کی اور حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور دنیا سے بحمدہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہوا-

باب ۲

توبہ

اللہ سے دوستی کی پہلی منزل توبہ ہے کیونکہ جس نے بھی اللہ سے دوستی لگائی اس نے توبہ ہی سے ابتداء کی- اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر ولی کو اس سیڑھی پر پہلے قدم رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے بغیر منصب ولایت کو پانا ممکن نہیں کیونکہ اولیاء کی زندگی اس امر کی دلیل ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ کی لگن اور عشق پیدا ہوا تو اس نے سب سے پہلے اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کی اور پھر روحانی سلسلے کا آغاز ہوا-

بزرگان دین میں سے بعض تو بچپن ہی سے تائب ہو گئے جو صالح تربیت کا نتیجہ تھا' جو ان کے والدین نے کی- بعض اولیائے کرام نے جوانی میں توبہ کی اور بعض نے جوانی کے بعد توبہ کی' مگر یاد رکھنا چاہیے کہ جو کوئی جتنی جلدی توبہ کرے گا اور گناہ کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہو جائے گا اتنی جلدی ہی منزل کو پائے گا- اس کے لیے منزل کا حصول قدرے آسان ہو جاتا ہے لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے بے شمار مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ان مقامات کو عبور کرنے کے لیے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے جسے کیفیت یا حال کہا جاتا ہے اور اس کی اصل بنیاد توبہ ہے جس سے حال قائم رہتا ہے- معلوم ہوا کہ توبہ ہی وہ ابتدا ہے جس سے روحانی مقامات کا آغاز ہوتا ہے اور توبہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر اللہ کے خاص بندے ولایت اور روحانیت کے درجات طے کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پاتے ہیں-

توبہ سے پہلے ایمان کامل کا ہونا ازحد ضروری ہے- ایمان کامل انسانی ضمیر کو زندہ رکھتا ہے انسان جب برائیوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے کہ وہ برائی اور گناہ کیوں کرنے لگا ہے اور ایسے ضمیر کو ملامت کرنے والا ضمیر کہتے ہیں- ضمیر کی یہ کیفیت کسی نیک بزرگ کی صحبت میں بیٹھنے سے بہت جلد پیدا ہوتی ہے یا نیک والدین اور رزق حلال کھانے والے والدین کی دعاؤں سے فطری طور پر اولاد میں موجود ہوتی ہے یا قدرتی طور پر ایسا

ماحول مل جائے جس کے زیر اثر انسان نیکی کی طرف راغب ہو جائے تو جب برائی کرنے پر انسان کا ضمیر انسان کو ملامت کرنے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غمگین رہنے لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس سے برائی اور گناہ کیوں سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو طلب حق کا احساس بیدار ہوتا ہے اور وہ بیداری انسان کو اللہ کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور یہی بیداری انسان کی نیکی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب بھی کوئی غافل غفلت کی نیند سے جاگتا ہے تو یہی بیداری اسے راہ ہدایت کی تلاش پر ڈال دیتی ہے اور جب تلاش کی طرف آتا ہے تو اللہ کے راستے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس راستے پر گامزن ہونے کے لیے توبہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ توبہ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ منزل حق کا راستہ نصیب ہو اور بیدار انسان ہی راہ توبہ کے آغاز میں پہنچتا ہے۔

بیداری مرد مومن کے دل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو انسان کو توبہ کا راستہ بتاتی ہے۔ توبہ کر لینے کے بعد توبہ پر قائم رہنا بہت ضروری ہے چنانچہ توبہ کی برقراری کے لیے نفس کا محاسبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک استقامت توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس دن سے قبل اپنے اعمال کا محاسبہ خود کر لینا چاہیے جس دن اللہ کے حضور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہو گا اور اس وقت انسان بالکل بے بس ہو گا۔

اسلامی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی انجام دہی سے انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے اور جوں جوں انسان عبادات کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اسے استقامت توبہ نصیب ہوتی جاتی ہے اور یہ عبادات انسان کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اعمال کے محاسبے کے بعد اعمال کی نگرانی کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ اعمال کی نگرانی توبہ میں استقامت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ بزرگان دین نے فرمایا کہ جو اللہ کا بندہ اپنی نگرانی پر سخت نگاہ رکھتا ہو اس کی ولایت قائم رہتی ہے۔ اپنی نگرانی کے لیے مراقبہ سب سے عمدہ ہے اور باطن کی نگہداشت کے لیے مراقبہ بہت سود مند ہے کیونکہ ظاہری اعمال کے محاسبہ اور مراقبہ کے ذریعے باطن کی پاکیزگی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے توبہ قائم رہتی ہے۔

حضرت شیخ عمر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ علم قیام ہے اور اسی کے ذریعے علم حال کی

تکمیل ہوئی اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کا معیار معلوم کرے۔ یہ تمام چیزیں صحیح توبہ کے لیے ضروری ہیں کیونکہ تصور عزائم کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور عزائم اعمال کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ تصورات سے قلب کے ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ قلب اعضاء و جوارح کا حاکم ہے۔ اس لیے جب تک قلب کوئی ارادہ نہ کرے اس وقت تک اعضاء حرکت میں نہیں آتے۔ لہٰذا مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے برے تصورات کے مواد کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے اور جو تصورات کو ضبط کرلے وہ اعضاء و جوارح کی ضروریات کو فراہم کرلیتا ہے۔ بہرحال مراقبہ کے ذریعے قلب سے برے ارادوں کی جڑوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مراقبہ سے جو بات چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کرلیتا ہے۔ سالکین کو صحیح توبہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ توبہ کے بعد اگر توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر دنیا کی طرف لگایا جائے تو روحانی منازل رک جائیں گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ سے توجہ ہٹانے سے وہ مقام جو اسے توبہ کے ذریعے حاصل ہوا ہو وہ بھی ضائع ہو جائے۔ سچی اور صحیح توبہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اعمال کے نقائص کو دور کیا جائے گا اور نقائص کو دور کرنے کے لیے سچے دل سے مجاہدہ کرنا ضروری ہے اور مجاہدہ کے لیے صبر ضروری ہے۔ چنانچہ غربت' فقر و فاقہ' تکالیف' رنج و الم اور صدمات میں صبر کرنا چاہیے لیکن صبر خدا کے لیے اور اس کے راستہ میں ہونا چاہیے۔ حقیقی صبر میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے اور حقیقی صبر توبہ پر قائم رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔

صبر انسانی نفس کو مطمئن کرتا ہے اور سکون قلب کے لیے تزکیہ نفس ضروری ہے اور تزکیہ نفس توبہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ سچی توبہ سے نفس پاک ہو جاتا ہے اور نفس میں نرمی' عاجزی و انکساری پیدا ہو جاتی ہے اور عاجزی انسان کو رضا کے مقام تک لے جاتی ہے اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ولایت کی انتہا ہے' اس لیے اللہ کی رضا کا حاصل ہونا سچی توبہ کا پھل ہے۔

توبہ کرنے والا اپنے اعضاء کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرتا ہے' اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے کیونکہ انسان کے جسم کے تمام اعضا اللہ کی نعمت ہیں' انہیں گناہوں سے بچا کر خدا کی اطاعت میں مصروف رکھنا اصل شکر گزاری ہے۔ لہٰذا سچی توبہ سے بڑھ کر اور کون سی شکر گزاری ہو سکتی ہے۔

القصہ خلاصہ یہ نکلا کہ ولایت کے حصول اور پھر ولایت میں مقام بندگی تک پہنچنے کے جتنے بھی مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان سب میں سچی توبہ پر قائم رہنا ضروری ہے اور آخر کار انسان توبہ اور استغفار کی معاونت اور مدد سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اولین دور کے صوفیاء اور بزرگان دین نے توبہ پر قائم رہنے پر بہت زور دیا ہے اور توبہ ہی کو کامیابی کے زینے کی کنجی قرار دیا ہے۔

سچی توبہ

﴿ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ (پ ۲۸' التحریم: ۸)

"اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔"

مومنین کو ﴿ توبۃ النصوح ﴾ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نصوح خلوص اور سچائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ توبۃ النصوح ﴾ کے بارے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ﴿ توبۃ النصوح ﴾ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کر اور آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ﴿ توبۃ النصوح ﴾ کے بارے میں یہ بیان کیا کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ بھی نہ کرے۔

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں۔ جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو اور جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو کماحقہ ادا کرو۔ اس کے علاوہ جس کسی کا حق مارا ہو اس کو دو' پھر جس کسی کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو مزید یہ کہ آئندہ غلطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو اور یہ کہ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کر دو جس طرح کہ تم نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ۔ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتے رہے ہو۔

سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر معافی طلب کر کے اپنے روح اور جسم کو گناہوں سے پاک کرے اور سچی توبہ کی اصل بنیاد اپنے کیے پر پشیمانی ہے جو احکامات الٰہیہ کے خلاف عمل کرنے پر ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پشیمانی اور ندامت اس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اور احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان گناہوں کی بنا پر ایک پردہ حائل ہو گیا ہے اور محبوبِ حقیقی گناہوں کی بنا پر خفا ہو گیا ہے تو اس وقت دل میں ایک خاص دکھ کی لہر اٹھتی ہے' بندہ غم زدہ ہوتا ہے' حزن و ملال بڑھتا ہے' حسرت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی خوف اور ملال انسان کو گریہ تک لے جاتا ہے۔ گریہ و زاری سے ایسی رقت پیدا ہوتی ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب کو کھول دیتی ہے اور بندہ پختہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ پھر ایسا فعل نہیں کرے گا جو بندے کو محبوب حقیقی سے جدا کر دے۔

حضرت ابو بکر واسطی ؒ توبۃ النصوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گنہگار پر گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح ہوتی ہے اور پشیمانی پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے۔

سچی توبہ کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کی بنیاد پشیمانی پر ہوتی ہے اور توبہ کا نتیجہ وہ ارادت ہوتی ہے جو تائب کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ پشیمانی یہ ہوتی ہے کہ تائب ہمیشہ پر درد اور پر حسرت نظر آتا ہے' اس کا کام ہی گریہ زاری اور آہ و فغاں ہے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو ہلاکت کے طوفان میں مبتلا پائے اور اسے معلوم ہو کہ اب مرا تو وہ حسرت اور پشیمانی سے کیسے خالی ہو سکتا ہے! اگر کسی کا بچہ بیمار پڑا ہوا ہو اور طبیب یہ کہہ رہا ہو کہ بیماری خطرناک ہے اور جان کا خطرہ ہے تو خیال کیجیے کہ اس کے والدین کے دل پر کیا گزرے گی' رنج و غم کس طرح ان کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا اور پھر یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ماں باپ کو اولاد جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کو اپنی جان عزیز تر ہے اور اس کے طبیب خدا اور رسول ﷺ اس دنیاوی طبیب سے بھی زیادہ صادق ہیں جب وہ اسے کہیں کہ آخرت کی ہلاکت موت کے خطرے سے بھی زیادہ زبردست اور عظیم ہے اور زیادہ گناہ حق تعالیٰ کے زیادہ غضب کا باعث ہو گا۔ یہاں تک کہ بیماری سے موت کا خطرہ اتنا یقینی نہیں ہو گا جتنا کہ گناہ سے ہلاکت کا ہوتا ہے اگر یہ حقیقت بھی اس کے دل میں خوف و حسرت نہ پیدا کر سکے تو مطلب

یہ ہوگا کہ گناہ کی آفت اور ہلاکت خیزی پر ابھی وہ دل سے ایمان نہیں لایا۔ اس ندامت اور پشیمانی کی آگ جس قدر تیز ہوگی اتنی ہی تیزی سے گناہوں کو جلا کر خاکستر کردے گی کہ گناہ کے باعث جو زنگ آدمی کے دل کو لگ جاتا ہے اسے حسرت اور ندامت کی آگ کے علاوہ اور کون سی چیز دور کر سکتی ہے اور اس کے سوا اور کون سی حرارت ہے جو دل کو صاف اور رقیق بنا سکے۔ حدیث شریف کے رو سے تو اہل توبہ کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے' تو اسی لیے کہ ان کا دل رقت سے بھرپور ہوتا ہے اور آئینہ کی طرح صاف۔ دل جس قدر صاف ہوا اتنا ہی گناہوں سے پاک ہوتا ہے ایسے دل کو گناہ میں حلاوت نہیں بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کے پیغمبر نے ایک دفعہ حق تعالیٰ سے سفارش کی کہ خدایا فلاں شخص کی توبہ قبول فرمالے۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی اس کی توبہ قبول نہ کروں کیونکہ اس کے دل میں ابھی تک گناہ کی حلاوت موجود ہے۔

اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ گناہ ہرچند کہ مرغوب ہوتا ہے لیکن توبہ کرنے والے کے حق میں اس کی مثال زہریلے شہد جیسی ہے جو یہ شہد ایک بار کھائے گا وہ رنج اور صدمہ اٹھائے گا اور جب دوبارہ اس کا نام نہیں لے گا بلکہ اس کے تصور سے ہی سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور اس سے محظوظ اور لطف اندوز ہونے کا خیال اس کے خوف کے نیچے دب کر رہ جائے گا۔ جو اس کے نقصان کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور اس تلخی کا احساس کسی ایک گناہ تک محدود نہیں بلکہ ہر گناہ میں یہی تلخی کارفرما رہے گی کیونکہ وہ گناہ جو اس نے کیا کوئی واحد گناہ تو تھا نہیں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی سے خالی تھا کہ یہ حالت تو سب ہی گناہوں کی ہوتی ہے۔

توبہ دراصل گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ گناہ ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ وعدہ انسان اللہ سے کسی وقت بھی کر سکتا ہے' عمر کے کسی بھی حصہ میں جس وقت انسان کے دل میں گناہ چھوڑنے کا احساس پیدا ہو جائے تو انسان اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہوں پر معافی مانگنے کے لیے توبہ کی طرف متوجہ ہوگا اور گناہوں سے بچنے کے لیے انسان اللہ سے جو وعدہ کرے گا وہ وعدہ توبہ کہلائے گا۔

میرے خیال کے مطابق توبہ یہ ہے کہ انسان اپنی کی ہوئی خطاؤں پر نادم ہو اور جو برائی وہ کر رہا ہے اسے چھوڑ دے اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور جو برائی وہ کر چکا ہو اس کی تلافی کی کوشش کرے اور اگر تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے تاکہ اپنی برائی کے داغوں کو دھو ڈالے۔ لیکن توبہ اس وقت تک حقیقی نہیں ہو سکتی جب تک وہ اللہ کی رضا کی خاطر نہ ہو' کسی دوسری وجہ سے کسی برے فعل کو ترک کر دینا توبہ نہیں کہلاتا۔

جو توبہ کر گیا وہ تر گیا۔ توبہ وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں مردود کی بجائے محبوب' دشمن کی بجائے دوست' دوزخ کی بجائے جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کا ایسا تریاق ہے جو انسان کو اس طرح پاک و صاف کر دیتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے اس نے ابھی جنم لیا ہے۔ دنیاوی شاہوں کے درباروں میں' صدارت اور وزارت کے ایوانوں میں' مکتب اور درس گاہوں میں' امراء کے دیوان خانوں میں رؤساء کے رنگ برنگ بازاروں میں' دفتری اور کاروباری امور میں اس شخص کو دنیا والے اچھا ہی سمجھ لیتے ہیں جو کوئی خطا کرے لیکن جلد ہی احساس ندامت کے تحت وہ اپنے شاہ سے' مالک' سے' آقا سے' دوست سے' دشمن سے اپنی خطا کی معافی کا طلب گار بنے تو اس کا قصور اکثر معاف کر دیا جاتا ہے مگر دنیا والے پھر بھی تنگ نظر ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ خطا معاف نہ کریں مگر بارگاہ رب العزت کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہاں بڑے سے بڑے مجرم کو بھی توبہ سے پناہ مل سکتی ہے۔ اللہ کے رحم و کرم کی یہ کتنی بے نیازی ہے کہ خواہ کتنا ہی کوئی خطاکار' سیاہ کار' بدکار یا گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ کے حضور میں جھک جائے تو معافی ضرور مل جاتی ہے۔ مگر یہ نادان انسان توبہ کی طرف نہیں لوٹتا حتی کہ موت کا بلاوا آ جاتا ہے۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں توبہ کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکامات الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعت اسلامیہ کی صورت میں موجود ہیں' کی تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کر دے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۰ تا ۷۱)

"مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔"

فضیلت توبہ

قبول توبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ (بخاری)

توبہ کرنے والے بہتر ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے بہتر وہ ہے جو توبہ کر لیتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

اللہ توبہ قبول فرماتا رہے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک (یعنی قیامت تک) اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا رہے گا۔ (مسلم)

توبہ کا وقت کب تک ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت توبہ کے موقوف ہونے تک موقوف نہ ہو گی اور توبہ کرنے کا وقت اس وقت تک ہے کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (ابوداؤد۔ دارمی)

دعائے توبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طلب مغفرت کے الفاظ کو سو مرتبہ تک شمار کر لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے "خداوندا! میری توبہ قبول فرما میری مغفرت فرما بے شک تو توبہ قبول فرمانے والا اور

مغفرت فرمانے والا ہے"۔(احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

روزانہ مغفرت طلب کرو

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ و مغفرت طلب کرو کیونکہ میں بھی روزانہ سو مرتبہ طلب مغفرت کرتا ہوں"۔(مسلم)

موقع کو غنیمت جانو

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم شب میں اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور اسی طرح دن کو دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور یہ سلسلہ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے تک (تاقیام قیامت) جاری رہے گا"۔(مسلم)

اللہ کے حضور توبہ کرو

حضرت بلال بن یسار بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو دادا جان سے روایت کرتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزادہ کردہ غلام ہیں' کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے یہ کلمات کہے کہ میں اس رب العالمین سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی ذات حیی و قیوم ہے اس سے توبہ کرتا ہوں تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ کفار کے مقابلے میں بھاگا ہوا ہی کیوں نہ ہو"۔(ترمذی' ابوداؤد)

رضائے الٰہی کے لیے توبہ کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے اگر وہ نیکو کار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لے اور اگر بدکار ہے تو شاید رضائے رب کے لیے توبہ کر لے"۔(بخاری)

ننانوے قتل کے بعد توبہ

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے افراد کو قتل کیا پھر وہ توبہ کے لیے دربدر مارا پھرا یہاں تک کہ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے توبہ کے بارے میں معلوم کیا کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے تو راہب نے کہا نہیں۔ اس نے راہب کو بھی مار ڈالا۔ اس قاتل نے پھر ایک شخص سے کہا کہ اب کیا کیا جائے

تو اس نے کہا کہ تم فلاں فلاں گاؤں میں جاؤ لیکن راستہ ہی میں اس کو موت آ گئی لیکن اس کا منہ اسی گاؤں کی طرف تھا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں مزاحم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کو حکم دیا کہ اس شخص سے قریب ہو جا اور دوسری بستی سے کہا کہ تو اس سے دور ہو جا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب ان دونوں بستیوں کا فاصلہ ناپو۔ جب فاصلہ دیکھا گیا تو وہ جس طرف جا رہا تھا ایک بالشت کم تھا لہٰذا اس بنا پر اس کی بخشش کر دی گئی"۔ (بخاری شریف)

بندے کی توبہ سے اللہ کو خوشی ہوتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی توبہ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ جنگل میں کسی کی سواری جس پر کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو کھو جائے اور وہ اس کی بازیابی کی امید ختم کر کے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو دیکھے کہ میری سواری کھڑی ہے اور فرط مسرت سے اس کی مہار پکڑ کر یہ بھی کہہ دے کہ خداوندا! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اور خوشی کی زیادتی میں غلط کلمات ہی کہہ دے۔

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دو حدیثیں نقل کیں۔ ایک کی نسبت تو رسول خدا کی ذات سے کی اور دوسری خود سنائی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "مومن اپنے گناہوں کو دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور وہ پہاڑ اس پر گر پڑیں گے اور گنہگار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھی ہے جس نے اس کو ہاتھ کے اشارہ سے ناک سے اڑا دیا۔ اس کے بعد جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم کی حدیث اس طرح نقل کی، میں نے سرکار سے سنا رب کریم فرماتا ہے اللہ اپنے توبہ کرنے والے مومن بندے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ بمقابلہ اس شخص کے جس نے خود کو اس طرح ہلاکت میں ڈالا اور اس طرح میدان میں اترا کہ اس کے ساتھ سواری اور سامان خورد و نوش موجود تھا لیکن وہ زمین پر سر رکھ کر سو گیا لیکن جب بیدار ہوا تو اس کی سواری مع سامان کے بھاگ چکی تھی جس کو اس نے تلاش کیا لیکن جب گرمی اور پیاس کا غلبہ ہوا یا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر وہ

کیفیت طاری ہوئی تو کہنے لگا کہ میں جہاں سواری کی تلاش میں روانہ ہوا تھا اپنی اس جگہ جہاں کہ میں تھا لوٹ کر سوؤں گا۔ یہاں تک کہ مجھے موت آئے لہٰذا اپنی کہنی پر سر رکھ کر موت کے انتظار میں لیٹ گیا لیکن جب آنکھ کھلی تو سواری موجود تھی اور اس پر کھانے پینے کا سامان بعینہٖ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ سے اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس شخص کو اپنی سواری اور سامان کے ملنے پر نہیں ہوتی"۔(بخاری)

اللہ تعالیٰ کی پسند

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن کو بہت پسند کرتا ہے جو بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو کر بہت زیادہ توبہ کرتا ہے"۔(احمد)

توبہ گناہ کو ختم کر دیتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس سے صدور گناہ نہ ہوا ہو"۔(ابن ماجہ)

وصال پانے کی سب سے بہتر صورت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ اس نے کسی کو دنیا میں اللہ کا شریک نہ بنایا ہو اور اس پر پہاڑ کے برابر گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے"۔(بیہقی)

توبہ کے متعلق اقوال

بوڑھے کی توبہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "بوڑھے آدمی کا توبہ کرنا عمدہ کام ہے لیکن جوان آدمی کی توبہ بہت ہی عمدہ کام ہے"۔

توبہ واجب ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ "گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے لیکن گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ جوان آدمی کا گناہ کرنا بھی اگرچہ برا ہے لیکن بوڑھے آدمی کا گناہ کرنا تو بہت ہی برا ہے۔ بد بخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے (یعنی کوئی بری بات جاری کر جائے)"

توبہ کے چار ستون

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون

ہیں (۱) زبان سے معافی کا طالب ہونا (۲) دل سے پشیمان ہونا (۳) اعضاء کو گناہوں سے روکنا (۴) یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔ آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے کہ عبادت بلا توبہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔

ترغیب توبہ کی مثال

حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ دوسرے کو توبہ و اطاعت کی ترغیب دینا اور خود نہ کرنا ایسا ہے کہ جیسا ایک شکاری شکار کرے اور دوسرے اس کے کباب کھائیں۔

عوام اور خواص کی توبہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ معصیت سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ مطلب یہ کہ عوام سے ظاہر کے متعلق سوال ہوگا اور خواص سے اعمال کی حقیقت کے متعلق باز پرس ہوگی کیونکہ غفلت عوام کے لیے نعمت اور خواص کے لیے حجاب ہوتی ہے۔

توبہ کا اہم راز

ابوالحسن بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر گناہ کی یاد میں لذت نہ رہے تو یہ توبہ ہے۔ گناہ کی یاد یا تو ندامت کی وجہ سے ہوتی ہے یا دلی خواہش کی وجہ سے جب ندامت کی وجہ سے ہو تو انسان تائب ہوتا ہے۔ جب ارادت سے یاد آئے تو گناہ ہے گناہ کا مرتکب ہونے میں وہ آفت نہیں جو اس کی ارادت میں ہے کیونکہ ارتکاب تو ایک بار ہو چکتا ہے۔ مگر ارادت مستقل طور پر دل میں جاگزیں رہتی ہے، گھڑی بھر جسم سے گناہ کرنا اتنا سنگین نہیں جتنا کہ رات دن ارادت گناہ میں منہمک رہنا ہے۔

توبہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ میں بندے کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا کیونکہ توبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے (اس کا انعام ہے) بندے کی طرف سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی سعی کا نتیجہ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی عطا ہو۔ یہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہے۔

توبۂ انابت و توبۂ استحیاء

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' توبہ دو قسم کی ہے ایک توبۂ انابت یعنی خوف عذاب سے توبہ کرنا۔ دوسری توبۂ استحیاء یعنی شرمسار ہو کر توبہ کرنا۔ توبہ جس کی بنا خوف پر ہو کشف جلال حق سے حاصل ہوتی ہے اور توبہ جو شرمساری سے جنم لیتی ہے جمال حق کے مشاہدہ پر منحصر ہے۔ ایک جلال حق کے سامنے خوف کی آگ میں جلتا ہے دوسرا جمال حق میں حیا کے نور سے روشن ہے۔ گویا ایک مست (سکر میں) ہوتا ہے اور دوسرا مدہوش۔ اہل حیا اصحاب سکر ہوتے ہیں اور اصحاب خوف اہل صحو۔

حضرت ابراہیم دقاق کی دلیل

حضرت ابراہیم دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ جس طرح تو پہلے اللہ کی طرف پشت کیے ہوئے تھا اب پشت ہٹا کر اپنا چہرہ اس کی طرف کر لے اور اپنی توجہ کو ہمہ تن اللہ کی یاد میں لگا دے۔

توبہ کی تعریف

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔

حضرت رابعہ بصری کا قول

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا قول ہے کہ صرف زبان سے توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ اگر خود بخود توبہ کریں تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی۔ ایک اور جگہ پر حضرت رابعہ بصری فرماتی ہیں کہ میرے استغفراللہ کہنے میں جو عدم خلوص پایا جاتا ہے اس سے میں استغفار کرتی ہوں۔

توبہ کس سے کی جاتی ہے

ایک مرتبہ حضرت شیخ سوسی رحمۃ اللہ علیہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توبہ ہر اس چیز سے کی جاتی ہے جس کی علم نے مذمت کی ہو اور جس چیز کی علم نے تعریف کی ہو اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف ظاہر و باطن دونوں میں شامل ہے اور اس کا تعلق اس شخص سے ہے جسے علم کامل عطا کیا گیا ہو۔ چنانچہ علم کے سامنے جہالت اس طرح غائب ہو جاتی ہے جس طرح طلوع آفتاب سے رات غائب ہو جاتی ہے۔

توبہ کے تین درجے

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں (۱) توبہ (۲) انابت (۳) اوبت۔ توبہ ابتدائی درجہ ہے' درمیانی درجہ

انابت اور آخری یا انتہائی درجہ اوبت ہے۔ جس نے عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے، جس نے ثواب کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لیے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض اللہ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، ثواب کی امید اور عذاب سے بچنے کے اندیشہ سے نہیں وہ صاحب اوبت ہے۔ انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے، اوبت انبیاء و مرسلین کی صفت ہے۔

توبہ میں اللہ کی یاد

حضرت شیخ ابوالحسن رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تم خدا کی یاد کے سوا ہر چیز کی یاد سے توبہ کرلو اور اس کے سوا تمہارے دل میں کوئی چیز نہ رہے۔

توبہ کے معانی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے (۱) گناہ پر پشیمانی (۲) جس کو اللہ نے منع فرمایا اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ (۳) حقوق انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔

توبہ دو طرح کی ہے

حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ دو طرح ہے۔ توبہ انابت اور توبہ استجابت، توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے، توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے۔

توبہ ظاہر اور باطن ایک جیسی کرو

حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ توبہ کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی گزری۔

توبہ نصوح کیا ہے

حضرت سفیان عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ نصوح کے بارے میں فرمایا ہے کہ سچی توبہ میں چار چیزیں ہیں (۱) قلت دنیا (۲) ذلت نفس (۳) عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب اور (۴) عبادت کو کم اور ناقص خیال کرنا۔

جہاد سے پہلے توبہ ضرور کرو

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "جب مجاہد جہاد پر جانے لگے تو اسے چاہیئے کہ توبہ کرے کیونکہ توبہ

اس مصیبت کو روکے گی جسے تلواریں نہیں روک سکتیں"۔

بد ترین شخص کون

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بد ترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرے اور زندگی کی امید پر توبہ کرے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ ایک بوڑھے نے کہا کہ توبہ کرتا ہوں مگر دیر سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ موت سے پہلے آجانا دیر نہیں ہے۔

اللہ کی معرفت کا پہلا مقام

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان انسان کے لیے بڑی مشکل ہے اس کی راہ پر چلنے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔ مزید فرمایا کہ ارادہ گناہ اور اسباب گناہ ہونے کے باوجود اگر گناہ سے پرہیز کیا جائے تو یہ بہت بڑی توبہ ہے۔

مرنے سے پہلے توبہ کرلو

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلو پھر بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ پھر فرمایا کہ توبہ دو قسم کی ہے۔ ایک توبہ نصوح کہ اس کے بعد انسان گناہ کے نزدیک نہ پھٹکے اور دوسری توبہ یہ ہے کہ دن رات توبہ کرے مگر توڑ ڈالے اور ایسی توبہ اچھی نہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا قول

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم اپنے بندے پر کرے اور اس کا دل اپنی طرف مائل کرے، اپنی محبت و شفقت کے ساتھ خاص کرے اور اپنی طرف کھینچ لے۔ اس وقت بندے کا دل اپنے خالق کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ روح، قلب اور عقل اس کے تابع ہوتی ہے۔ پھر وجود میں امر الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں رہتا یہی صحت توبہ کی دلیل ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی کا قول

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ جس چیز سے توبہ کرے اسے ہمیشہ اپنا دشمن جانے جب تک بندے کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش رہے گی وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

تائب کون ہے؟

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ تائب کون ہے؟ آپ

نے فرمایا کہ جو شخص جوانی میں توبہ کرے پھر اس پر یہاں تک قائم رہے کہ اسے موت آ جائے۔ بوڑھوں کی توبہ توبہ نہیں کیونکہ ان کے نفسانی جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں مگر بڑھاپے میں بھی جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ قبول کر لیتا ہے۔

توبہ چھ قسم کی ہے

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ توبہ چھ قسم کی ہے۔ اول قلب و زبان کی توبہ، دوم نظر کی توبہ، سوم کان کی توبہ، چہارم ہاتھ کی توبہ، پنجم پاؤں کی توبہ، ششم نفس کی توبہ۔ (اسرار اولیاء)

توبہ کی تین حالتیں

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ توبہ کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ حال، ماضی، مستقبل۔ حال کی توبہ یہ ہے کہ اپنی گناہ گاری پر پچھتائے اور شرمسار ہو۔ ماضی کی توبہ یہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے۔ اگر کسی کے دو چار روپے چھین لیے اور پھر توبہ کر لی یہ توبہ نہیں۔ توبہ یہ ہے کہ وہ رقم اسے واپس کرے اور اس سے معذرت کرے، اگر وہ مر چکا ہو تو غلام آزاد کرے، گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اگر کوئی کسی کی کنیز یا منکوحہ سے زنا کرے تو اس آدمی کے پاس نہ جائے بلکہ خدائے غفور و رحیم کے دربار میں آئے اور توبہ کرے۔ اگر شرابی توبہ کرے تو لوگوں کو صاف اور ٹھنڈا پانی پلائے مقصد یہ ہے کہ توبہ کی حالت میں نافرمانی و گناہ کی معذرت کرے۔ مستقبل کی توبہ یہ ہے کہ نیت کرے کہ اس کے بعد وہ گناہ کے کام سے باز آ جائے گا۔ (فوائد الفواد)

حضرت خواجہ باقی باللہ کا ارشاد

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے اس لیے خلق سے قلبی جدائی میں توبہ کا کمال ہے جس کی وجہ سے خدا سے ملنا لازمی ہے۔ (حضرات القدس)

حکایات وواقعات

حکایت

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حالت دیوانگی میں کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب

خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشر حافی کو یہ خوش خبری سنا دو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے' اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لیے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ آپ میکدے میں ہیں اور جب درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارے لیے ایک ضروری پیغام لایا ہوں چنانچہ جب لوگوں نے آپ سے کہا تو فرمایا کہ نہ معلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لیے وجہ سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے' اس لیے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

حکایت ایک دفعہ حضرت شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں رات کو ایک چور گھس آیا ادھر ادھر بہت ٹٹولتا پھرا لیکن ایک بوریہ نشین درویش کے گھر میں کیا رکھا تھا' مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔ شیخ اس وقت جاگ رہے تھے اور ایک کونے میں مصروف عبادت تھے۔ انہوں نے چور کو اس طرح خالی ہاتھ اور مایوس جاتے دیکھا تو دل میں اس سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس کو پکار کر کہا اے بھائی! فقیر کے گھر سے اس طرح تہی دست نہ جا۔ میرا کہنا مان یہ ڈول لے کر اس کنویں سے پانی نکال اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جا۔ شاید اللہ تیرے لیے کوئی صورت پیدا کر دے۔ چور آپ کے ارشاد پر عمل کر کے نماز میں مشغول ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو سو اشرفیاں نذر کیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں چور کے ہاتھ پر رکھ دیں اور فرمایا یہ تیری ایک نماز کا صلہ ہے۔ چور یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کہنے لگا افسوس میں نے گذشتہ عمر برے کاموں میں صرف کر دی اور محروم رہا۔ صرف آج کی رات میں نے اللہ کا کام کیا اور اس نے مجھ پر اتنا کرم فرمایا اگر میری گذشتہ زندگی بھی اس کی یاد میں بسر ہوتی تو مجھے کیا کچھ نہ ملتا۔ یہ کہہ کر اس نے

سچے دل سے توبہ کی اور شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔

حکایت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بزرگی اور ولایت کے بلند درجہ پر پہنچنے سے قبل دنیاوی عیش و عشرت میں مبتلا تھے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے اور اس عشق کے آزار کی وجہ سے ہر لمحہ بے قرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات جب سردی بلا کی پڑ رہی تھی۔ آپ اپنی محبوبہ کے مکان کی دیوار کے نیچے صبح تک کھڑے رہے۔ تمام رات برف باری ہوتی رہی اور آپ کا سارا جسم تقریباً شل ہونے لگا تھا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کی خود فراموشی کا یہ عالم تھا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور کائنات روشنی سے منور ہونے لگی۔ تب کہیں جا کر آپ کو خیال گزرا کہ آپ نے ساری رات تو محبوبہ کے انتظار میں گزار دی۔ آپ نے اپنے آپ سے کہا اے مبارک کے فرزند! تجھے شرم آنی چاہئے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر کھڑے کھڑے گزار دی۔ اس کی بجائے اگر تو امام کے ساتھ نماز میں ہوتا اور وہ کوئی لمبی سورت پڑھتا ہوتا تو دیوانہ ہو جاتا اور شور برپا کرتا۔ یہ خیال آتے ہی آپ کے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی دم آپ نے توبہ کی اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور بہت ہی مختصر عرصے میں خدا سے آپ کو ایسا بلند درجہ عنایت ہوا کہ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ آپ گلاب کے پودے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ منہ میں شاخ نرگس لیے ہوئے آپ کے اوپر پنکھا کر رہا ہے۔

حکایت

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں مال دار تھے آپ اہل بصرہ کو سود پر روپے دیا کرتے اور جن سے کچھ لینا ہوتا تھا جب تک نہ لے لیتے وہاں سے نہ نکلتے۔ اس سود کی رقم پر آپ گذارا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں جب سود کی رقم لینے پہنچے تو وہ شخص گھر پر موجود نہ تھا بلکہ اس کی بیوی گھر پر موجود تھی۔ اس نے کہا میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ ایک بکری ذبح کی تھی لیکن اس کی سری کے سوا اور کوئی چیز باقی نہ رہی اگر آپ اسے لینا پسند کریں تو حاضر کر دوں۔ آپ نے کہا چلو یہی دے دو۔ چنانچہ بکری کی سری لے کر گھر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے، اسے پکاؤ۔ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ گھر میں روٹی اور لکڑی بھی تو نہیں ہے۔ آپ نے کہا

تم فکر نہ کرو۔ میں روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ باہر آگئے اور اسی طرح روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آئے۔ اہلیہ نے سالن چولھے پر چڑھادیا۔ جب ہانڈی تیار ہوگئی اور آپ نے چاہا کہ اسے برتن میں انڈیلیں کہ عین اسی وقت دروازے پر ایک فقیر نے صدا بلند کی اور کھانے کے لیے کچھ طلب کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جا تجھے کوئی چیز نہیں پہنچتی اور اگر ہم تجھے تھوڑا سا دے بھی دیں اس سے تو کچھ امیر نہ ہو جائے گا بلکہ ہم غریب ہو جائیں گے فقیر نا امید ہو کر واپس چلا گیا۔ آپ کی اہلیہ نے جب ہانڈی میں سے گوشت نکالنا چاہا تو وہ سب خون ہو گیا تھا۔ انہوں نے شوہر کو آواز دی اور کہا کہ دیکھ سختی اور جبر سے حاصل کیا ہوا مال کیا ہو گیا۔ آپ نے جب آکر دیکھا تو دل کی حالت متغیر ہو گئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میں اپنی سب برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔

دوسرے روز آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تا کہ قرض داروں سے جاکر روپیہ واپس لے آئیں اور پھر سود کے لین دین کا خاتمہ کریں۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ جب آپ سڑک سے گزرے تو لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا حبیب سود خور آرہا ہے۔ ذرا دور ہٹ جاؤ تا کہ اس کے پاؤں کی گرد ہم تک نہ پہنچے مبادا ہم بھی اسی طرح ہو جائیں۔ آپ نے جب یہ سنا تو دل بھر آیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی طرف چلے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے چند کلمات ایسے کہے کہ آپ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ نے توبہ کرلی۔ جب آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے واپس ہوئے تو ایک قرض دار آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا آپ نے اس سے فرمایا مت بھاگو۔ اب تو مجھے تم سے بھاگنا چاہیے۔ لڑکوں نے آپ کو آتے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ حبیب تائب آرہا ہے دور ہٹ جاؤ تا کہ ہماری گرد اس پر نہ پڑے اور ہم خدا کے نزدیک گناہ گار ہو جائیں۔

حکایت کسی شہر میں ایک بہشتی رہتا تھا جو ایک سنار کے گھر میں پانی بھرا کرتا تھا اور اسے پانی بھرتے ہوئے تیس سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اس سنار کی بیوی بڑی خوب صورت تھی اور جس قدر خوب صورت تھی اسی قدر نیک اور پارسا بھی تھی۔

ایک روز وہ بہشتی پانی بھرنے کو آیا تو اس نے سنار کی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا' اس عورت نے بمشکل ہاتھ چھڑایا اور اندر جاکر دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سنار گھر

آیا تو اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ آج دکان پر کون سا کام آپ نے خدا کی رضا کے خلاف کیا ہے۔ سنار بولا کہ آج ایک عورت کے ہاتھ میں کنگن پہناتے ہوئے مجھے اس کا بازو بڑا خوب صورت نظر آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا بس یہی لغزش مجھ سے واقع ہوئی ہے۔ بیوی بولی' تو اب معلوم ہوا کہ تمہارے بہشتی نے آج میرا ہاتھ کیوں پکڑ کر کھینچا تھا۔ سنار نے سارا واقعہ سنا تو کہنے لگا کہ میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں خدا مجھے معاف کرے۔ دوسرے روز بہشتی آیا اور کہنے لگا کہ کل والی غلطی سے میں توبہ کرتا ہوں' خدا مجھے معاف کرے۔ سنار کی بیوی نے کہا میاں بہشتی جاؤ اس میں تمہارا کوئی قصور نہ تھا یہ تو میرے میاں ہی کا قصور تھا۔ (روح البیان ص۹۹' ج۲)

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کے تائب ہونے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ کسی مقام پر ایک نوجوان عبادت گزار رہتا ہے اور جب آپ اس سے شرف ملاقات حاصل کرنے کی لیے پہنچے تو دیکھا کہ وہ نوجوان ایک درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے اور اپنے نفس سے مسلسل کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میری ہمنوائی نہیں کرے گا میں تجھے اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ سارا منظر دیکھ کر آپ کو اس نوجوان پر اس قدر ترس آیا کہ آبدیدہ ہو گئے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک بے حیا خطاکار پر ترس کھا رہا ہے اور رو رہا ہے' تو یہ سنتے ہی آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا۔ تفصیلات جاننے پر نوجوان عبادت گزار نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی میں آمادہ نہیں ہے اس لیے میں اسے سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے نوجوان سے کہا کہ مجھے تو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا تم سے کوئی اور گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔

اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اس لیے میں مخلوق سے رسم و راہ کو گناہ عظیم تصور کرتا ہوں۔ آپ نے نوجوان عابد سے فرمایا کہ تم واقعی بہت بڑے عابد و زاہد ہو۔

نوجوان نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے والے پہاڑ پر جا کر دیکھو چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا باہر پڑا تھا

اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بن چکا تھا آپ کے دریافت کرنے پر اس ابتر حالت میں پڑے ہوئے نوجوان نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ عبادت میں مصروف تھا کہ ایک خوب صورت عورت میرے سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں شیطانی خیالات میں مبتلا ہو کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ عین اسی وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت واطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا پہلا پاؤں کاٹ دیا کیونکہ گناہ کی جانب پہلا قدم اسی نے اٹھایا تھا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ مجھ ایسے گناہ گار کے پاس آپ کس لیے آئے ہیں اور اگر آپ کو واقعی کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیے۔

لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کے لیے وہاں پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی اس بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے پس اسی دن سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہو گا وہ میں استعمال نہیں کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے پیئے چند روز گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم صادر فرمایا کہ ان کے گرد جمع ہو کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔

نوجوان کی زبانی بزرگ کے بارے میں یہ داستان سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کر لیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آ کر بیٹھ گیا ہے۔ اس وقت آپ کو خیال آیا کہ نجانے اس پرندے کو کہاں سے رزق میسر آتا ہو گا۔ پھر اگلے ہی لمحے آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی۔ اس پیالی میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ تل کھا کر اور گلاب کا عرق پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔

یہ پر اثر منظر دیکھ کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ متوکل کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا جس میں ایک ایسا تختہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ جس وقت اس خزانے کو تقسیم کیا جانے لگا تو آپ نے اپنے

لیے صرف لکڑی کا وہ تختہ لیا۔ پھر ایک رات آپ نے خواب دیکھا کوئی آپ سے کہہ رہا تھا کہ اے ذوالنون! سب نے دولت کو آپس میں تقسیم کر لیا مگر تو نے ہمارے نام کو پسند کر لیا۔ جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ اس کے بعد آپ واپس شہر آ گئے۔

حکایت

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر متقدمین میں سے ہیں آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات میں مذکور ہے کہ آپ اس زمانہ میں اپنے علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ حضرت فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے جب کوئی قافلہ ادھر سے گزرتا تو اسے لوٹ لیا کرتے تھے۔ حضرت کے گروہ کے آدمی جب غارتگری کا مال حضرت کے سامنے پیش کرتے تو حضرت حسب پسند کوئی چیز باقی رکھ کر باقی اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن اس سرقہ بالجبر اور ڈکیتی کے باوجود حضرت اور حضرت کے ساتھی پکے نمازی تھے۔ وقت پر سب لوگ نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے جو شخص نماز نہ پڑھتا تھا اس کو اپنے گروہ سے خارج کر دیتے تھے۔

ایک روز لوٹ مار کے قصد سے حضرت کے ساتھی کسی مسافر قافلے کی جستجو میں گئے ہوئے تھے کہ حضرت کے قریب سے ایک قافلہ گزرا۔ اس قافلے کا ایک شخص کلام پاک کی تلاوت کرتا ہوا جا رہا تھا جس وقت وہ شخص حضرت کے سامنے سے گزرا تو اس کی زبان پر کلام پاک کی یہ آیت تھی۔ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ یہ آیت سنتے ہی حضرت کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، کہنے لگے "فضیل! کب تک رہزنی کرتا رہے گا۔ اب توبہ کا وقت آگیا ہے۔ حضرت نے اسی وقت سچے دل سے توبہ کی۔ ترک وطن کر کے مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے اور اولیائے کبار سے فیض حاصل کر کے مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور مرجع خلائق خواص و عوام ہوئے۔

حکایت

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ اپنی ایک کنیز پر عاشق ہو گئے آپ کا صبر و قرار جاتا رہا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ نیشاپور کے گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے جو یہودی ہے، آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں ممکن ہے کہ وہ آپ کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔ چنانچہ آپ نیشاپور تشریف لے گئے اور اس یہودی سے

ملے اور اپنا حال زار بیان فرمایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ چالیس روز تک عبادت و ریاضت نہ کریں اور نہ ہی کوئی نیک خیال دل میں لائیں تو پھر میں عمل کروں اور اپنے جادو کے وصف سے آپ کو مقام مقصود تک پہنچاؤں گا۔ آپ نے یہودی کی بات پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ وہاں سے چلے آئے اور اس کی ہدایت پر قائم رہے۔ جب چالیس دن گزر گئے تو اس یہودی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ تمہارا طلسم تو بالکل غیر مؤثر ثابت ہوا۔ یہودی نے کہا کہ آپ نے چالیس روز کے اندر ضرور کوئی نہ کوئی نیک کام کیا ہے اور اسی وجہ سے میرا طلسم باطل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان چالیس دنوں میں ظاہری طور پر تو مجھ سے کوئی بھی نیکی عمل میں نہیں آئی البتہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں ایک دفعہ راستہ میں جا رہا تھا تو میں نے راہ سے ایک پتھر اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا تھا تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اس خدا کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی تو چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے اس معمولی عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دے۔ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگی اور آپ نے وہیں توبہ کی اور خدا کے راستہ پر گامزن ہو گئے۔

حکایت حضرت سیدنا صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہمارے والد ماجد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نماز جمعہ کے لیے گھر سے جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ حضرت کے ہمراہ دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ بھی تھے۔ راستے میں ہم کو سلطان بغداد کے ملازمین تین خچروں پر شراب کے مٹکے لے جاتے ہوئے ملے۔ شراب کی بدبو بہت تیز تھی۔ جس سے حضرت کی طبیعت بہت خراب ہوئی۔ حضرت نے کوتوال سے کہا ٹھہر جاؤ۔ اس پر ہیبت طاری ہوئی اور بجائے اس کے کہ وہ رک جاتا اس نے خوف کے مارے بھاگنے کی کوشش کی اور جانوروں کو تیزی کے ساتھ بھگانے کا قصد کیا۔ حضرت نے باربرداری کے جانوروں کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ۔ جانور جہاں تھے وہیں رک گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پتھر کے ہو گئے، بالکل بے حس اور بے حرکت تھے۔ کوتوال اور دیگر ملازمین کو قولنج کے دورہ کا ایسا شدید اثر پڑا کہ سب کے سب زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور تسبیح و تہلیل کے نعروں کے ساتھ توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ حضرت کو ان کے حال پر رحم آ گیا۔ جب حضرت ان کے قریب سے گزرے تو وہ صحت یاب ہو گئے اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی اور حضرت مسجد

میں تشریف لائے۔ سلطان کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس پر ہیبت الٰہی طاری ہو گئی۔ شراب کے برتنوں کو جب کھلوایا گیا تو ان سے بجائے شراب کے سرکہ برآمد ہوا۔ سلطان نے شراب نوشی سے توبہ کی اور بہت سے محرمات شرعیہ کو ترک کر دیا۔ نیز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت ادب و احترام سے پند و نصائح سنتا رہا۔

حکایت ایک مرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے چند روز بعد وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مرید فوراً کسی طرف کو چل دیا ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مرید تھا اس پر اس مسافر مرید کا حال منکشف ہوا' اس شخص کو بلا کر حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ حاکم نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے چند روز میرے پاس ٹھہرو۔ چند روز کے بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار روپیہ دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ دل و جان سے فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ ایک ہزار روپے پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادۂ فاسد کیا تو غیب سے زور دار طمانچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور یہ کیا معاملہ ہے؟ اس شخص نے ساری سرگذشت بیان کی۔ وہ بولی کہ معلوم ہوتا ہے تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیال باطل کو چھوڑو۔ آؤ ہم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعال بد سے توبہ کی۔ شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرید سے کر دیا اور وہ ہزار روپے بھی ان کو عطا فرمائے۔ چند روز بعد اس مرید نے پھر اپنے مرشد سے وہی پرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چوں و چرا ادا کیا اور مرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔

حکایت حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے چند لوگوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے اور دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھیوں نے

آپ سے عرض کیا کہ شیخ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی بدبختی کا خاتمہ ہو' لوگوں کو چین و سکون میسر ہو اور ان کے فساد کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم سب لوگ دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' تو آپ نے فرمایا الٰہی! جیسے تو نے ان لوگوں کو اس دنیا میں عیش و آرام مرحمت فرمایا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ان کو عیش و عشرت سے سرفراز فرما۔

احباب کو اس پر سخت تعجب ہوا اور انہوں نے بہ ادب و آداب عرض کیا کہ اے شیخ! یہ حکمت ہماری سمجھ سے بعید ہے۔ آپ نے فرمایا صبر سے کام لو' یہ راز تم پر ابھی منکشف ہوا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت ان تمام اصحاب کرام کی معیت میں واپس اس راستے سے آئے اور ان لوگوں کی نگاہ آپ کے روئے مبارک پر پڑی تو وہ خوف سے کانپ اٹھے۔ انہوں نے اسی وقت اپنی لڑائی بند کر دی' شراب کے پیالے پھینک دیئے اور آپ کے قدوم بابرکت میں آگرے اور گناہوں سے توبہ کی۔

حضرت نے اپنے احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے دیکھا کہ خوف خدا نے انہیں ان کی صحیح منزل پر پہنچا دیا اور یہ نیکوں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔

حکایت ایک مرتبہ ایک نوجوان حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہو کر رو رو کر کہنے لگا۔ حضرت مجھ سے ایک گناہ عظیم ہو گیا ہے اب کسی پل چین نہیں' خدا کے حضور معافی مانگتا ہوں' گڑگڑاتا ہوں لیکن دل مطمئن نہیں' نجانے میری توبہ قبول بھی ہوئی ہو گی یا نہیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ مجھے توبہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا نوجوان توبہ کا مطلب یہ تو نہیں کہ تو اپنا گناہ ہی بھول جائے۔ یہ سن کر نوجوان بے چارگی سے مزید رونے لگا اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا کہ گویا میں گناہ کر کے ایک دلدل میں اتر گیا ہوں۔ میرا نکلنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا میرا مقدر بن چکا ہے۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگا۔ شیخ سقطی اسے خاموشی سے دیکھتے جا رہے تھے۔ نوجوان نے آنسوؤں بھرا چہرہ اٹھا کر دوبارہ لرزتی ہوئی آواز میں شیخ سے پوچھا' شیخ! لیکن میں نے تو توبہ کا مطلب یہ سنا ہے کہ آدمی اپنے گناہ بھلا دے۔ کیا یہ درست نہیں؟۔

حضرت سری سقطی کے ساتھ نوجوان کی اس بحث کے دوران حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے ان دنوں آپ زیر تربیت تھے۔ آپ بھی مسلسل توجہ سے نوجوان اور شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اس لیے جونہی نوجوان نے یہ پوچھا اور اس سے پہلے کہ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے آپ بول پڑے 'نوجوان! تو نے سچ ہی سنا ہے۔ توبہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان اپنے گناہ بھلا دے۔

آپ کی یہ بات سن کر حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے غصے کے عالم میں حضرت جنید پر نظر ڈالی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نظروں کا مفہوم سمجھ لیا۔ سو سر جھکا کر ادب سے بولے مرشد! میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات برحق ہے کہ اگر ایک انسان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق خراب ہو جائیں اور پھر وہ انسان توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کو منا لے اور دل میں مطمئن ہو جائے تو اس کا مطلب ہوا کہ دوبارہ تعلق خالق سے استوار ہو گیا ہے۔ سو ایسے میں پرانے حالات بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے اور اسی طرح اپنی پہلی حالت کا خیال دل میں لانا اچھا نہ ہو گا۔

شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وضاحت سنی تو سر جھکا کر اعتراف کر لیا اور کہا کہ جنید میرے بیٹے! تم نے سچ کہا' میں واقعی غلطی پر تھا۔

حکایت کسی مرید کے دل میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو گیا کہ اب میں کامل بزرگ ہو گیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہو گیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سوار کر کے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لاحول پڑھنا۔ چنانچہ اس نے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کر کے یہ طے کر لیا کہ مرید کے لیے گوشہ نشینی سم قاتل ہے۔

حکایت ایک روز آپ ایک ایسے شخص کی عیادت کو چلے گئے جس نے خود کو خدا کا دوست مشہور کر رکھا تھا۔ اس شخص نے آپ کو سامنے پا کر کہا جو کوئی خدا کے عطا کردہ دکھ درد اور تکلیف میں اذیت کا احساس کرتا ہے وہ کبھی خدائی دوستی کا دعویٰ دار نہیں ہو سکتا۔

اس کے جواب میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو خود کو خدا کا دوست کہتا ہے وہ کسی صورت بھی خدا کا دوست نہیں ہو سکتا۔ حضرت کی یہ بات سن کر اس شخص نے سچی توبہ کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ وہ کبھی بھی خدا سے دوستی کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ اپنے اراد تمندوں اور دوست احباب میں سے کسی کے نام تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو نادانی کی چادر سے ڈھانپ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اس طرح بے خبر کر دے کہ ہم اس کی رضا کے مطابق کام کریں تاکہ وہ ہم سے خوش رہ سکے۔

ایک مغنیہ کی توبہ

حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک مغنیہ دکھائی دی جو شراب میں مست تھی اور چہرے پر غازہ مل رکھا تھا۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ لوگوں نے اسے جھڑکا کہ شرم کرو اور دفع ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ وہ نزدیک آئی تو آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا:

تم بن سنور کر مست خرام بازار میں آ رہے ہو اور دوست! تمہیں علم نہیں کہ گرفتار آ رہے ہو۔ یہ شعر سن کر عورت وجد میں آ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی نزدیک ہی مسجد میں چلی گئی۔ قیمتی لباس اور زیورات اتار کر سادہ لباس پہن لیا اور عرض کی کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ زمانے کی نیک عورتوں میں شامل ہو گئیں۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقش بندی

آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہوا کہ مجھے ایک شخص کے ساتھ محبت تھی۔ میں ایک مرتبہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور بہ کمال توجہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاءالدین! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب سے باز آ کر ہماری بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ"

عمریست کہ تا ازان خویشی   وقت آمد ازان ماباش

(عمر بھر تم اپنے خیال میں پھنسے رہے۔ اب ہماری یاد میں رہنے کا وقت آ گیا ہے)

اس آواز سے میرا حال متغیر ہوا اور بے قرار ہو کر میں وہاں سے نکلا' موسم گرمی کا تھا اور وہاں ایک نہر تھی۔ میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اسی حال میں دو

رکعت نماز ادا کی جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہو جائے۔ مگر سالہاسال گزر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہیں ہوئی۔

حکایت حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد بھکر واپس آیا' تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ قصبہ الور کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خداوند کریم نے اسے نماز معاف کر دی ہے۔ میں یہ سن کر اس درویش کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ بڑے بڑے امراء اور اکابر جمع تھے۔ میں ان میں سے گزرتا ہوا اس درویش کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اور سلام اس کو میں نے دانستہ نہیں کیا' میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

((اَلْفَرْقُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَ الْكَافِرِ اَلصَّلٰوةُ))

"یعنی مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز ہی فرق کرتی ہے۔"

درویش نے جواب دیا سید صاحب! میرے پاس جبرائیل آتے ہیں' بہشت کا کھانا لاتے ہیں' خدا کا سلام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو نماز معاف کر دی گئی ہے اور تم خاصان خدا میں شامل ہو گئے ہو۔

مجھے اس کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے اس سے کہا بے ہودہ مت بکو۔ سرور انبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو نماز معاف نہیں ہوئی' تجھ جیسے جاہل کے لیے کیسے ہو سکتی ہے؟ تیرے پاس جبرائیل نہیں بلکہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جبرائیل ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں وہ انبیاء اور رسل کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتے اور جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے وہ غلاظت ہے۔ درویش نے کہا کہ وہ کھانا بہت لذیذ ہوتا ہے میں نے کہا کہ اس کی حقیقت بہت جلد تجھے معلوم ہو جائے گی' اب جب وہ نام نہاد فرشتہ تیرے پاس آئے تو تم لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ پڑھنا۔ میں یہ تاکید کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ دوسرے دن جب میں اس درویش کے پاس گیا تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب وہ نام نہاد فرشتہ آیا تو میں نے لاحول پڑھی' وہ اسی وقت وہاں سے غائب ہو گیا اور اس کا لایا ہوا کھانا میرے ہاتھ سے گر پڑا اور میرے سارے کپڑے ناپاک

ہوگئے۔ یہ سن کر میں نے اس بے نماز درویش سے توبہ کرائی اور جو نمازیں ترک ہو چکی تھیں ان کی قضا پڑھوائی۔

حکایت ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جامع ابو عاصم میں اعلان حق کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حجاج بن یوسف وعظ کی محفل میں آیا اور ایک امتیازی شان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا اس محفل میں بعض آدمی ایسے موجود ہیں جو اپنی شخصیت کو مرتبہ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں اور عام انسانوں کو ایک حقیر مچھر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے جاتے ہیں' ان کے سامنے غریب آدمیوں کا بیٹھنا ممنوع ہے' ان کے سامنے بولنا گناہ ہے اور ان کے کسی فعل پر ادنیٰ سا اعتراض کرنا موجب قتل ہے۔ اے فنا ہونے والے انسانو! کیوں تم اپنی ان فانی قوتوں پر ناز کرتے ہو۔ حاضرین محفل کو یقین تھا کہ اس بے باکانہ تقریر پر حجاج بن یوسف حضرت خواجہ کے قتل کا حکم صادر کر دے گا مگر وہ خاموش بیٹھا آپ کی تقریر سنتا رہا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت خواجہ کو ایک خط تحریر کیا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے اس خط کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھوں نے مس کیا ہے میں اس کو چھونا نہیں چاہتا اور اس خط کی پشت پر لکھوا دیا' خدا کے مغرور بندے حجاج کو معلوم ہو کہ غریب ظلم سے تنگ آ گئے ہیں' میں تجھ سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ حجاج نے ظلم سے توبہ کر لی۔



باب: ۳

بیعت

اللہ سے دوستی کے لیے بیعت لازم ہے کیونکہ جب تک کوئی مرد کامل اس راہ پر نہیں چلائے گا انسان نہیں چل سکتا۔ عموماً راستے کا استاد یا راہنما وہی بنتا ہے جسے راستے کی اونچ نیچ کا پتہ ہوتا ہے۔ بیعت اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا پختہ وعدہ ہے جو طالب کسی اللہ والے کی موجودگی میں اللہ سے کرتا ہے۔ بیعت کے لیے اہل تصوف میں ارادت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ارادہ کرنا ہے۔ ارادہ چونکہ ہر عمل کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس لیے ارادہ ہو گا تو طالب منزل مقصود کی طرف چلے گا۔ ارادہ سے مراد صرف تمنا یا آرزو رکھنا نہیں بلکہ مراد کو پانے کے لیے عمل پیدا ہو جاتا ہے تاکہ اللہ سے ملنے کی مراد پوری ہو سکے پس جو ایسا ارادہ کرتا ہے وہ مرید کہلاتا ہے اور مرید جس نسبت کی بنا پر اللہ کو پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ بیعت کہلاتی ہے۔ بیعت ایک بڑا اہم مرحلہ ہے اس لیے کسی کا مرید ہوتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ بیعت کا مقصد حاصل ہو سکے۔

اثبات بیعت

بیعت طریقت کے درست اور جائز ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات ثبوت کے طور پر پیش خدمت کی جاتی ہیں جن سے بیعت کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔
بیعت رضوان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (پ۲۶، الفتح ۱۸)

"بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت

کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

اس بیعت کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۶ھ میں حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے آپ کا راستہ روک دیا۔ آپ نے رکاوٹ کے اسباب معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر کفار مکہ کے پاس بھیجا۔ اس پر مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے اپنے ہاتھ پر ان کے ہاتھ رکھوا کر وعدہ لیا کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کفار مکہ سے جہاد کریں۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اسی بیعت کو بیعت جہاد کا نام دیا گیا۔ اسی بیعت کی تصدیق میں قرآن پاک میں مزید یہ آیت نازل ہوئی کہ اے اللہ کے محبوب! در حقیقت صحابہ کرام نے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو انہوں نے آپ کی بیعت کی وہ اللہ ہی کی بیعت ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (پ ۲۶، الفتح: ۱۰)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔"

اللہ کی معرفت کو پانے کی جد و جہد، نفس کا جہاد ہے۔ صوفیاء نے ان آیات سے جن میں جان کے جہاد کی بیعت لی گئی ہے، جہاد نفس کے لیے بیعت کا حکم مراد لیا ہے اور اس بنا پر بیعت طریقت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس بیعت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بیعت اسلام کا ذکر یوں فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ

اَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (پ ۲۸، الممتحنہ: ۱۲)

"اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

فتح مکہ کے وقت بہت سے لوگ حضور ﷺ کی بیعت کر کے مشرف باسلام ہوئے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عورتوں کی بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور وہ احکام جن کا ذکر اس آیت میں ہے ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا۔ حضور ﷺ نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی لیکن کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت ہاتھ نہیں ملائے کیونکہ ایسا کرنا درست نہیں۔ کبھی زبانی اسلام کے احکام کی پابندی کا وعدہ لیا کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورتوں کو اس پیالے میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیا۔ کبھی کپڑا پکڑ کر اور ان کو کپڑا پکڑا کر ان سے وعدہ بیعت لیا۔ جن اعمال پر بیعت لی گئی ان میں سرفہرست یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی کیونکہ عرب معاشرہ میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دینا وجہ عزت و فخر تھا۔ نیز کئی لوگ بھوک سے تنگ آ کر بھی اپنی اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے۔ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے کوئی الزام اور بہتان تراشی نہ کریں۔

اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ کسی کے نوزائیدہ بچے کو اچک کر اپنی گود میں ڈال لینا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ میرا بچہ ہے، اسی طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے اسے اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دینا۔ نیز کسی دوسری عورت پر بدفعلی کا الزام لگانا۔ یہ تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں اور اسلام نے تمام مذموم حرکتوں سے باز رہنے کا تاکیدی

حکم فرمایا ہے۔ بات یہ ہے جس کی پابندی کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے کہ ہر نیک کام جس کا حضور ﷺ حکم دیں گے وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

ہندہ رئیس مکہ ابو سفیان کی بیوی تھی۔ جب عورتیں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو ہندہ بھی بھیس بدل کر منہ چھپائے ہوئے حاضر ہوئی۔ اسے یہ خوف تھا کہ حضور ﷺ اس کو پہچان نہ لیں۔ حضور ﷺ نے ان عورتوں سے فرمایا میں اس شرط پر تمہیں بیعت کرتا ہوں کہ تم وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی۔ ہندہ چپ نہ رہ سکی، کہنے لگی جس شرط کے بغیر مردوں کی بیعت قبول نہیں ہوئی اسی کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی۔ ہندہ پھر بولی کہ میں ابو سفیان کے مال سے کچھ لے لیا کرتی تھی معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔ ابو سفیان پاس کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ آج تک جو تم نے لیا ہے وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو پہچان لیا۔ فرمایا تو ہندہ دختر عتبہ ہے؟ کہنے لگی نعم فاعف عما سلف یا نبی اللہ عفی اللہ عنک۔ میں ہندہ ہی ہوں جو گزر چکا ہے اے اللہ کے نبی! اسے معاف فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں کرو گی۔ ہندہ بولی کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا چوتھی شرط یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ تم کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھو گی۔ اس نے کہا بے شک بہتان تراشی قبیح چیز ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت اور مکارم اخلاق کے بغیر اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا یہ وعدہ کرو کہ جس نیک کام کا میں حکم دوں گا اس کو تم بجا لاؤ گی۔ ہندہ بولی کہ ہم آپ کے قدموں میں حاضر بیٹھی ہیں اور ہمارے دل میں قطعاً یہ خیال نہیں کہ ہم حضور ﷺ کے کسی حکم کی سرتابی کریں گی لہٰذا ان تمام امور پر ہندہ نے بیعت کی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

احادیث بیعت

ہجرت پر بیعت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک غلام نے آکر نبی کریم ﷺ سے ہجرت

پر بیعت کی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ غلام ہے' اسے لے جانے کے لیے اس کا مالک آگیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے یہ فرمایا کہ یہ میرے ہاتھوں بیچ دو۔ پس آپ نے اسے دو کالے غلاموں کے بدلے خرید لیا اور اس کے بعد کسی کو بیعت نہ فرمایا یہاں تک کہ اس سے پوچھ لیتے کہ غلام ہے یا آزاد۔ (مسلم شریف)

بیعت تقویٰ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کچھ فرمایا جب کہ آپ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ آپ نے فرمایا میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو گے نہ زنا کا ارتکاب کرو گے' نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے نہ ایسی بہتان طرازی کرو گے جس کو تم نے اپنے ہاتھ اور پیروں کے ساتھ متعلق کر رکھا ہے یعنی اپنی ذات کے ساتھ متعلق کیا ہے اور نہ نیک کاموں کے کرنے میں نافرمانی کا اظہار کرو گے۔ پس جو اس عہد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے یہاں ہے لیکن اگر کسی نے دنیا میں ایسے عمل کا ارتکاب کیا تو دنیا میں سزایاب ہو گا اور یہ سزا اس کے لیے عاقبت میں کفارہ ہو گی اور اگر کسی نے دنیا میں کوئی ایسا عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ چاہے تو اس بندہ کو عذاب دے یا معاف فرما دے۔ اور ہم نے انہیں باتوں پر رسول اکرم ﷺ سے بیعت کی۔ (بیعت شریف)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنا دست مبارک بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی میں اسلام لانے سے قبل کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اے عمرو! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اسلام ان گناہوں کو دور کر دیتا ہے جو پہلے سرزد ہوتے ہیں اور ہجرت بھی سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

حق پر قائم رہنے کی بیعت

ولید بن عبادہ کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ خوشی ہو یا غمی اور حاکم سے حکومت کے لیے نہیں لڑیں گے اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے خواہ کسی بھی جگہ پر ہوں اور خدا کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔(بخاری شریف)

بیعت کا مقصد عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ہم آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کرتے تو آپ فرماتے' جہاں تک تمہاری بساط میں ہو۔(مسلم شریف)

بیعت اطاعت حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی۔ پس آپ ﷺ نے مجھے تلقین فرمائی کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے مسلمانوں کی خیر خواہی کرتا رہوں۔(بخاری)

درخت کے نیچے بیعت یزید بن ابو عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے نبی ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کی چنانچہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ دوبارہ کر لو۔(ریاض الصالحین)

بیعت اسلام محمد بن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت کی۔ چنانچہ اعرابی کو مدینہ میں بخار آنے لگا تو اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میری بیعت واپس کر دیجیے تو آپ نے انکار فرما دیا پھر اعرابی باہر نکل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے جو گندگی کو نکالتی اور پاکیزگی کو رہنے دیتی ہے۔(ریاض الصالحین)

چھوٹوں کے لیے دعا ابو عقیل زہرہ بن معبد نے اپنے جد امجد حضرت عبداللہؓ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا مبارک زمانہ پایا تھا ان کی والدۂ محترمہ حضرت زینب بنت حمید انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ ﷺ! اسے بیعت کر لیجیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

یہ چھوٹا ہے- چنانچہ ان کے سر پر دست کرم پھیرا اور ان کے لیے دعا کی اور یہ تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری کی قربانی دیا کرتے تھے- (ریاض الصالحین)

دنیوی غرض سے بیعت کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا- ایک وہ جس کے پاس راستے کے نزدیک زائد پانی ہو اور اسے مسافروں کو نہ پینے دے- دوسرا وہ آدمی جس نے امام سے محض دنیاوی غرض کے لیے بیعت کی ہو- اگر امام اس کی غرض کے مطابق مال دیتا رہے تو یہ وعدہ پورا کرے ورنہ عہد توڑ دے- تیسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد اپنا مال خدا کی قسم کھا کر بیچے کہ اسے اتنی قیمت تو مل رہی ہے- چنانچہ گاہک اسے سچا سمجھ کر خرید لیتا ہے حالانکہ اسے وہ قیمت نہیں مل رہی تھی- (مشکوٰۃ شریف)

بیعت خلافت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیادت انبیائے کرام سنبھالتے تھے جب ایک نبی فوت ہوتا تھا تو دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا جب کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے- عن قریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے- لوگ عرض گزار ہوئے کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ پہلے کی بیعت پوری کرو- پہلا ہی پہلا ہے- انہیں ان کا حق دو اور جنہیں ان کی رعایا بنایا ہے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ پوچھنے والا ہے- (بخاری)

امام کی بیعت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک امام سے بیعت کی اسے ہاتھ کا عقد اور دل کا میوہ دیا- پس اگر طاقت رکھتا ہے تو اس کی اطاعت کرے- اگر دوسرا آکر اس سے جھگڑے- تو دوسرے کی گردن اڑا دو- (مسلم شریف)

ایک بیعت کا واقعہ

جناب طلق بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد لے کر حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت اسلام کی اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی- ہم نے آپ سے کہا کہ ہمارے یہاں ایک کلیسا ہے تب

سرکار ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگا کر اس میں کلی کی اور اس پانی کو ایک چھاگل میں ڈال کر ہمیں دے کر فرمایا کہ جب تم اپنے علاقہ میں پہنچو تو اپنے کلیسا کو توڑ کر یہ پانی وہاں ڈال دینا اور اس جگہ مسجد تعمیر کرنا۔ ہم نے عرض کیا کہ آج کل گرمی کا موسم ہے ہمارا علاقہ بہت دور ہے۔ یہ پانی تو سفر میں خشک ہو جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ڈالتے رہنا وہ اس میں سوائے برکت کے اور کچھ نہیں بڑھائے گا۔ (نسائی شریف)

عورتوں کی بیعت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان عورتیں حضور ﷺ کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور ﷺ زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت لی۔ یہ نہیں کہ آپ ﷺ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں۔ قسم خدا کی! آپ ﷺ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی۔ (بخاری شریف)

حضرت سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تھی۔ بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لیے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک اس بات کا اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکا نہ کرو گی۔ ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں۔ پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ خیانت و دھوکا نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ (مسند احمد)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی حضور ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ ﷺ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور یہ کہ ہم بھلی باتوں میں حضور کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اس اقرار کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک ہماری طاقت ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود

ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضور ﷺ! کیا آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا، میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لیے کافی ہے بس بیعت ہو چکی۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مردے پر نوحہ نہ کریں گی حضور ﷺ سے بیعت کی۔ اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لیے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی۔ آنحضرت یہ سن کر خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ وہ چلی گئی لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کرلی۔ (بخاری)

حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنی والدہ رائطہ بنت سفیان خزاعیہ کے ساتھ حضور ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں تھی۔ حضور ﷺ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں۔ میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ پڑھی۔ سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے خطبہ دیا گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جا رہا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر آپ نے دریافت کیا کہ تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ! اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راوی حدیث حضرت حسن کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جواب دینے والی کون سی عورت تھی؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ چنانچہ عورتوں نے اس میں نگینہ دار اور بے نگینہ انگوٹھیاں راہ خدا میں ڈالیں۔ (بخاری)

حقیقت بیعت

اپنی جان اور اپنے مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے۔ حقیقتاً سب کچھ حق تعالیٰ کا ہی ہے۔ جان بھی اسی کی ہے، جسم بھی اسی کا ہے اور مال بھی اسی کا ہے۔ بندہ جب خدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے، خدا کی ملکیت کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اس کے جا بے جا استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بادشاہ حقیقی کی مملکت میں مقید ہونے کے باوجود اس مالک ارض و سما کے خلاف گویا علم بغاوت بلند کرتا ہے لیکن جب وہ اپنی اس غلطی سے متنبہ ہوتا ہے، جب اس سرکشی اور بغاوت سے نادم ہو کر اپنے خیال اور اپنی روش کی اصلاح کرتا ہے، جب اپنے دل میں ہر چیز کو وہ خدا کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور ایک فرماں بردار عبد کی طرح حق تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اپنے اس تغیر حال کے متعلق جملہ شرائط کو پورا کرنا شروع کرتا ہے تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز کسی کو پیش کی جاتی ہے اور اس کے بدلے میں دوسری چیز لی جاتی ہے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں۔ بندہ اپنے خیال سے تائب ہوتا ہے، اپنے اعضاء و جوارح کو بخوشی اور برضا و رغبت اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اس لین دین کو اللہ تعالیٰ بھی خرید و فروخت کے نام سے موسوم فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ (پ ۱۱، التوبہ، ۱۱۱)

"بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔"

خرید و فروخت کی تکمیل کے لیے صرف نیت کافی نہیں، فروخت کرنے والوں کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کروں گا اور خریدنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص سے خریدوں گا اور اس کی یہ قیمت دوں گا خرید و فروخت کے عمل میں آنے کے لیے کیونکر کافی ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ ان خیالات

کا اظہار نہ ہو اور ان پر عمل کا جامہ نہ پہنایا جائے۔ جان و مال کو اللہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے بھی صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ اس نیت کے اظہار کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کسی زمین یا مکان یا گاؤں کی خرید و فروخت کے لیے کس قدر طول و طویل کارروائیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ جیسی برتر ہستی کے ساتھ جان و مال جیسی بیش بہا چیز کا معاملہ طے کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ جو بلا پابندی آداب و شرائط ضروری طے پا جائے۔ بلکہ یہ نہایت مہتم بالشان معاملہ ہے جسے انتہا درجہ کی سنجیدگی اور اعلیٰ درجہ کے اہتمام اور نہایت پختہ عزم بالجزم کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

وسیلہ

حق تعالیٰ کے ساتھ یہ بیع ہمیشہ اس برگزیدہ شخص کی وساطت سے عمل میں آتی ہے جو اس سنجیدہ اور مہتم بالشان معاملہ میں وسیلہ بننے کا مجاز ہو۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (پ٦، المائدہ: ٣٥)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

اس آیت میں ﴿ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ سے اسی نوع کا توسل مراد ہے جو لوگ اس وسیلہ سے ایمان مراد لیتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ کے ساتھ خطاب انہیں لوگوں کو کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور مومن ہیں، جو تقویٰ مراد لیتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ تقویٰ کی ہدایت ﴿ اِتَّقُوْا اللّٰهَ ﴾ کے الفاظ سے فرما دی گئی ہے۔ جو اطاعت اور عبادت اور عمل نیک اس کے معنی کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ یہ تمام باتیں ﴿ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ ﴾ میں آگئیں ﴿ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴾ کے ماقبل اور مابعد واؤ عطف ہے جس کا ہونا معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی جس وسیلہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے وہ تقویٰ اور مجاہدہ کے علاوہ مرشد مراد ہے۔

حکایات بیعت

حکایت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ جب ہرات میں تھے تو ان پر سخت افلاس کا عالم تھا ان کے پاس صرف ایک قبا تھی جو جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ اسی طرح ان کی دستار کی دھجیاں لٹکتی رہتی تھیں۔ مگر حضرت اپنا وقت نہایت صبر و شکر سے گزارتے تھے۔ کبھی کبھی وہ حضرت قاسم تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو ہرات ہی میں مقیم تھے اور بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ خواجہ احرار پر بڑی شفقت فرماتے کہ اے عبید اللہ! ان شاء اللہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب تیرا افلاس دور ہو جائے گا اور دنیا تیری مطیع و فرماں بردار ہو گی۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ احرار تاشقند تشریف لے گئے اور ایک زمیندار سے شرکت کر کے زراعت کا کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی کہ ان کے مزار عین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور ان کی زمین کی پیداوار کا عشر ہزاروں من غلہ تک پہنچ گیا۔

اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمن جامی (صاحب نفحات الانس) ان کی زیارت کے لیے تاشقند آئے۔ انہوں نے شہر کے قریب دیکھا کہ ہزاروں من غلہ باہر جا رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھا کہ اس غلہ کا مالک کون ہے؟ انہوں نے کہا خواجہ عبید اللہ احرار۔ یہ سن کر ان کے دل میں خواجہ صاحب سے بدظنی پیدا ہو گئی کہ میں تو ان کے فقر کا شہرہ سن کر آیا ہوں لیکن وہ تو دولت میں کھیل رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر خیال آیا کہ اتنی دور سے آیا ہوں ان سے مل لینے میں کیا حرج ہے۔ اسی خیال سے خواجہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے۔ آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ مولانا جامی بہت تھکے ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب کے انتظار میں لیٹ گئے اور بہت جلد نیند کی آغوش میں پہنچ گئے۔ خواب میں دیکھا کہ حشر کے میدان میں ہیں اور ایک شخص ان سے اپنا قرض طلب کر رہا ہے لیکن ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ان کو دوزخ کی طرف گھسیٹنے لگتا ہے۔ اسی اثنا میں خواجہ عبید اللہ احرار تشریف لاتے ہیں اور ان کا قرض اپنی گرہ سے ادا کر کے رہائی دلاتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا جامی کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو خواجہ احرار ان کے پاس بیٹھے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا مال اسی لیے ہے کہ تجھ

جیسوں کو قرض سے نجات دلاؤں۔ مولانا جامی ششدر رہ گئے اور اسی وقت آپ کی بیعت کر لی۔

ایک سنیاسی کے مرید ہونے کا واقعہ

حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سنیاسی حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیا معلومات ہیں؟ آپ نے فرمایا ﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ جب سنیاسی نے اور آگے سوال کیا تو آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تو اپنی شکل دیکھ لے۔ چنانچہ آپ نے فوراً خادم سے ایک آئینہ لانے کو کہا اور سنیاسی کو اپنی شکل دیکھنے کو کہا۔ سنیاسی نے جب آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس میں اسے اپنا چہرہ بندر کی طرح دکھائی دیا۔ اس پر سنیاسی بہت حیران ہوا اور چہرہ بدل جانے کی وجہ پوچھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری آنکھوں سے دکھلا دیا کہ جیسا کہ تم بندروں کو پوجتے ہو' اسی طرح تمہاری شکلیں بھی ہو جائیں گی اور تمہارا حشر بھی ان جیسا ہی ہو گا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی وہ سنیاسی مسلمان ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے پاس ایک کسب ایسا ہے کہ اگر میں آپ کو بتا دوں تو آپ عمر بھر جتنا چاہیں خرچ کریں آپ کا خزانہ کبھی خالی نہ ہو گا۔ چنانچہ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ناریل نکالا اور تھوڑا سا تانبہ پگھلا کر اس سے کچھ حصہ اس کے اندر ڈالا۔ تانبہ اسی وقت کندن بن گیا۔ یہ ملاحظہ فرما کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اس میں تو بہت بکھیڑا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت آسان طریقہ عنایت فرمادیا ہے۔ تم تھوڑا سا تانبہ اور پگھلا دو۔ جب اس نے تانبہ پگھلا دیا تو آپ نے اس میں تھوک دیا۔ اسی وقت وہ تانبہ کندن بن گیا۔

سنیاسی نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ برکت خدا تعالیٰ کے نام کی ہے جو زبان سے لیا جاتا ہے۔ اس پر وہ سنیاسی صدق دل سے مرید ہوا اور عرض کیا کہ درویشی اور کسب کی تعلیم سے مجھے بھی سرفراز فرمائیے۔ آپ نے اسے مرید فرمالیا۔ جب اس واقعہ کو کئی سال گزر چکے اور اس شخص کو اصلی سبب حاصل نہ ہوا تو اس نے حضرت کی خدمت میں سوال کیا' کیا بات ہے کہ مجھے ابھی تک اکتساب حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا' معلوم ہوتا ہے کہ اکسیر ابھی تک تیرے پاس موجود ہے۔ اس نے تسلیم کر لیا۔ آپ نے فرمایا

کہ اسے فوراً جا کر کنویں میں ڈال آ۔ فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے۔ اس نے جس رات اکسیر کو کنویں میں ڈالا اسی رات اس کو مقصد کے حصول میں کامیابی ہو گئی۔

حکایت حضرت شیخ ابن حریف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اٹھا اور شیخ ابوالقاسم بن روہیل سے کہا کہ کوئی ایسی حکایت بیان کرو جس سے اللہ تعالیٰ میرے غم کو کم فرمائے۔ شیخ ابوالقاسم بن روہیل نے کہا کہ مجھ سے ایک شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ قابل تعظیم اور بزرگ ہیں۔ میں ان سے ملاقات کے لیے گیا جو ساحل پر رہتے تھے۔ ان کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔ نہ انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ میں نے ان سے کچھ کہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا۔ کچھ لوگ جو اطراف واکناف میں رہتے تھے آپ کے پاس جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کسی نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی۔ حضرت شیخ بھی اپنی جگہ آ بیٹھے اور میں بھی ان کی خدمت میں جا بیٹھا۔ پھر جب نماز کا وقت آیا تو اسی طرح لوگ اکھٹے ہوئے نماز پڑھی اور پھر منتشر ہو گئے۔ حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا تو پھر اسی طرح لوگ جمع ہوئے اور نماز پڑھ کر صلحاء کے حالات اور تذکرے بیان کرتے رہے۔ پھر مغرب کی نماز کے لیے اکھٹے ہوئے، نماز ادا کی اور پھر منتشر ہو گئے۔ اسی طرح تین دن تک ہوتا رہا۔ میں نے شیخ سے استفسار کی نیت سے ایک سوال کرنے کی ٹھان لی اور عرض کیا اے شیخ! میں آپ سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہو اور لوگ میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان کے تیور سے اندازہ لگایا کہ وہ مجھے اس حرکت سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ میں گھبرا گیا لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ سے پوچھا یا شیخ! مرید کو اپنا مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے؟ شیخ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہ سوال شیخ سے ضرور پوچھنا چاہیئے۔ اس خیال سے آگے بڑھا اور کہا یا شیخ! مرید کو کب اس بات کا علم ہوتا ہے کہ میں مرید ہوں؟ شیخ نے پہلے ہی کی طرح منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ حضرت شیخ نے فرمایا ایسا سوال مت کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہی مقصد

ہے۔ شیخ نے فرمایا مرید کو مرید ہونے کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں چار صفات پیدا نہ ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطہ لپیٹی جائے اور ساری زمین ایک قدم ہو جائے' پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اس کی دعا رد نہ ہو۔ جب یہ صفات مرید میں پیدا ہو جاتی ہیں تو مرید ارادت میں پہلا قدم رکھتا ہے اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک حد ارادت سے گر جاتا ہے۔ حضرت شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں چیخ اٹھا اور کہا تم نے ہمیں ارادت سے ناامید ہی کر دیا۔ اے ابو القاسم! میں اس شیخ کی عالی ہمتی سے حیران ہوں۔

حکایت حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کوہستان کی سیاحت فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بلند پہاڑ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کیے دھیان میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر تک آپ اس کے پاس کھڑے رہے۔ پھر اپنے قلب سے اس کے قلب کو حرکت دی۔ چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا۔ آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے آپ کو کھڑے دیکھا۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی کامل درویش ہیں اپنی جھولی سے ایک پتھر نکال کر حضرت کو دیا اور کہا یہ پارس ہے اور اس پر لوہا لگنے سے لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے۔ حضرت اس پتھر کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے ایک گہرے غار میں پھینک دیا۔ یہ غار برساتی پانی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ فقیر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور بولا کہ اے شخص! میں نے تو یہ پتھر بڑی ریاضت اور عمل کے ساتھ حاصل کیا تھا اور تو نے اسے سنگ بے مایہ سمجھ کر پھینک دیا۔ میں نے تو تیری بھلائی کے لیے تجھے یہ دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا جو چیز تو نے بخشی وہ میری ملک تھی اور میں نے جو بہتر سمجھا وہ کیا۔ اب تجھے اس سے کیا غرض؟ مگر وہ فقیر مطمئن نہ ہوا اور بولا نہیں وہ پتھر تو مجھے واپس کر دے۔ ورنہ تیری رستگاری نہیں ہو گی۔ حضرت نے فرمایا میرے لیے ایسے پتھر پیدا کر دینا کوئی مشکل بات تو نہیں' ولی اللہ کی نگاہیں تو جس پتھر پر پڑ جاتی ہیں وہ پارس بن جاتا ہے۔ لیکن جوگی پھر بھی نہ مانا تو وہ اسے لے کر اس نالے پر پہنچے اور اس سے کہا کہ تو اس میں سے اپنا پتھر پہچان لے۔ جب جوگی پانی میں اترا تو اس نے اس طرح کے بے شمار پتھر پڑے ہوئے دیکھے اور اس کے لیے اپنا پتھر پہچان لینا مشکل ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ۔ جب اس نے لوہا لگایا تو وہ سونا بن گیا۔ اب وہ جس پتھر کو لوہا لگاتا سونا بن

جاتا۔ بڑی تلاش کے بعد اسے اپنا پتھر بھی مل گیا لیکن اتنے پتھروں کو دیکھ کر لالچ غالب آ گیا اور اس نے چپکے سے ایک پتھر اور ساتھ رکھ لیا۔ حضرت نے نور باطن سے اسے دیکھ لیا اور فرمایا کہ تو نے ایک پتھر زیادہ کیوں لے لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہو گیا اور دونوں پتھر حضرت کے سامنے رکھ کر قدم بوس ہو گیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی معرفت کی کچھ نعمت عطا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نعمت بغیر اسلام کے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اسی وقت اسلام قبول کر کے حضرت کا مرید ہوا اور ان کی توجہ سے چند روز میں ولی کامل ہوا۔

حکایت

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ سیادت، کرامت اور ولایت میں شان عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی پالکی کندھے پر اٹھائے ہوئے جا رہے تھے۔ چونکہ آپ کے بال بہت بڑے بڑے تھے۔ پالکی اٹھاتے وقت پالکی کے ڈنڈے کے نیچے دب گئے۔ دور دراز کی مسافت طے کرنی تھی لیکن آپ خاموش رہے اگرچہ بے حد تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت آپ اپنے گیسو پالکی کے ڈنڈے کے نیچے سے نہ نکال سکے اور اسی طرح تمام راستہ طے کر کے منزل پر پہنچے۔ جب اس بات کا حضرت شیخ کو علم ہوا تو ان کی عقیدت اور محبت صادق سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ بیت ارشاد فرمائی ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

درویش کی صفت پردہ پوشی ہے

ایک شیخ تھے بڑے بزرگ ہوئی شخص ان کے پاس آیا، مرید ہوا، خرقہ پہنا جیسا کہ ان امور میں دستور چلا آتا ہے کچھ عرصہ بعد اس بزرگ کو خبر پہنچی کہ وہ مرید برے کاموں میں پڑ گیا اور جس معصیت میں وہ پہلے مبتلا تھا اسی کی طرف لوٹ گیا ہے۔ بزرگ نے جب یہ بات سنی تو اس مرید کے گھر گئے اور اس سے کہا کہ آؤ اور میرے گھر میں آ کر رہو۔ جو کچھ کرو میرے گھر میں کرو۔ اس لیے کہ درویشی جامع ہوتی ہے خوبیوں اور اچھائیوں کی۔ نیز درویش کی صفات میں سے ایک صفت پردہ پوشی ہے۔ چنانچہ جو کچھ تم میرے گھر میں کرو گے میں اس کی پردہ پوشی کروں

گا۔ مرید نے جب یہ سنا تو اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا اس نے تجدید بیعت کی اور پوری طرح تائب ہو گیا۔

حکایت ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں ایک قافلہ ملا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہوئے۔ قافلے میں تمام لوگ امیر کبیر اور مال دار تھے ان کے پاس قیمتی ساز و سامان، اونٹ اور کھانے پینے کے لیے بے شمار سامان موجود تھا۔ حضرت ابو العباس بھی اس قافلے کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں ایک خستہ حال درویش بھی اس قافلے میں آملا۔ جب لوگوں نے اس کی خستہ حالت اور بے سرو سامانی دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ نہ تو اس کے پاس سواری ہے اور نہ کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ پہننے کے لیے۔ یہ شخص کس طرح اتنا طویل سفر کر سکے گا؟ درویش نے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا اے لوگو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا کی نعمتوں کے تم ہی حقدار ہو اور میرے حصہ میں کچھ نہیں آیا۔ اہل قافلہ نے کہا کہ ہمیں تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ درویش نے کہا کہ تمہاری آنکھوں پر دنیا داری کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ آؤ دکھاؤں کہ میرے حال پر اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہے۔ یہ کہہ کر درویش چل پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بے شمار اونٹ بہترین ساز و سامان سے آراستہ درویش کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں لیکن درویش ان کی طرف ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ یہ حال دیکھ کر اہل قافلہ دوڑ کر درویش کے تعاقب میں گئے لیکن درویش انہیں کہیں نظر نہیں آیا۔ اسی وقت تمام اہل قافلہ نے اپنا تمام مال و متاع خدا کی راہ میں لٹا دیا اور پیدل حج کے لیے چل پڑے۔ حضرت ابو العباس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے تھوڑے سے عرصے میں تمام فاصلہ طے کر لیا اور خانہ کعبہ پہنچے۔ وہ درویش خانہ کعبہ میں نظر آیا۔ سب نے اس درویش کے ہاتھوں پر بیعت کی اور درویشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت میاں میر باغ زین خان میں عبادت گزاری میں مشغول تھے کہ آپ نے قریب ہی ایک فاختہ کو نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ حق تعالیٰ کا ورد کرتے ہوئے سنا۔ آپ کی طبیعت بہت شاد کام ہوئی۔ ذکر حق سے بڑھ کر اور کیا شادمانی کا سبب ہو سکتا تھا۔ اتنے میں اچانک کہیں سے شکاری آ گیا اور اس نے فاختہ کو تاک لیا، اسی وقت اس

نے غلیل سنبھالی اور گولی پھینکی- فاختہ مرگئی اور نیچے آگری- شکاری نے جب فاختہ کو اٹھا کر دیکھا کہ وہ ذبح کرنے کے لائق نہیں رہی بلکہ مرچکی ہے تو اس نے اسے وہیں چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا- اس کے جانے کے بعد حضرت نے اپنے خادم سے فاختہ کو اٹھا کر لانے کے لیے کہا- خادم نے حکم کی تعمیل کی اور مردہ فاختہ لے آیا- جب حضرت نے فاختہ کو ہاتھ میں تھام کر اس پر دست شفقت پھیرا تو اسی وقت فاختہ نے آنکھیں کھول دیں اور اڑ گئی- وہ اڑ کر پھر اسی جگہ جا بیٹھی اور پھر حق تعالیٰ' کا خوش الحانی کے ساتھ ورد کرنے لگی- شکاری نے جب دوبارہ اس کی آواز سنی تو پھر غلیل اٹھائے اس درخت کے نیچے آپہنچا اور غلیل سنبھال کر گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت نے اسے منع کیا کہ وہ فاختہ کو نہ مارے لیکن شکاری نے حکم کی تعمیل نہ کی اور غلیل سے گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں اس شدت کا درد اٹھا کہ وہ وہیں زمین پر گر کر تڑپنے لگا- آپ نے اس کے پاس جاکر فرمایا کہ اے بے درد! یہ درد تیری بے دردی کا نتیجہ ہے- میں نے اسی لیے تجھے منع کیا تھا مگر تو باز نہ آیا- وہ شخص بہت سخت نادم ہوا اور قدم بوس ہو کر معافی طلب کی اور شکار سے توبہ کی- حضرت نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کا درد بالکل جاتا رہا- یہ فضل و کرامت دیکھ کر وہ شخص معتقد ہو گیا اور اسی وقت حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی-

حکایت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں دریا کے کنارے پر میر حسن علمائی سنجرول اپنے دوستوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھے- آپ کو دیکھ کر شرمندہ ہوا' آپ نے فرمایا کہ جس سے ڈرنا ہے اس سے ڈر اور شرمندہ ہو تاکہ تمہارا ڈر اور شرم و حیا دائمی رہے' مجھ سے کس بات پر ڈرتا ہے' وہ خداوند عالم ہے اور میں بندہ حقیر پر تقصیر- آپ کی باتوں کے اثر سے میر حسن نے توبہ بھی کرلی اور آپ کا مرید ہو کر سعادت دارین پر فائز ہوا پھر ساری زندگی ریاضت اور عبادت میں مصروف رہا-

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا طریقہ بیعت

بیعت لیتے وقت جناب زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے ارادتمند اور عقیدت مند مریدوں سے کہتے کہ دیکھو تم نے مجھ سے بیعت کی ہے تو بیعت کے معانی و

مطالب بھی سمجھ لو۔ بیعت کا لفظ بیع سے نکلا ہے اس کا معنی ہے فروخت کرنا اور ایک مرید بیعت ہو کر اپنے آپ کو اپنے مرشد کے آگے فروخت کر دیتا ہے۔ اس لیے مرشد کے آگے "کیوں" یا "کیا" جیسے الفاظ قطعاً استعمال نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک باکمال مرشد کبھی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں خدا کے احکام کی نفی اور خلاف ورزی ہوتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس کو مرشد مان لیا جائے پھر اس کو ہی اپنا سب کچھ سمجھو۔ دربدر بھٹکنے کا سلسلہ مت اختیار کرو۔ کیونکہ "یک در گیر محکم گیر" ایک دروازہ پکڑو اور مضبوطی سے پکڑو۔ اسی میں فلاح وبقا ہے۔

موقع بیعت پر نصیحت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم کو جب مرید کیا تو بیعت لیتے وقت اس کو نصیحت کی کہ جب کوئی حلقہ طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی آستین چھوٹی کرے، دامن اونچا رکھے اور سر منڈوا لے۔ پھر مطالب بیان فرمائے کہ آستین چھوٹی رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے، دامن اونچا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ گویا اس نے اپنا پاؤں کاٹ ڈالا یعنی برائیوں کی طرف سے اس نے ہمیشہ کے لیے اپنا رخ پھیر لیا اور سر منڈوانے کی یہ علامت ہے کہ گویا راہ حق میں اس نے اپنا سر کاٹ ڈالا اور خلاف شریعت نہ چلنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے پابند ہو گیا۔ آپ نے اس کو مزید نصیحت کی کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں ان کی پیروی کرے اور جس چیز سے روکا گیا اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ طلب دنیا میں نیت بخیر ہو تو وہ فی الحقیقت طلب آخرت ہے۔

حکایت

ایک شخص حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور بولا، یہ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ جو ہیں، یہ کوئی مجنون اور مخبوط الحواس شخص معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو جواب دیا کہ جس شخص نے دنیا چھوڑ دی اور اس پر دنیا کی ترغیب اور تحریص بے اثر رہی اس لیے تم اسے پاگل کہتے ہو۔ حالانکہ پاگل وہ لوگ ہیں جو دنیا کی چمک میں کھو کر سگ دنیا ہو گئے ہیں۔

اس شخص نے پھر کہا کہ مگر فتح موصلی کو تو اپنا ہوش نہیں ہے، اس بے ہوشی کو بزرگی

تو نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ تم لوگ ہوش و حواس کسے کہتے ہو؟ جو لوگ دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں وہ اپنے ہوش و حواس میں کب ہیں جب کہ فتح موصلی نے دنیا کو بھلا کر آخرت کو محبوب رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ زندگی عارضی ہے اور آخرت دائمی ہے۔

یہ باتیں سن کر اس شخص کو حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور وہ آپ کی خانقاہ واقع محلہ کرخ میں پہنچا اور آپ کو کڑکتی دھوپ میں بیٹھے ہوئے پایا مگر خانقاہ کے اندر جانے سے پہلے دروازے پر ہی رک گیا۔ آپ کو دور سے دیکھ کر ہی آپ کی بزرگی کا رعب اس کے دل پر طاری ہو گیا۔ آپ کو کشف کے ذریعے اس شخص کی آمد کی خبر ہو گئی۔ اس شخص کو مرید خانقاہ کے اندر لائے تو وہ شخص حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور اپنی ساری خطاؤں پر معذرت کی۔ آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اپنے ارادتمندوں کے حلقہ میں شامل کر لیا۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں تھے، حکم فرمایا کہ گھوڑے تیار کریں۔ بہت سے لوگ ہمراہ تھے، تھوڑی دور ایک دیہات تھا آپ نے اس کا نام پوچھا تو بتایا "دردوست" آپ وہیں قیام پزیر ہو گئے، دوسرے دن لوگوں نے واپس چلنے کو عرض کیا تو فرمایا انسان بڑی مشکل سے "دردوست" پر پہنچتا ہے، اب اس سے آگے ہم کہاں جائیں گے۔ اس گاؤں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقف اور اخلاقی پستیوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، آپ کی برکت سے سب آپ کے مرید ہو گئے۔ چالیس روز وہاں قیام فرمانے کے بعد آپ نیشاپور تشریف لے گئے۔

حکایت حضرت سید امیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد عالم حضرت شیخ شرف الحق شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بڑی ہی جذب اور شیفتگی سے کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کے دوران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوران زیارت میں نے ان سے دریافت کیا، حضرت! سالک کی رسائی مقام صمدیت تک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ حضرت نے جواباً فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھیں آپ کے سامنے ہی کسی روز یہ عقدہ حل اور راز منکشف ہو جائے گا۔ سید امیر علی چھ ماہ تک حضرت سید العارفین کی خدمت میں رہے آپ نے کچھ عرصہ بعد یہ محسوس کیا کہ آپ کی حاجت بشری بالکل ختم ہو گئی ہے اور آپ پر

عقدہ کھل گیا ہے۔ جس کی شکل آپ کے لیے باعث پریشانی تھی۔ آپ کو اس چیز نے حضرت سید العارفین کا اس قدر گرویدہ کر دیا کہ آپ نے ان سے بیعت کی درخواست کی جو حضرت نے قبول فرمائی۔ پھر آپ کو نہ صرف شرف مریدی حاصل ہوا بلکہ آپ کو فیوض و برکات کے علاوہ خرقہ خلافت بھی عطا ہوا۔ آپ ایک مدت تک اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہے آپ نے یہاں بہت سے عجائبات و مشاہدات کیے اور اپنی تربیت ہر لحاظ سے مکمل کی۔ آپ کو اپنے مرشد کی طرف سے حکم ملا کہ اب آپ نے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کر لیا۔ آپ ہندوستان کے کونے کونے میں جائیں اور دین اسلام سے مخلوق خدا کے سینہ و دل روشن کریں۔

حکایت تلاش حق کی خاطر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور ہو گیا کہ جس درویش کا چرچا سنتے اس کے پاس پہنچ جاتے اور اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن کچھ عرصہ میں ہی انھیں اس فقیر میں بھی کوئی کسی کمی کا احساس ہونے لگتا اور وہ کسی دوسرے فقیر کی طرف رجوع ہو جاتے۔ یہ روش مدتوں جاری رہی اور جب انہوں نے خود کو مایوس اور بیزاری میں گرفتار محسوس کیا تو انہیں کسی مرد کامل کی تلاش ہوئی۔ اب انہوں نے ہر کس و ناکس کے پاس جانے کی روش ترک کر دی۔ اس دوران ان کی ملاقات ایک گوشہ نشین بزرگ سے ہو گئی۔ اس نے آدم کو پریشان اور مضطرب دیکھا تو پوچھا' خیریت تو ہے تم پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا بابا! میں کوشش تو بہت کرتا ہوں مگر وہ حاصل نہیں ہوتا جس کی مجھے طلب ہے۔ گوشہ نشین فقیر نے جواب دیا' بابا! میں تمہاری بابت بس اتنا جانتا ہوں کہ تمہاری بے چینی اور اضطراب کا علاج حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے' ادھر ادھر بھٹکنے اور بھاگنے دوڑنے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

آدم نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں ان کی خدمت میں فوراً پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ درویش نے جواب دیا' ہاں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس عہد میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے افضل اس امت میں کوئی دوسرا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انہیں کی وجہ سے تمہیں بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

آدم ایک لمحہ ضائع کیے بغیر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ ابھی

یہ راستے ہی میں تھے کہ ان کی ملاقات حاجی خضر خان افغانی سے ہو گئی- یہ ان دنوں ملتان میں مقیم تھے- حاجی خضر خان ملتانی نے کہا آدم! حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے کچھ عرصہ میرے پاس رہو تاکہ تم شیخ کی صحبت کے لائق ہو جاؤ- آدم نے انکساری سے عرض کیا' میں حاضر ہوں آپ جیسا فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا-

یہ حاجی خضر خان افغانی کی خدمت میں رک گئے اور مقامات عالیہ سے مشرف ہوئے لیکن تشنگی بدستور قائم رہی- یہ ایسی پیاس تھی جو بجھتی ہی نہ تھی- ان کی تشنگی کا اندازہ حاجی خضر خان نے بھی لگایا اور صاف صاف کہہ دیا آدم! اب میں نے تمہیں اس لائق کر دیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت میں رہ سکو- اس لیے میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں کہ تم حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں چلے جاؤ-

آدم نے پوچھا کہ وہ مجھے کہاں ملیں گے؟-

حاجی خضر خان نے جواب دیا کہ اجمیر میں' کیونکہ مجھے وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ آج کل وہ اجمیر میں تشریف فرما ہیں اور ان کے شائقین اجمیر پہنچ رہے ہیں-

آپ سیدھے اجمیر پہنچے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی- انہوں نے آدم سے نہایت شفقت اور محبت کا سلوک کیا اور ان پر خاص توجہ دی- دن کا کوئی وقت بھی ایسا نہ تھا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے خالی ہوتا اور کسی بھی رات کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس میں آدم کو بھلا دیا گیا ہوتا-

جب آدم مجدد الف ثانی کی صحبت اور فیض سے سرشار ہو چکے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں کے لیے کچھ تحائف دے کر سرہند روانہ کر دیا اور کہا میری یہ امانتیں تم سرہند میں میرے بیٹوں کے پاس لے جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک کہ میں خود نہ بلاؤں-

آدم کے پاس تعمیل کے سوا لب کشائی کی ہمت نہیں تھی- ان دنوں اجمیر میں دریا خان نامی ایک امیر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بڑی حاضریاں دے رہا تھا- حضرت مجدد الف ثانی نے دریا خان سے کہا' دریا خان! میں اپنے مرید کو سرہند روانہ کر رہا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ اس کو راہ میں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے- تم اس کی مدد کرو- دریا خان نے بصد عجز

وانکسار پوچھا آپ جیسا حکم فرمائیں میں اس کی تعمیل کو حاضر ہوں۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم آدم کے ساتھ سو شاہ سواروں کا دستہ کردو۔ اس دستے کا ہر سپاہی فن سپاہ گری میں ماہر ہونا چاہیئے۔ دریا خان نے بے چوں وچرا آپ کے حکم کی تعمیل کردی۔ ان ایک سو سواروں کی معیت میں آدم سرہند پہنچ گئے اور وہیں قیام فرمایا۔ پیرو مرشد کے صاحبزادگان کو تحفے دے دیئے اور پیرو مرشد کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ایک سو سپاہی جو آپ کے ساتھ آئے تھے آپ سے بے حد متاثر اور خوش تھے۔ آپ ہر روز مجلس منعقد کرتے گویا ان کے سینہ سے دل نکلا پڑ رہا ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ان سو سواروں نے آدم سے درخواست کی کہ انہیں باقاعدہ مرید کرلیا جائے۔ آپ کو تامل ہوا اور فرمایا افسوس کہ میں اس وقت تک مرید نہیں کرسکتا جب تک کہ پیرو مرشد کی طرف سے اس کی واضح اجازت نہ مل جائے۔ افغان سوار خاموش ہوگئے لیکن چند دنوں بعد دریا خان بھی سرہند پہنچ گیا اس کے ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی بھی سرہند میں داخل ہوئے۔ آدم کو طلب فرما کر خود ہی ارشاد فرمایا آدم تو نہیں جانتا کہ میں نے تیرے ساتھ سو سوار کیوں روانہ کیے تھے۔ آدم نے جواب دیا کہ اگر مجھے اس کا علم بھی ہو تو میں اس کا اظہار نہیں کرسکتا کیونکہ پیرو مرشد کے کسی حکم پر اپنی طرف سے اظہار خیال میں لب کشائی کی جرأت کو میں گستاخی سمجھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ تیری صحبت میں جو بھی رہے اس پر تیری تجلی صحبت سایہ فگن ہوجائے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ دریا خان کے سو سوار تجھ سے اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ وہ تیری مریدی اختیار کرنے کے خواہش مند ہیں۔ آدم نے جواب دیا کہ آپ نے بجا ارشاد فرمایا مگر میں نے انہیں منع کردیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک آپ مجھے اس کی اجازت نہ دے دیں میں یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے تجھے اجازت دی، اب تو اس سلسلے کو جاری کرسکتا ہے۔ میں نے تجھ کو اس لائق کردیا ہے کہ تجھ سے رشد وہدایت اور مریدی کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

چنانچہ دریا خان کے سو سوار اسی دن آپ سے بیعت ہوگئے۔ دریا خان نے جو یہ منظر دیکھا اور اپنے سواروں سے آدم کی تعریف وتوصیف سنی تو وہ بھی آدم کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوگیا۔ یہ آدم کی صوفیانہ زندگی کا پہلا موقع تھا کہ ایک وقت اور ایک ساتھ سو آدمیوں

نے آپ سے بیعت کی اور بعد میں اس کے دوسرے ماتحتوں اور زیر دستوں نے آدم کی بیعت کرلی۔

ان دنوں افغانستان سے جو لوگ سرہند میں داخل ہوتے وہ دریا خان ہی کے پاس قیام کرتے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوتا کہ دریا خان اور اس کے ساتھی اور خدمت گزار آدم سے بیعت ہیں تو آمدہ لوگ بھی آدم ہی سے بیعت ہو جاتے اس طرح ان کے مریدوں کی تعداد میں دن دوگنی رات چوگنی اضافہ ہونے لگا۔



باب:۴

اللہ کی عبادت

بارگاہ رب العزت میں انسان کا سب سے پسندیدہ عمل اس کی عبادت ہے۔ عبادت کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی پوجا اور حمد و ثنا ہے مگر اس کا بنیادی فائدہ خود انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان میں اچھے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جو انسان کامل بننے کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جابجا عبادت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

عبادت کی ترغیب

ایک رب کی عبادت کے متعلق خود ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (پ ۱، البقرہ:۲۱)

"اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمھیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا، یہ امید کرتے ہوئے کہ تمھیں پرہیزگاری ملے۔"

انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس لیے انسان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا اور اس کا فائدہ انسان کو یہ ہوگا کہ وہ متقی بن جائے گا۔

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾ (پ ۵، النساء:۳۶)

"اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ۔"

ایک خدا کی عبادت انسان پر فرض مطلق ہے، اس لیے اللہ کا دوست صرف وہی بن سکتا ہے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کرے اور اس عبادت کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنا ہو۔

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ (پ ۷، الانعام: ۱۰۲)

"یہ ہے اللہ تمہارا رب اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، ہر چیز کا بنانے والا تم اسے پوجو وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اس نے ماں کے پیٹ سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک پرورش کا ذمہ لے رکھا ہے۔ زندگی کے تمام اسباب کا کارساز ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے پھر اسی کا ہم پر حق بنتا ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں کیونکہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں واضح فرمایا ہے کہ:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (پ ۱۱، یونس: ۳)

"بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ہے اللہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔"

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ عرش بنایا اور پھر اسی عرش پر استواء فرمایا۔ ساری کائنات کا ہر کام اسی کے پاس ہے۔ جو اللہ اتنی عظیم شان کا مالک ہے تو پھر اسی ہی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اہل عقل کے لیے ان تمام باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

ایک اور مقام پر پروردگار عالم نے عبادت کا یوں حکم دیا ہے کہ:

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾

(پ ۱۴' الحجر: ۹۸' ۹۹)

"تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں سے ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔"

اس آیت میں ﴿عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ کی حد تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے ﴿عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ حاصل ہوتا ہے۔ صاحب ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبادت انسان پر اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ اس میں عقل باقی رہے۔

مزید ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (پ ۱۴' النحل: ۳۶)

"اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو۔"

شرک کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے۔ سب نے اپنا فرض ادا کیا اور اللہ کا پیغام حق پہنچایا اور اپنی قوم کو دعوت دی کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو اس کے سوا دوسروں کو نہ پوجو۔ یہی پیغام ہمارے لیے ہے کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں۔

﴿وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (پ ۱۶' مریم' ۳۶)

"اور عیسیٰ نے کہا بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہ راہ سیدھی ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور بندے ہیں انہوں نے بھی یہی دعوت دی کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے اس لیے اس کی عبادت کرو' یہی صراط مستقیم ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ (پ ۱۶' مریم ۶۵)

"آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک! تو اسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت رہو' کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔"

پھر پہلے والی باتوں کا اعادہ کر کے یعنی زمین و آسمان کا رب وہی ہے تو پھر اسی کی عبادت کی ترغیب دی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے رب کی عبادت کرو بندگی کے سوا دنیا میں کچھ بھی نہیں۔

﴿ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴾ (پ۱۶' طٰہٰ' ۱۴)

"بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی طوئ میں پہنچے تو اللہ نے انہیں تاکید فرمائی کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے لیے عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نمازیں قائم کرو یعنی میری یاد کا بہترین طریقہ نماز ہی ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ عبادت کا اصل مستحق اللہ ہی ہے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾

(پ۱۷' الانبیاء' ۲۵)

"اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' تو مجھی کو پوجو۔"

جن لوگوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اللہ نے ان کے بارے میں بتایا ہے کہ ان لوگوں کے پاس بھی ہم نے اپنی یہی صداقت بھیجی تھی اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ایک خدا کی عبادت کرو لہٰذا تم بھی سب ایک خدا کی عبادت کرو۔

﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾

(پ۲۱' العنکبوت' ۵۶)

"اے میرے بندو جو اہل ایمان ہو' بے شک میری زمین فراخ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔"

اللہ کی زمین بہت وسیع ہے جہاں بھی اس پر ایمان رکھنے والے آباد ہیں ان سب کے لیے یہ حکم ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔

﴿ اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (پ۱۷' الانبیاء' ۹۲)

"بے شک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت

کرو۔"

سب انسانوں کے لیے ایک ہی دین ہے وہ ہے دین اسلام اور اس پر چلنے والے سب امت واحدہ ہیں۔ ان سب کے لیے یہ ہی حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

عبادت کے فضائل

جنت میں حضور کی رفاقت

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا اور آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لاتا (ایک روز) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا اس کے علاوہ بھی خواہش ہے۔ میں نے عرض کیا' صرف یہی خواہش ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم شریف)

رمضان المبارک میں کثرت عبادت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں رات کو بیدار رہتے' اہل خانہ کو بھی جگاتے' خوب کوشش فرماتے اور عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے۔ (بخاری و مسلم)

نفلی عبادت

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی۔ میں نے سوچا کہ سو آیات پر رکوع کریں گے لیکن آپ پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ پوری سورت پڑھ کر رکوع میں جائیں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا اب رکوع میں جائیں گے لیکن آپ نے سورۂ نساء شروع کر دی۔ اسے پڑھا' پھر سورۂ آل عمران شروع کی اسے بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جا رہے تھے۔ جب آیت تسبیح پڑھتے ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ﴾ کہتے۔ جب آیت سوال پڑھتے تو سوال کرتے۔ تعوذ کی آیت پڑھتے تو پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ﴾ کہتے رہے۔ رکوع' قیام کی مناسبت سے تھا۔ پھر ﴿سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ﴾ کہہ کر کھڑے ہوئے اور کافی دیر تقریباً رکوع کے

برابر قومہ میں کھڑے رہے۔ پھر سجدہ میں چلے گئے اور ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی﴾ پڑھا۔ آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام جتنا تھا۔ (مسلم)

مسجد میں عبادت کا صلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح و شام مسجد کی طرف جائے اللہ تعالیٰ ہر صبح و شام اس کے لیے جنت کی مہمانی تیار فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں قیام کیا یہاں تک کہ آپ کے پیروں پر ورم آگیا تو آپ سے لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ کے لیے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (متفق علیہ)

بہترین لوگ عبادت کرنے والے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بہترین لوگوں میں سے قرآن کے اٹھانے والے (حفاظ یا قرآن پر عمل کرنے والے) رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

عبادت سے مدد حاصل کرو

حضرت ابو ہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک دین اسلام آسان ہے اور کوئی دین سختی نہیں کرتا مگر دین اس پر غلبہ حاصل کرتا ہے لہٰذا اعتدال اختیار کرو' طاقت اور قوت کے مطابق عمل کرو اور خوش رہو (البتہ) صبح و شام اور رات کے اخیر حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری)

عبادت میں اعتدال ضروری ہے

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق کیا یہ پتہ نہیں لگا کہ تم راتوں کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ میں عرض گزار ہوا کیوں نہیں۔ فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ راتوں کو قیام کیا کرو اور سویا بھی کرو' روزے رکھو اور چھوڑا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا

بھی تم پر حق ہے آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ قریب ہے کہ تم لمبی عمر کو پہنچو لہٰذا تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو۔ چونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے لہٰذا یہ تمہارے ہمیشہ کے روزے ہو جائیں گے۔ ان کا بیان ہے کہ میں سخت عبادت کا عادی ہو چکا تھا اس لیے عرض گزار ہوا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا ہر ہفتے میں دو روزے رکھ لیا کرو۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اس پر بھی زیادتی چاہی اور عرض گزار ہوا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا تو اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھ لیا کرو۔ میں عرض گزار ہوا کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے ہیں؟ فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے روز نہ رکھنا، یوں نصفان نصف۔ (بخاری)

کلمات طیبات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آ رہے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھی تھیں۔ راستہ چلتے ہوئے ایک جگہ اونٹنی کا پیر پھسل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ مطہرہؓ دونوں زمین پر آ گئے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ میرے خیال میں اپنے اونٹ کے اوپر سے کود پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ فرمایا کہ نہیں، لیکن عورت کو سنبھالو۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے چہرے پر کپڑا ڈال لیا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے۔ پھر ان کے اوپر ان کا کپڑا ڈال دیا تو وہ کھڑی ہو گئیں۔ پھر ان کے کجاوے کو درست کر دیا تو دونوں سوار ہو گئے اور روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے قریب جا پہنچے یا یوں فرمایا کہ مدینہ منورہ نظر آنے لگا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے۔ ہم واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔ (بخاری)

خلوص کے ساتھ عبادت

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر آواز کے ساتھ یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لیے ملک اور

وہی سزاوار حمد اور ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں ہے گناہوں سے بازگشت اور قوت عبادت مگر اللہ کی طرف سے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہیں عبادت کرتے ہم مگر اسی کی۔ اسی کے واسطے نعمتیں ہیں اور اس کے لیے ملک ہے اور وہ بہترین تعریف کے قابل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرنے والے ہیں اگرچہ کافر اس کو برا کیوں نہ جانیں۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کو پکارنا عبادت ہے

ابو عثمان نہدی کا بیان ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے لہٰذا جب ہم کسی اونچی جگہ پر چڑھتے یا کسی وادی میں نیچے اترتے تو بلند آواز سے تکبیر کہتے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اپنی جانوں پر ترس کھاؤ۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو تم تو اسے پکارتے ہو جو سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے اور وہ ہے۔ ﴿لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ (نہیں ہے طاقت اور قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ) (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک اعرابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل تعلیم فرمائیں جس پر عمل کرکے میں جنت میں جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ فرض نمازوں کو ادا کر اور مقررہ زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ یہ سن کر اس دیہاتی نے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس میں نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ یہ کہہ کر جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (مسلم شریف)

اسلامی عبادات

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک نجدی پریشان حال ژولیدہ بال بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور وہ اس طرح گنگنا رہا تھا کہ آواز تو سنی جارہی تھی لیکن ایک لفظ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ آکر رسول اللہ ﷺ کے

بالکل قریب بیٹھ گیا اور اسلام کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ رسول ﷺ نے فرمایا شب و روز میں پانچ نمازیں (ادا کرنا ہیں) سائل نے دریافت کیا ان کے علاوہ مجھ پر کچھ اور بھی ہے؟ سرکار نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نوافل ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ سائل نے کہا کہ رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھنے ہیں؟ سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ اس کے بعد سرکار نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو سائل نے معلوم کیا کہ اس کے علاوہ اور انفاق بھی کرنا ہے؟ سرکار نے فرمایا اگر تو چاہے تو صدقہ کر۔ یہ سن کر وہ واپس ہوا اور یہ کہتا جا رہا تھا کہ خدا کی قسم نہ میں اس میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ صادق القول ہے تو فلاح پائے گا۔ (بخاری شریف)

اللہ کا بندوں پر حق

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ رحمت دو عالم ﷺ کے پیچھے دراز گوش (گدھا) پر سواری کا شرف ملا اس وقت میرے اور آپ ﷺ کے درمیان صرف زین کی لکڑی تھی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے کون سے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ تب سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق رب تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے اس کو مبتلائے عذاب نہ فرمائے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں یہ خوش خبری دوسروں کو نہ پہنچا دوں؟ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات دوسروں کو نہ بتانا کیونکہ وہ بھروسہ کر بیٹھیں گے (عمل ترک کر دیں گے)۔ (متفق علیہ)

آخری دم تک رب تعالیٰ کی عبادت کرو

جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں شامل ہو جاؤں بلکہ میری طرف وحی فرمائی گئی ہے کہ اپنے رب کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کروں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤں اور آخری دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہوں۔ (شرح السنہ)

دو افراد کا قصہ

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ ان میں سے ایک جہاد میں شہید کر دیئے گئے اور اس کے قریباً ایک ہفتہ بعد دوسرے کا بھی انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ عرض گزار ہوئے کہ ہم نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اس کی مغفرت کرے اس پر رحم فرمائے اور اسے اس کے ساتھی سے ملائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نماز کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے اعمال کے بعد اس کے اعمال کہاں گئے؟ یا یہ بھی فرمایا کہ اس کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے جن میں زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر دوری ہے۔ (ابوداؤد' نسائی)

کثرت سجود کا صلہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے غلام) فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے' کثرت سجود اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو سجدہ بھی کرو گے وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تم سے ایک خطا دور کرے گا۔ (مسلم)

قرب قیامت کے لوگ

محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے حضور بیٹھا تھا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے جن کے اوپر صرف پیوندوں والی چادر تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو رونے لگے کہ ایسے ناز و نعمت کا دلدادہ آج کس حالت میں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم ایک جوڑا صبح کو پہنو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہنو گے۔ اس کے سامنے ایک تھالی رکھی جائے گی اور دوسری اٹھالی جائے گی۔ گھروں کو یوں کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو۔ لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ان دنوں آج کل سے اچھے ہوں گے کہ عبادت کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت سے بچ جائیں گے؟ فرمایا نہیں آج تم اس روز سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

نفلی نماز میں طویل قیام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھی۔

آپ نے ایک طویل قیام کیا یہاں تک کہ میرے دل میں ایک سوچ پیدا ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ تمہارے دل میں کیا سوچ پیدا ہوئی؟ میں نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ (بخاری)

عبادت کے لیے اللہ سے توفیق مانگو

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات میں عبادت کے لیے بیدار ہوا' اور اس نے کہا خداوندا! تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لیے ملک اور حمد ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے' خداوندا! تو پاک ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اللہ بڑا ہے اور عبادت کی قوت اور گناہ سے واپسی اللہ کی مدد پر منحصر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد کہتے' خداوندا! میری مغفرت فرما۔ راوی کہتے ہیں یا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ پھر بارگاہ الٰہی میں دعا کرے جس کو قبول کیا جائے گا پھر اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز کو قبول کیا جائے گا۔ (بخاری)

چند نیک اعمال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمٰن کی عبادت کرو' لوگوں کو کھانا کھلاؤ' سلامتی کرو یا سلام کرو اور جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرمودات

عبادت کے لائق صرف اللہ ہی ہے

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا لاشریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ یقیناً زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔

اللہ کی عبادت کے بارے میں آپ کا ایک اور قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سستی عام لوگوں کے لیے بدتر لیکن عالموں اور طالب علموں کے لیے بدترین ہے۔

عبادت کی حقیقت

عبادت کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے' دکان اس کی خلوت' راس المال اس کا تقویٰ اور نفع اس کا جنت ہے۔ خدا مخلوق پر سے کبھی کوئی مصیبت اور برائی نہیں ہٹاتا جب تک کہ مخلوق عبادت کی طرف نہ جھک جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ مگر اللہ کا کرم ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس کی عبادت کرتا ہوں مزید فرمایا کہ کم سونا عبادت ہے۔

معبود برحق کا حق

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر تم معبود حقیقی کی پرستش اور عبادت کرنا نہیں چاہتے تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال بھی نہ کرو' مزید فرمایا کہ ایک پرہیز گار عابد' شیطان پر حاوی ہوتا ہے۔

نفع بخش

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو سمجھ دار لوگوں کے لیے نفع بخش بنایا ہے۔ عاجز و کمزور اس میں سستی کرتے ہیں۔

فلسفۂ عبادت

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو لوگ شوق میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت تاجرانہ ہے' جو خوف میں عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت غلامانہ ہے اور جو شکر نعمت کے طور پر عبادت کرتے ہیں' ان کی عبادت آزادانہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ خیرات افضل ترین عبادت ہے۔ نیز فرمایا کہ صدق یعنی یقین کے ساتھ سونا اس غفلت کی عبادت سے بہتر ہے جو شک کے ساتھ کی جائے۔

عبادت میں اخلاص پیدا کرو

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے صرف بھوک اور پیاس ملتی ہے اور بہت سے راتوں کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں جن کے کھڑے رہنے سے جاگنے اور زحمت کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ سمجھ داروں کی نیند اور بیداری کا کیا کہنا۔

عبادت کے اسرار

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا کی عبادت بغیر توبہ کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا یعنی ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ ﴾ پس خدا کی عبادت یہ ہے کہ اس کے بالمقابل جملہ اشیاء فراموش کر دینی چاہئیں۔ کیونکہ ایک بندۂ خدا کے لیے اس کا خداوند کریم جملہ اشیاء کا بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿ وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ یعنی میں اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہوں خاص کر لیتا ہوں۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص آزادی کا مزا حاصل کرنا چاہے، اس کو کہہ دو کہ اپنے آپ کو پاک رکھے یعنی خدا کی عبادت کیا کرے۔ جو شخص سچے دل سے خدا کی عبادت میں مصروف ہو جائے گا اسے خود بخود خلق سے وحشت ہو جائے گی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بندہ وہی ہے جو دوسروں کی بندگی یعنی خوشامد، توقع، امید وغیرہ سے آزاد ہو جائے اور خدا کی بندگی کو ہر ایک چیز پر مقدم جانے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خدا کی پہلی عبادت عالم تنہائی ہے پھر طلب علم، پھر علم پر عمل پھر اس کی اشاعت۔

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو کسی کے دروازہ پر دستک دیتا رہے گا آخر کبھی وہ کھل ہی جائے گا۔ یعنی خدا کی عبادت میں خدا کے سامنے جانے سے مدعائے دل حاصل ہو ہی جائے گا۔

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا جو عبادت و ریاضت میں یکتا تھا۔ مگر اپنے بچوں سے بڑی سرد مہری سے پیش آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے کہا اے عجیب و غریب آدمی! تو اپنی عبادت کو کیوں ضائع کر رہا ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت! میں عبادت کیسے ضائع کر رہا ہوں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا تو بچوں سے متنفر ہے جب کہ صحیح اولیاء کی صفات بچوں میں ہوتی ہیں کیونکہ وہ بے گناہ ہوتے ہیں۔ آپ نے اس کو بتایا کہ جس درویش میں مندرجہ ذیل چار صفات نہ ہوں اس کی عبادت و ریاضت بیکار ہوتی ہے۔ (۱) چھوٹوں سے محبت کرنا (۲) بڑوں کی خدمت کرنا (۳) اپنے نفس سے انصاف چاہنا

(۴) کسی سے خوشامد نہ چاہنا۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور کامل دلی بنا۔

ایک بزرگ تباجی کا قول ہے کہ تین چیزیں عبادت کی اصل ہیں (۱) یہ کہ تو اللہ کے کسی ایک حکم کو بھی رد نہ کرے (۲) اور نہ کوئی چیز اس سے بچا کر رکھے (۳) اور نہ ہی خدا یہ سنے کہ تو اپنی حاجت غیر اللہ سے مانگ رہا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بندے کی عبادت گزاری اس وقت درست ہو سکتی ہے جب اس کی حالت ایسی ہو کہ اگر وہ مفلس ہو جائے تو ذلت کے آثار اس پر نہ پائے جائیں اور اگر مال دار ہو جائے تب بھی دولت کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مشاہدہ عبودیت ہے۔

حضرت نصر آبادی کا ارشاد ہے کہ عبادت گزاری کی قدر و منزلت معبود کی بدولت ہوتی ہے۔ جس طرح عارف کے لیے شرف اسی چیز کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس کے عرفان کا تعلق ہو۔

آپ ہی کا قول ہے کہ عبادات بہ نسبت اس کے کہ ہم ان کا معاوضہ اور جزا طلب کریں اللہ سے اپنے گناہوں کو درگزر کرانے اور اپنی کوتاہیوں سے معافی چاہنے کے زیادہ قریب ہیں اور عبادت یہ ہے کہ معبود کا مشاہدہ کرتے ہوئے تو اپنی عبادت گزاری کی طرف نہ دیکھے۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لیے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے۔

حضرت سید علی ہجویری صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب نفس فانی ہو جائے تو کھانا پینا عبادت ہو جاتا ہے۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو اللہ کی عبادت ذاتی غرض سے کرتا ہے وہ اپنی پرستش کرتا ہے وہ ہرگز اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو وقت تیرے پاس موجود ہے اس میں ذکر و عبادت کے اندر کامل محویت و یکسوئی سے مشغول رہ اور غیر اللہ کی جانب اس قدر

رغبت اور توجہ نہ کر کہ شرک کا گمان ہو۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی عبادت ایسی یکسوئی اور محویت وانابت سے کر کہ تو اس کی ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور اگر تو جذب اور محویت کا یہ رتبہ نہ پا سکے تو کم از کم یہ یقین ضرور رکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے لہٰذا آداب و عبادات میں تجھ سے کوئی نقص صادر نہ ہو۔ (یہ ارشاد بحوالہ حدیث ہے)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عبادت و ریاضت کا مقصد یہ ہے کہ جسمانی تعلقات کی پورے طور پر نفی ہو اور عالم ارواح اور عالم حقیقت کی طرف پوری توجہ ہو جائے۔

حضرت سید کبیر احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سچی عبادت یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک کے سامنے سر نیاز جھکا دے۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہ کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال و اقوال درست کرے اور اعمال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے سوا نہ وہ کوئی بات کہے اور نہ کوئی کام انجام دے۔ ہر قول اور فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق مانگے۔ (اخبار الاخیار)

عبادت' عبودیت اور عبودت

حضرت ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ عبادت کے تین درجات ہیں' عبادت' عبودیت اور عبودت۔ پہلے عبادت آتی ہے پھر عبودیت اور پھر عبودت۔ عبادت عام مومنین کا کام ہے' عبودیت خواص کا اور عبودت خاص الخاص کا۔ عبودیت عبادت سے زیادہ کامل ہے۔

عبادت علم الیقین والوں کے لیے' عبودیت عین الیقین والوں کے لیے اور عبودت حق الیقین والوں کے لیے ہے۔

ایسے ہی عبادت مجاہدہ کرنے والوں کے لیے ہے اور ارباب مکابدہ کے لیے عبودیت اور عبودیت اہل مشاہدہ کا خاصا ہے لہٰذا جس نے اپنے نفس کو اللہ سے دور نہیں رکھا وہ صاحب عبادت ہے اور جس نے اپنے دل کے ساتھ اللہ پر بخل نہیں کیا وہ صاحب عبودیت ہے اور جس نے اپنے روح کے ساتھ اللہ کے معاملہ میں بخل نہیں کیا وہ صاحب عبودت ہے۔ اللہ کی عبادت پر کامل طور پر پابند رہنا اور جو عبادت تم سے صادر ہو اسے (باوجود کامل ہونے کے) ناقص سمجھتے رہنا اور جو نیک اعمال تم کروانہیں تقدیر الٰہی جاننا عبودیت کہلاتا ہے۔

جو تقریر بھی معرض وجود میں آئے اس میں اختیار کو ترک کر دینا عبودیت ہے۔ ایسے ہی اپنی طاقت اور قوت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور اللہ تعالیٰ جو مال و دولت اور انعامات تم پر کرے ان کا اقرار کرنا عبودیت کہلاتا ہے۔ اسی طرح جن امور کے کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے ان کو گلے لگانا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان کو چھوڑ دینا عبودیت ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ جس طرح ربوبیت اللہ کی ایک ایسی صفت ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی ہے اسی طرح عبودیت بندے کی ایسی صفت ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی کا قول ہے کہ جس کی غلامی اور قید میں تو پھنسا ہو' تو اسی کا بندہ ہے اور اگر تو دنیا کی قید میں ہے تو تو دنیا کا بندہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' درہموں کا بندہ ہلاک ہوا' دیناروں کا بندہ ہلاک ہوا' چادر کا بندہ ہلاک ہوا۔

آپ نے عبودیت کے بارے میں مزید فرمایا ہے کہ عبودیت سے بڑھ کر کسی اور چیز میں شرف نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مومن کے لیے عبودیت سے بڑھ کر کوئی اور نام زیادہ مکمل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی ﷺ کی تعریف میں معراج کی رات یہ الفاظ کہے اور معراج کا وقت حضور ﷺ کے لیے دنیا میں اشرف ترین وقت تھا۔ حضرت سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ جب تک انسان کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ ان چار چیزوں یعنی بھوک' ننگا رہنا' فقر اور ذلت سے کوئی گھبراہٹ نہ ہو تب تک اس کی عبودیت بھی صحیح نہیں ہوتی۔

نیز کہتے ہیں کہ عبودیت یہ کہ ہے کہ تو اپنے کو ہمہ تن اللہ کے سپرد کر دے اور اپنا اسی پر ڈال دے۔ نیز کہتے ہیں کہ عبودیت کی ایک علامت یہ ہے کہ تو تدبیر کو چھوڑ دے تقدیر کا مشاہدہ کرے۔

حضرت ابو عمرو بن نجید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کسی انسان کا عبودیت میں قدم اسی وقت پاک و صاف ہو سکتا ہے جب وہ اپنے اعمال کو ریا اور اپنے احوال کو محض دعویٰ خیال کرے۔

حضرت عبداللہ بن منازل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اس وقت تک بندہ ہے جب وہ اپنی ذات کے لیے خادم کی تلاش نہ کرے اور جب اس نے اپنی ذات کے لیے خادم تلاش کیا تو عبودیت کی حد سے گزر گیا اور اس نے عبودیت کے آداب ترک کر دیئے۔

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبودیت بندے کے لیے زینت ہے لہٰذا جس نے عبودیت ترک کر دی وہ زینت سے عاری ہو گیا۔

حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ چار باتوں میں عبودیت پائی جاتی ہے۔

(۱) وعدہ پورا کرنا (۲) حدود اللہ کی نگہداشت کرنا (۳) جو اپنے پاس موجود ہو اس پر راضی رہنا (۴) اور جو کچھ حاصل نہ ہو اس پر صبر کرنا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبودیت یہ ہے کہ تو ہر حال میں اس کا بندہ بنا رہے جس طرح ہر حالت میں وہ تمہارا رب ہے۔

کسی نے محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا صحیح عبودیت کیا ہے؟ فرمایا جب تو اپنا بوجھ اپنے آقا (خدا) پر ڈال دے اور اس کی لائی ہوئی مصیبتوں پر صبر کرے۔

حضرت ابو علی جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رضا عبودیت کا خانہ ہے اور صبر اس کا دروازہ اور تفویض گھر۔ آواز دروازہ پر ہوتی ہے، خانہ میں فراغت اور گھر میں راحت۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر تو نے دو چیزوں کو ترک کر دیا تو عبودیت کا حق ادا کر دیا۔ ایک یہ کہ تو اللہ کے سوا کسی لذت سے سکون محسوس نہ کرے اور دوسرے یہ کہ اپنی کسی حرکت پر اعتماد نہ کرے۔

بعینہ اسی قسم کا قول واسطی کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حلیوں سے لذت محسوس کرنے سے بچو کیونکہ اہل صفا کے لیے یہ لذت سد راہ بن جاتی ہے۔

اولیاء کا کمال عبادت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تین سو نفلیں ہر شب میں پڑھا کرتے تھے اور ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص رات میں پانچ سو نفلیں پڑھتا ہے اور آپ نے ان کی گفتگو سن لی۔ پھر اسی رات سے پانچ سو نفلیں پڑھنا شروع کر دیں پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفلیں رات میں پڑھتے ہیں چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفلوں کو اپنا معمول بنا لیا۔ پھر آپ کے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ رات بھر بیدار رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آج سے یقیناً پوری رات بیدار رہا کروں گا اور جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بعض بندے اپنی ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور اس دن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت مالک بن دینار کا قول

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جب آپ ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ قرأت کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے کہ اگر یہ آیت قرآن کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں" حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کا معمول

ماہ رمضان میں آپ جنگل سے گھاس لا کر فروخت کیا کرتے تھے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو خیرات کر کے پوری شب مصروف عبادت رہتے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو نیند نہیں آتی؟ فرمایا جس کی آنکھوں سے ہمہ وقت سیلاب اشک رواں ہو اس کو بھلا نیند کیونکر آ سکتی ہے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ فراغت نماز کے بعد اپنا چہرہ چھپا کر فرماتے کہ مجھے

یہ خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نماز کو منہ پر نہ مار دے۔

حضرت بایزید بسطامی کا خوف

ایک شب آپ عبادت خانہ کی چھت پر پہنچے اور دیوار پکڑ کر پوری رات ساکت کھڑے رہے جس کی وجہ سے آپ کو پیشاب میں خون آگیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ آج میں خدا کی عبادت نہیں کر سکا۔ دوم یہ کہ ایام طفولیت میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں چیزوں سے ایسا خوف زدہ تھا کہ میرا قلب خون ہو گیا اور وہ پیشاب کے راستہ سے نکلا۔

عبادت میں خدا تعالیٰ کی پہچان

جس وقت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ صفات خداوندی بیان فرماتے تو اپنی اصلی حالت میں رہتے لیکن جب ذات خداوندی موضوع گفتگو ہوتی تو بے خودی کے عالم میں یہ کہتے رہتے کہ میں سر کے بل آ رہا ہوں اللہ مجھ سے بہت نزدیک ہے۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے کہا کہ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ جو خدا کو جانتے ہوئے بھی عبادت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بندے پر حیرت ہوتی ہے جو خدا کو پہچاننے کے بعد عبادت کرتا ہے۔ یعنی یہ حیرت ہے کہ خدا کو پہچاننے کے بعد ہوش میں کیسے رہتا ہے۔

کمال پابندی

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ بڑھاپے میں جب کہ انتہائی ضعف و نقاہت کی وجہ سے چلنے پھرنے سے عاری ہو گئے تھے "گدھے پر سوار ہو کر مسجد میں جاتے تھے" جو ان کے مکان سے کافی فاصلہ پر تھی۔ پھر گدھے پر بھی خود سوار نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کا کوئی خادم یا شاگرد سوار کراتا تھا ان کے شاگرد سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ عمرو بن دینار کسی حالت میں بھی مسجد میں جانا ترک نہیں کرتے تھے جب میں کم سن تھا تو ہم ان کو گدھے پر سوار کر کے مسجد میں لے جاتے تھے۔ جب میں بڑا ہو گیا تو ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر مسجد میں لے جاتا تھا۔

حکایت

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جس وقت بصرہ میں بیمار پڑے تو حاکم بصرہ نے آپ کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور جب لوگ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو آپ کو مویشیوں کے باندھنے کی جگہ پایا اور اس وقت آپ درد شکم اور پیچش کی وجہ سے شدید اضطراب میں

تھے لیکن ایسی حالت میں بھی ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے اور اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ آپ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ استنجاء خانے گئے اور ہر مرتبہ وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں تو فرمایا کہ میں اس لیے باوضو مرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے سامنے نجس حالت میں نہ پہنچوں۔

حضرت امام جعفر صادق کی عبادت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسی لیے حضرت کو اس میں وہ کیف و سرور ملتا تھا جو حق تعالیٰ مخلصین ہی کو اپنے فضل و کرم سے عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قرآن مجید کی تلاوت کرتے کرتے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو حاضرین نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ قرآنی آیتوں کو دل لگا کر پڑھتا ہے اور ان میں محو ہو جاتا ہے تو قرآن کی اصل لذت اسے محسوس ہوتی ہے۔ میں اس طرح محویت کے عالم میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یکایک مجھے احساس ہوا کہ خدا کی زبان سے میں یہ آیتیں سن رہا ہوں' اس کیفیت کی تاب نہ لاسکا اور بے ہوش ہو گیا۔

حکایت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آپ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں آپ کا گزر ایک سرسبز و شاداب باغ سے ہوا۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیب کے درخت کے نیچے ایک نوجوان عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ آپ نے آگے بڑھ کر نوجوان کو سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ذرا دیر بعد آپ نے دوبارہ السلام علیکم کہا۔ اس پر نوجوان نے عبادت سے جلدی فراغت حاصل کر لی اور زمین پر انگلی سے ایک شعر لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ زبان کو بولنے سے اس لیے روکا گیا ہے کیونکہ وہ طرح طرح کی غلطیوں کی مرتکب ہوتی ہے۔ اس لیے تمہیں لازم ہے کہ جب زبان کو زحمت دو تو خدا کا ہی ذکر کرو' اسے کسی وقت نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی تعریف کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصری نے جب یہ شعر پڑھا تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک روتے رہے پھر حضرت نے بھی جواب میں زمین کے اوپر عربی میں یہ شعر تحریر فرمایا: "ہر

لکھنے والا ایک روز قبر میں خاک ہو جائے گا مگر اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی اس لیے لازم ہے کہ ایسی چیزوں کے سوا جن کے لکھنے سے حشر کے روز مسرت وانبساط حاصل ہو اور کچھ نہ لکھا جائے۔"

جب اس نوجوان نے یہ تحریر پڑھی تو ایک چیخ بلند کی اور وہیں واصل بحق ہو گیا' آپ نے چاہا کہ اس نوجوان کو غسل دے کر دفن کر دیں کہ یکایک ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہو۔ ذوالنون اسے چھوڑ دو۔ حق تعالیٰ نے اس نوجوان سے وعدہ فرمایا ہے کہ تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دینے کی سعادت فرشتوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون علیحدہ ہو گئے اور ایک درخت کے نیچے نماز کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے اور دوبارہ اس جگہ پر تشریف لے گئے جہاں نوجوان کی میت رکھی تھی تو دیکھا کہ وہاں میت کا نام ونشان تک نہ تھا اور نہ ہی اس کی کچھ خبر ہوئی۔

حکایت

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا گھوڑا آپ کے سامنے بندھا ہوا تھا۔ ایک چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ حضرت دیکھ رہے تھے لیکن حضرت نے نماز نہ توڑی۔ یہ گھوڑا بیس ہزار درہم کا تھا۔ آپ کے پاس آپ کے اصحاب آئے اور افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کس قدر نادانی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور پھر خاموش رہے۔ اس وقت نماز توڑ کر گھوڑا لوٹا لیتے تو کیا حرج تھا۔ حضرت نے کہا اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف تھا اور وہ کام مجھے گھوڑے سے زیادہ پسند تھا بلکہ لاکھوں گھوڑوں سے زیادہ محبوب تھا۔ میں نے گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قربان کر دیا۔

عبادت الٰہی میں مشغولیت

حضرت ابو علی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقیری' درویشی اور قلندری آپ کی زندگی کا خاصہ تھی۔ آپ کئی کئی روز تک گوشۂ تنہائی میں پڑے بغیر کھائے پیئے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری آنکھ میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس کی اذیت سے مضطرب اور بے چین ہو گیا اور اسی حالت اضطراب میں مجھے نیند آ گئی اور خواب میں مجھے کسی نے کہا "کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے پھر جب میری آنکھ کھلی تو سارا درد ختم ہو

چکا تھا' اس کے بعد میری آنکھ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دوران سفر ایک ویران مسجد دیکھی جہاں پر ایک بوڑھا شخص عبادت الٰہی میں مصروف تھا اس کے چہرے پر عجیب قسم کی بے قراری تھی اور عبادت کے دوران زار و قطار رو بھی رہا تھا۔ زیادہ حیرت و استعجاب کی بات یہ تھی کہ اس کی آنکھوں سے اشکوں کی بجائے خون رواں تھا۔ وہ صحیح معنوں میں خوں کے آنسو رو رہا تھا جس سے مسجد کا فرش بھی خون آلود ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر اسے ایسا کرنے سے منع کیا جس پر وہ شخص بچوں کی طرح بلکتے ہوئے بولا کہ اے اجنبی! تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں کس طرح ایک مدت سے دیدار الٰہی کی خواہش دل میں لیے بیٹھا ہوں اور اس کی یاد میں روتے روتے میری ساری جسمانی قوت بھی ختم ہو چکی ہے۔

حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے اس شخص نے اپنی داستان سنانے کے بعد ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی شخص نے اپنے غلام سے ناراض ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے نکال دیا لیکن بعد میں لوگوں کی سفارش پر آقا نے اس غلام کا قصور معاف کر دیا اور اسے واپس اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی لیکن اس کے باوجود وہ غلام ہر وقت آہ و بکا کرتا رہتا تھا۔ اس پر لوگوں نے غلام سے کہا کہ بھائی! اب تو تیرے آقا نے تیرا قصور بھی معاف کر دیا ہے تو پھر یہ رونے دھونے کا کیا سبب ہے؟ مگر غلام نے لوگوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ غلام کے آقا نے کہا کہ اب اس کو میری رضا کی خواہش ہے کیونکہ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ میرے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حکایت حضرت کلیم اللہ شاہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ علاقہ سورت میں ایک کٹر آتش پرست رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے نزدیک بلا کر نرمی سے فرمایا' تم برسوں سے آگ کی پوجا کر رہے ہو' عمر کا ایک طویل حصہ آتش پرستی کی نذر کیا مگر مجھے معلوم ہے کہ تم آگ پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ نے سامنے جلتے الاؤ میں ہاتھ ڈال دیا جو حرارت کے لیے جلایا گیا تھا۔ فیروز نے آپ کو یوں ہاتھ آگ میں ڈالتے دیکھا تو اس نے منہ سے ایک سسکاری سی نکالی اور جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ہاتھ جھلسنا تو الگ رہا

رواں تک متاثر نہیں ہوا۔ صحیح و سالم ہاتھ دیکھ کر اس پر بڑا اثر ہوا اور وہ اپنی غفلت میں گزری زندگی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور آپ سے التجا کرتے ہوئے بولا حضرت! میری مدد کیجیے' میں ہدایت و فلاح کا راستہ چاہتا ہوں' میری راہنمائی کریں۔ یہ سن کر شاہ کلیم نے اسے کلمہء توحید پڑھایا اور اسے تعلیم دی کہ اس پوری کائنات میں صرف خدا کی وحدانیت ہی عبادت و پوجا کی سزاوار ہے۔ وہی سب کا خالق ہے۔ سورج' چاند' ستارے سبھی اس کے تابع ہیں۔ پھر محکوم چیزوں کی عبادت کیا معنی رکھتی ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ صرف اور صرف اللہ کی واحد ذات ہی عبادت کے لائق ہے۔

عبادت گزاروں سے ملاقات

حضرت عمر بن عثمان المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اگرچہ مکہ اور دیگر مقامات میں بہت سے عبادت گزاروں سے ملا ہوں۔ نیز ان میں سے کئی ایک حج کے موقع پر بھی ہمارے پاس آئے مگر میں نے مزنی سے بڑھ کر کوشش کرنے والا اور عبادت میں ہمیشگی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ کے احکام کی تعظیم کرتے دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص نظر آیا جو ان سے بڑھ کر اپنی ذات پر تنگی کرتا ہو اور دوسروں پر وسعت کرتا ہوں۔

عابد کی تعریف

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے عابد کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ عابد انہیں کہتے ہیں جن کا ظاہر و باطن صدق و خلوص سے آراستہ ہو اور ریا کاری کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ فریب' دھوکا' حسد وغیرہ ان کے دل میں نہ ہو کیونکہ ایسے عبادت گزار جن کا ظاہر تو اطاعت حق سے آراستہ ہو اور باطن خراب ہو تو اس کی تمام اطاعت لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی یعنی مسترد کردی جائے گی بلکہ راہ سلوک میں تو اس کے ایمان کے خلل کا بھی اندیشہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ بعض لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نمود عوام کے لیے ان کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن ان کے ظاہر سے موافق نہیں ہوتا۔

عبادت گذار کی قسمیں

عابد چار طرح کے ہوتے ہیں: اول وہ عبادت گزار جن کا ظاہر اطاعت الٰہی سے آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔
دوم وہ گروہ جن کا ظاہر خراب ہوتا ہے اور باطن آباد۔ سوم وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب

ہو' چہارم وہ حضرات جن کا ظاہر و باطن یاد الٰہی سے آباد ہو۔

وہ گروہ جن کا ظاہر تو آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب حال' وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر ریا و نمائش کے لیے تو بہت عبادت و اطاعت کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی تکریم کریں لیکن ان کے دل دنیاداری میں مشغول ہوتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے پانچ سو سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ جب یہ زاہد انتقال کر گیا تو لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آتشیں طوق اس کے گلے میں ہے اور اس کے پاؤں کو بھی آگ میں تختہ بند کیا ہوا ہے۔ آگ نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور وہ جل رہا ہے۔ فرشتوں نے آگ کے گرز ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ جب مارتے ہیں تو وہ لوٹ پوٹ ہو کر فریاد کرتا ہے میری توبہ۔ اس سے پوچھا کہ تو تو بڑا زاہد و عابد تھا اور اتنے سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا' اب عذاب الٰہی میں گرفتار کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا مسلمانو! یہ زہد و اطاعت جو تم مجھ میں دیکھتے تھے سب نمود و ریا تھا۔ مخلوق کو دکھانے کے لیے زہد تھا۔ میرا باطن تو دنیا میں مشغول رہا۔ پس وہ ریاکاری کی عبادتیں میرے منہ پر مار دی گئیں اور حکم ہوا کہ اسے سخت عذاب دو یہ شخص عذاب کے قابل ہے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی ظاہری حالت خراب لیکن ان کا باطن منور و مزین ہوتا ہے۔ عرف عام میں یہ لوگ اہل جنون کہلاتے ہیں بظاہر بے سرو سامان ہوتے ہیں لیکن باطن میں مشغول و مصروف تجلی رہتے ہیں۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ حق میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کا ظاہر دانستہ طور پر خستہ حال ہوتا ہے۔

ایک دفعہ اہل جنون میں سے ایک صاحب مجھے ملے' وہ درویش ساٹھ سال سے عالم جذب میں تھے۔ حضرت حق و عجائب قدرت حق میں اتنے مشغول و منہمک تھے کہ انہیں مخلوق کی خبر نہ تھی۔ ایک رات مجھے تنہائی میں ان کے پاس جانے کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ ان کی پیشانی سے نور کی ایسی شعاعیں نکل رہی تھیں جن کی روشنی عرش سے حجاب عظمت تک پہنچ رہی تھی۔ میں قریب تر ہوا کہ اس نعمت عظمیٰ سے کچھ حاصل کر سکوں جب میرے قدموں کی آواز سنی' پیچھے مڑ کر دیکھا فرمایا اے درویش! چونکہ تو نے میرا راز دیکھ لیا جو کچھ تو نے دیکھا اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ یہ کہا اور سر آسمان کی

طرف اٹھایا اور عرض کیا' یاالٰہی! جب تو نے میرا اور اپنا راز ظاہر کر دیا ہے' اب میرا یہاں رہنا دشوار' ابھی یہی کہا تھا کہ جان بحق ہو گئے۔ تیسرا گروہ جن کا ظاہر و باطن خراب ہے۔ وہ اطاعت و عبادت کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں۔

چوتھا گروہ ان حضرات کا ہے جن کا ظاہر و باطن نور عرفان و اطاعت حق سے منور و مزین ہے یہی لوگ درویش و مشائخ ہوتے ہیں۔ ان کے دل اطاعت حق و نور معرفت ازلی سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں' ان کی اطاعت میں اگر ریاکاری کا شائبہ تک ظاہر ہو جائے تو اپنے آپ کو اتنے سخت مجاہدہ میں ڈالتے ہیں کہ وہ دور ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ جب حال و وجد کی کیفیت میں ہوتے ہیں تو اگر لاکھوں تلواریں ان کے سروں پر ماری جائیں اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو انہیں پتہ تک نہ چلے گا۔ (اسرار الاولیاء)

حکایت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ ایک عالم دین حصول فیض اور حصول برکت کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دربار کے اکثر حضرات بڑے وقار اور شان و شوکت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان ظاہر بین علماء دین کی طرح جو فقط ظاہری حالت دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا جانتے ہوں' بڑے حیران ہوئے اور یہ قیاس کرتے ہوئے دل ہی میں بیزاری ظاہر کی کہ کہاں درویشی اور کہاں یہ شاہانہ آن بان۔ اس عیش و عشرت کی زندگی میں فقر و ولایت کے بلند بانگ دعوے چہ معنی دارد؟ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس شاہانہ بود و باش میں بھی کسی کو فقر و درویشی کی دولت گراں بہا ہاتھ آ سکتی ہے اس لیے کہ ان کے دل و دماغ میں فقر و درویشی کا اہل وہی تھا جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں' لنگوٹا کسا ہوا ہو' ہاتھ میں صرف لوٹا اور مصلّٰی ہو اور کھانے پینے کے لیے کچھ پاس نہ ہو۔ لہٰذا ایسا شخص جو بظاہر ٹھاٹھ سے رہتا ہو اور اسے زندگی کی ہر سہولت میسر ہو' درویشی کا دعویدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

غرض یہ کہ اس قسم کی قیاس آرائیاں کرتے ہوئے وہ عالم دین دلی طور پر باغی ہو گیا اور بدظن ہو کر واپس جانے لگا اور سوچا کہ ایسے لوگوں سے فیض کہاں مل سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اس کی باطنی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے اسے مزید موقع دینے کے لیے حکم دیا کہ اسے آج رات بھی نہ جانے دیا جائے اور مزید فرمایا کہ اس کا بستر آج

رات میرے کمرے میں ہی بچھا دیا گیا۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی اور حسب معمول کچھ وظائف پڑھے۔ اور بستر میں جاکر آرام فرما ہو گئے۔ رات بھر محو استراحت رہے، پچھلی رات اٹھے، نماز تہجد ادا فرمائی اللہ کو یاد کیا اور دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ نماز فجر کے وقت پھر بستر سے اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔

ادھر وہ عالم دین نماز عشاء پڑھ کر اپنے مصلے پر بیٹھا اور رات بھر تسبیح و مناجات کرتا، نوافل پڑھتا رہا۔ اب تک تو عالم دین نے حضرت کا دن ہی دیکھا جب رات بھی اچھی طرح ملاحظہ کرلی تو رہی سہی عقیدت اور امید بھی ختم ہو گئی۔ وہ مزید بدظن ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ عجیب اللہ کا ولی ہے۔ ولایت میں اس کی شہرت کا کیا عالم ہے اور اس کی ذاتی زندگی کا کیا حال؟ دن بادشاہوں کی طرح گزارتا ہے اور رات مزے سے آغوش نیند میں، ایسا شخص بھلا ولایت کی بلندیوں کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جب اپنی عبادت پر بار بار نگاہ ڈالتا تو یہ سوچتا کہ اس سے تو ہم لوگ بہتر ہیں جو اگرچہ شہرت اس قدر نہیں رکھتے مگر ان سے عبادت اور ریاضت میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ میں نے ساری رات مصلے پر گزاری ہے جب کہ وہ صرف نماز عشاء اور نماز تہجد کے وقت تھوڑی دیر کے لیے مصلے پر بیٹھے۔

انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں سوچتے سوچتے اس کو نیند آ گئی۔ دراصل اللہ نے چاہا کہ اسے دونوں عبادت کا فرق بھی سمجھا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت و بندگی کو خواب میں اس کے سامنے ایک نور کی مانند پیش کیا اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کو بھی ایک نور کی صورت میں۔ مگر فرق یہ تھا کہ اس شخص کی اپنی عبادت و بندگی چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی تھی اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی عبادت کا نور زمین سے لے کر آسمان اور عرش معلیٰ تک ایک روشن ستون کی صورت میں نظر آیا اور ہزاروں فرشتے اس نور کے گرد مستانہ وار طواف کرنے میں مصروف تھے۔ وہ شخص یہ منظر دیکھتے ہی دہل گیا اور حقیقت حال سے باخبر ہونے پر حضرت نظام الدین اولیاء کے قدموں میں گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔ عرض کرنے لگا حضرت! میں اپنے غلط گمان سے توبہ کرتا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہ ماجرا سمجھا دیں۔

آپ نے فرمایا مولانا صاحب! بندہ جب تک مرد نہیں ہوتا اس کا سونا جاگنا جدا نوعیت

کا ہوتا ہے مگر بندہ جب خداوند تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت میں غرق ہو کر اپنا آپ فنا کر دے تو مرد بن جاتا ہے۔ اب وہ سوئے تب بھی عبادت ہے جاگے تب بھی عبادت ہے اس لیے کہ عین ممکن ہے جاگنے والا زبان سے اللہ کا ذکر کر رہا ہو مگر اس کا دل اس کے ذکر سے غافل ہو اور ایک شخص جو بظاہر سو رہا ہو مگر عین ممکن ہے کہ اس کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ کسی کو کیا خبر کہ سونے والا کس حال میں سو رہا ہے؟ اس لیے محض اس بنیاد پر کسی کو متقی یا غافل قرار نہیں دینا چاہیئے کہ فلاں ساری رات عبادت کرتا ہے اس لیے متقی اور عنداللہ برگزیدہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ صرف فرض نماز پڑھنے والا اپنے خلوص کی وجہ سے اس عبادت گزار سے ہزاروں درجے بہتر ہو۔



باب:۵

اللہ تعالیٰ کا ذکر

اللہ کے دوستوں کا شیوہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوتے ہیں اللہ کے ذکر میں محو رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یادالٰہی بنالیا ہے۔ اس لیے وہ جس حال میں ہوتے ہیں' یادالٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے' جاگتے سوتے غرض یہ کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ ذکرالٰہی صرف ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے بندہ اپنے رب کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے۔ غرض یہ کہ ذکرالٰہی حصول ولایت کی بنیاد ہے ہر ولی اللہ نے ذکرالٰہی ہی سے اللہ کو پایا ہے کیوں کہ جب تک اس کی یاد دل مین نہ بیٹھے گی تو رب کیسے مل سکتا ہے۔ اس لیے سلف صالحین کے معمولات میں یہ چیز بہت نمایاں ہے کہ ہردم ذکرالٰہی میں مگن رہتے۔

ذکر کا مطلب اللہ تعالیٰ کو بار بار یاد کرنا ہے اگرچہ ہر عبادت کسی نہ کسی صورت میں اللہ کا ذکر ہی ہے مگر ذکرالٰہی سے خصوصاً مراد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کے اسماء کو بار بار دہرانا ہے۔ کیونکہ اللہ کے بندوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کو دل یا زبان ہی سے ادا کرنے کو ذکر قرار دیا ہے' ذکرالٰہی کی سب سے اچھی صورت اور طریقہ ہمیں حضور ﷺ ہی سے ملا ہے۔ انہوں نے جو طریقے یادالٰہی کے بتائے ہیں درحقیقت وہی جامع اور اکمل ہیں۔ ان طریقوں کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ذکرالٰہی ہے۔

ذکرالٰہی کے بے پناہ فائدے ہیں اس سے ایمان میں تر و تازگی اور استقامت پیدا ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثرت ذکر کو اپنائے۔

اللہ عزوجل کا فرمان

فرمان الٰہی ہے کہ مجھے کثرت سے یاد کرو' کیونکہ الفاظ باری تعالیٰ ہیں کہ:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ (پ ۲' البقرۃ: ۱۵۲)

"تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی کر دی ہے کہ ذکر الٰہی کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ ذکر کے لیے جگہ مقرر فرما دیتا تو ہمارے لیے وہاں جانا ضروری ہو جاتا' خواہ وہ ایک صدی کی مسافت پر ہوتی پس اس کا شکر کرو اور اسے یاد کرو۔

پس آیت کے مطابق بندے کا اللہ کو یاد کرنا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا نعمتیں عطا کرنا ہے اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کا یاد کرنا تمہاری یاد سے بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے یاد کرنے سے بخشش اور اللہ کی رحمت مراد لی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ (پ ۲۲' الاحزاب: ۴۱)

"اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔"

ذکر کثیر سے مراد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد کرنے کا مفہوم بھی اسی آیت سے اخذ ہوتا ہے اور اسی حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے صوفیاء نے یہ بات کہی ہے کہ "جو دم غافل سو دم کافر" یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہی اصل مقصود ہے لہٰذا ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یعنی لفظ اللہ پڑھا جائے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کی یوں ترغیب دی ہے کہ:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (پ ۲' البقرۃ: ۲۳۹)

"پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ذکر کی تعلیم دی ہے اسے اسی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے بعض حضرات نے اس سے مراد نماز لی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (پ ۱۰، انفال: ۴۵)

"اے ایمان والو! اگر کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح حاصل ہو۔"

دشمن دین سے جب واسطہ پڑ جائے تو اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو جائے گی کیونکہ اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمائی ہے:

﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۴۵)

"اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔"

جو چیز انسان بناتا ہے اس میں بڑائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑائی ہے یعنی جو اللہ کے ذکر کو اپنا لیتا ہے وہ دنیا کی چیزوں سے بڑا ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین کو اللہ بے پناہ عزت دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعض خاص اعمال کے بعد کثرت ذکر کا حکم دیا ہے جیسا کہ حج کے بعد کثرت ذکر کا حکم یوں دیا گیا ہے:

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴾ (پ ۲، البقرة: ۲۰۰)

"پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔"

حج کے بعد انسان چونکہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس باطنی پاکیزگی کی حالت

میں کثرت سے ذکر کرنا بہت ہی نفع بخش ہے بشرطیکہ ذکر الٰہی میں اخلاص ہو اور ذکر پر مداومت حاصل کرنی چاہیئے کثرت ذکر کے بعد انسان اللہ کے حضور جو دعا مانگے وہ قبول ہو گی اس لیے تاکید کی گئی ہے کہ سمجھ سوچ کر مانگو۔ دنیا مانگ لو گے تو فوراً مل جائے گی' دولت خوب آ جائے گی مگر آخرت میں نجات نہیں ملے گی کیونکہ اس ذکر کا اجر اللہ تعالٰی نے دنیا ہی میں دے دیا اس لیے دنیا اور آخرت میں بہتری طلب کرنا انسان کے لیے بہت اچھا ہے۔ پھر اللہ تعالٰی کا ذکر روتے ہوئے اور گڑگڑا کر کرنے کی یوں تاکید کی گئی ہے۔

﴿ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴾ (پ ۹' الاعراف:۲۰۵)

"اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔"

ایک اور مقام پر یہ فرمایا ہے کہ روزی کی تلاش کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرو۔

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (پ ۲۸' الجمعۃ:۱۰)

"پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

بہر کیف ان تمام آیات میں بندوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جب موقع پاؤ تو اسی وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔

فضائل ذکر الٰہی عزوجل

ذکر کی فضیلت کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

اللہ کی معیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب بندہ ذکر الٰہی کے لیے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا اور ذکر الٰہی کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بخاری)

دلوں کی صفائی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کے لیے صفائی کی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے عذاب سے مکمل نجات دلا دے اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جہاد بھی اس کے مقابل نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں جہاد بھی، حتیٰ کہ لڑتے ہوئے تمہاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی دعوات کبیر)

عذاب الٰہی سے نجات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جو اس کو عذاب الٰہی سے نجات دلا دے، سوائے ذکر الٰہی کے۔ (مالک، ترمذی، ابن ماجہ)

برکات ذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی جماعت ذکر الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکون و اطمینان کی دولت ان کے لیے نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔ (مسلم)

اللہ کو یاد کرنے والے کون ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ کے راستہ میں جب جبل جمدان پہنچے تو صحابہ سے فرمایا جلد چلو یہ جمدان کی پہاڑی ہے پھر فرمایا مفردوں پیش قدمی کر گئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مفردوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مرد جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں اور وہ خواتین جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں۔ (مسلم)

بہترین انسان

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا شخص بہتر ہے اور قیامت میں اس کا مرتبہ بلند ہو گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی یاد میں زیادہ مشغول رہنے والے مرد اور عورتیں۔ سائل نے کہا کیا یہ جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کفار و مشرکین سے جنگ کرو اور جہاد میں تمہاری تلوار ٹوٹ جائے اور تم خون میں لتھڑ جاؤ جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مرتبہ میں تم سے بہتر ہو گا۔ (احمد، جامع ترمذی)

عدم ذکر پر مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کوئی قوم ایسی نہیں جو ایک جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو ان کی حیثیت مردہ گدھے کی سی ہوتی ہے اور ان پر حسرت کی کیفیت ہوتی ہے۔ (احمد' ابوداؤد)

حلقہ ذکر جنت کے باغ ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا اگزر جنت کے باغوں سے ہو تو اس کے میوے کھاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا جنت کے باغ کون سے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے حلقے۔ (ترمذی)

شان ذکر اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور وہ چیزیں جو خدا کو پسند ہیں' نیز عالم اور علم سیکھنے والے کے۔ (ابن ماجہ)

ذاکر مرد اور عورت

حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے پھر دونوں نماز پڑھتے ہیں یا (شک راوی) ہر ایک ان میں سے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ تو ان دونوں کے نام ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

مجلس میں ذکر اللہ کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اس مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کیا اور نہ نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھا تو یہ نشست ان کے لیے نقصان کا سبب ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کی مغفرت فرمائے گا اور چاہے گا تو مبتلائے عذاب فرمائے گا۔ (ترمذی)

سونے سے پہلے ذکر اللہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جو شخص پاک و صاف حالت میں بستر پر جا کر اللہ کو یاد کرے اور اس کو نیند آجائے تو وہ رات میں کسی وقت کروٹ لیتے ہوئے اللہ سے دنیا اور آخرت میں بھلائی کا کوئی سوال کرے تو اللہ اس کو عطا فرما دیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

ذکر نہ کرنے کا نقصان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس کی یہ نشست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے نقصان کا سبب ہوگی اور جو شخص بستر پر لیٹ کر اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقصان کی جگہ ہوگی۔ (ابوداؤد)

زبان کو ذکر سے تر رکھو

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص بہتر ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ خوش قسمت جس کی عمر طویل ہو، اعمال اچھے ہوں۔ اس نے ایک اور سوال کیا کہ اچھے عمل کون سے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تو دنیا کو چھوڑ رہا ہو تو تیری زبان ذکر الٰہی سے تر ہو۔ (احمد، ترمذی)

بہترین اعمال

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے ان اعمال سے خبردار نہ کروں، جو تمہارے بہترین اعمال ہیں اور تمہارے مالک کو پسند ہیں اور درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور زر و مال کے خرچ سے بھی بہتر ہیں اور اس جنگ سے بھی؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں بتا دیں، تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ذکر الٰہی میں مصروف رہو

حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا اے حنظلہ کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہم سے جنت دوزخ کا ذکر کرتے ہیں گویا کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیویوں، اولاد اور جائیداد میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی حالت ہے۔ حضرت حنظلہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت ابو بکر دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں آپ ﷺ ہم سے جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں گویا کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ پھر جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیویوں' اولاد اور جائیداد میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جس طرح میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر الٰہی میں مصروف رہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم شریف)

فرمان رسول ﷺ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تہائی رات گزر گئی تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ کو یاد کرو ہلا دینے والی آ گئی اور پیچھا کرنے والی اس کے پیچھے آ رہی ہے' موت اپنی حقیقت کے ساتھ آ گئی۔ موت اپنی حقیقت کے ساتھ آ گئی۔ (ترمذی)

اللہ عزوجل کی حمد و ثناء

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی عذرہ کے تین افراد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کا بندوبست کون کرے گا؟ حضرت طلحہ عرض گزار ہوئے کہ میں۔ وہ ان کے پاس تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس کے ساتھ نکلا اور شہادت پائی' پھر دوسرا لشکر بھیجا تو ان میں دوسرا نکلا اور شہادت پائی۔ پھر تیسرا اپنے بستر پر فوت ہو گیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والا سب سے آگے تھا اور آخر میں شہید ہونے والا اس کے نزدیک تھا اور پہلے شہید ہونے والا اس کے نزدیک۔ یہ بات میرے دل کو کھٹکی اور میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ تمہیں اس میں کون سی بات ناپسند رہی جب کہ اللہ کے نزدیک اس سے افضل کوئی نہیں جس کو اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح' تکبیر اور تہلیل کے باعث۔ (احمد)

گفتگو میں اللہ کا ذکر کرو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی گفتگو ذکر الٰہی سے خالی نہ رکھو کیونکہ تمہاری

زیادہ گفتگو ذکر الٰہی سے خالی ہونا شقاوت قلبی کا سبب ہے اور شقاوت قلبی اللہ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔(ترمذی)

ذکر اللہ کی عظمت

حضرت مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفلت کرنے والوں میں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے والا مجاہد اور غفلت کرنے والوں میں سے ذکر الٰہی کرنے والا ایسا ہی ہے جس طرح خشک درخت میں سبز شاخ۔ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی کہ خشک درختوں میں سبز درخت اور اندھیرے گھروں میں روشن مکان اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو زندگی ہی میں اس کا جنتی مقام دکھا دیا جاتا ہے اور ذکر الٰہی کرنے والے کے گناہ اگر انسانوں اور جانوروں کے برابر بھی ہوں تو بخش دیئے جاتے ہیں۔(رزین)

ایمان کی علامت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے' شیطان سے بچاؤ کا قلعہ ہے اور دوزخ سے حفاظت کا سامان ہے۔

ذکر اللہ کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اشخاص کی مثال جو اللہ رب العالمین کو یاد کرتے ہیں زندوں کی سی ہے اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ مردوں کی طرح ہیں۔(بخاری)

محبوب کام

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے ساتھ اس انداز میں بیٹھنا کہ وہ صبح سے طلوع آفتاب تک بیٹھ کر اس کا ذکر کریں' زیادہ محبوب ہے بمقابلہ اس کے کہ چار غلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کریں۔اس طرح عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا بمقابلہ چار غلام آزاد کرنے کے زیادہ محبوب ہے۔(ابوداؤد)

نماز فجر کے بعد ذکر اللہ

حضرت انس صلی اللہ علیہ وسلم ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور طلوع کے بعد دو رکعت (اشراق) ادا کرے تو اس کو حج و عمرہ کی طرح

ثواب ملے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو کہ "پورے حج و عمرہ کی طرح ثواب ملے گا۔" تین مرتبہ دہرایا۔ (ترمذی)

کثرت ذکر

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ذکر زیادہ کرتے، باتیں کم کرتے، نماز لمبی پڑھتے، خطبہ مختصر دیتے اور کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ کرتے بلکہ ان کی حاجت پوری فرما دیا کرتے تھے۔ (نسائی، دارمی)

تین بھاری اعمال

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین عمل تمام اعمال سے بھاری اور مشکل ہیں۔ اول اپنی ذات سے انصاف کرنا، دوسرا اپنے بھائی سے مالی تعاون کرنا اور تیسرے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

اللہ کے بندوں کی شناخت

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے دولت کدہ میں تھے آیت ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ﴾ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔" حضور اقدس اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے، ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں سے بکھرے ہوئے بالوں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ (طبرانی)

ذکر الٰہی کی تاثیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے دل سے چپکا ہوا ہے لیکن جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے اور جب ابن آدم غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری)

جہاد کا بدل ذکر اللہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص رات کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی

شرکت نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ (بخاری' ترمذی)

ذکر اللہ کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو وہ میری ذات سے رکھتا ہے جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

ذکر الٰہی نفع بخش ہے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال ہے اس کو کوئی نفع نہیں ملتا سوائے نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور ذکر الٰہی کرنے کے۔ (ابن ماجہ)

قیامت کے دن اہل ذکر کی شان

حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر اس طرح فرمائے گا کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہو گا' وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے' لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے' وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کا حال بیان کر دیجیے کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ وہ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں گے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں گے۔ (طبرانی)

ذکر کے قریب قرب خداوندی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اسی طرح یاد کرتا ہوں۔ وہ تنہائی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ کسی مجلس میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس سے کہیں بہتر اور اعلیٰ مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل پڑتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں۔ (بیہقی شعب الایمان)

حدیث پاک حضور اقدس ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ہر شے کو چمکانے والی کوئی چیز ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر دل کو چمکاتا ہے (تنبیہ الغافلین)

اہل ذکر کا اجر حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روکے رکھا اسے بغیر مانگے سب سائلوں سے بہتر دوں گا۔(احیاء العلوم)

پانچ باتوں پر عمل کا حکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو بنی اسرائیل کے لیے انہیں پانچ باتوں کا حکم کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ ان کو ہربات کی مثال بھی سمجھائیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ:

(۱) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' کسی کو اس کے ساتھ شریک مت بناؤ اور اس کی یہ مثال بیان فرمائی کہ شرک کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی نے اپنے ذاتی مال سے ایک غلام خریدا اور اپنی باندی سے اس کا نکاح کر کے رہنے کے لیے ایک گھر بھی دیا اور تجارت کرنے کو مال دیا کہ منافع کما کر جو کچھ اپنی ضروریات سے بچ جائے وہ مالک کو ادا کرتا رہے۔ ادھر غلام نے یہ کیا کہ دشمن کو دے دیتا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسے غلاموں کو کون اچھا کہے گا۔

(۲) دوسرے آپ نے ان کو نماز کا حکم دیا اور اس کی یہ مثال دی کہ جیسے کوئی بادشاہ کسی شخص کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس کی حاجات معلوم کر کے پوری کرے تو یہ خود کمال غفلت سے دائیں بائیں جھانکنا شروع کر دے جس پر بادشاہ بھی منہ موڑ کر اس کی طرف سے بے نیاز ہو بیٹھتا ہے۔

(۳) پھر آپ نے ان کو روزہ کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ مثال سمجھائی کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ہتھیار لگا کر ڈھال تھام کر لڑائی کے لیے نکلتا ہے جس کے بعد نہ تو دشمن اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہتھیار اس پر کارگر ہو سکتا ہے۔

(۴) پھر آپ نے ان کو صدقہ کا حکم دیا اور یہ مثال سنائی کہ جیسے کسی شخص کو دشمن قید کر لے اور یہ ایک خاص رقم کے عوض اس سے سودا کر لے۔ پھر تھوڑا بہت جو بھی کماتا ہے اسے ادا کرتا رہے حتیٰ کہ اپنے آپ کو آزاد کروا لے۔

(۵) پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم اس مثال کے ساتھ سمجھایا کہ ذکر کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی قوم پر دشمن حملہ کرنے لگے تو وہ قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیں اور قلعہ بند ہو کر دشمن سے اپنی جان بچائیں۔

پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ان پانچ باتوں کا بھی حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ اور باتوں کا بھی حکم دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) جماعت کا بہت ہی دھیان رکھنا (۲) سننا اور اطاعت کرنا (یعنی حاکم وقت کا جائز امور میں کہا ماننا) (۳) ہجرت (۴) جہاد کرنا (۵) اور جو شخص اہل جاہلیت کی سی ہول پکار کرے گا وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

محبوب اور مبغوض بندے

ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تیرے محبوب بندوں کو تیرے مبغوض لوگوں سے پہچاننے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ میں اپنے محبوب بندے میں دو علامتیں رکھتا ہوں، ایک تو اپنے ذکر کی تلقین کرتا ہوں تا کہ زمین و آسمان کی بادشاہت میں اس کا ذکر کروں۔ دوسرے اپنی ناراضگی والے اور حرام کاموں سے اسے محفوظ رکھتا ہوں تا کہ وہ میرے عذاب میں مبتلا نہ ہو اور ایسے جب کسی پر غضب ہوتا ہے تو اس میں دو علامتیں مقرر کر دیتا ہوں۔ ایک یہ کہ اپنے ذکر سے غافل کر دیتا ہوں، دوسرے یہ کہ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں جس سے وہ میری ناراضگی والے اور حرام کاموں میں لگ جاتا ہے اور میرے عذاب اور سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

ذکر الٰہی میں اقوال صوفیاء

ذکر کے بارے میں اولیاء اور صوفیاء کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی معین وقت نہیں بلکہ بندے کو ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ خواہ فرض کے طور پر، خواہ استحباب

کے طور پر۔ نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے اشرف ترین عبادت ہے مگر بعض وقتوں میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں اور ذکر بالقلب عام حالات میں ہمیشہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذاکر کا ذکر میں فنا ہو کر مذکورہ مشاہدہ کو پانا ذکر کے عظیم ترین مقاصد میں سے ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذکر ایک قوی رکن ہے بلکہ اس پر سارا دار و مدار ہے اور ذکر دوام کے بغیر کوئی شخص اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذکر دو قسم پر منقسم ہے۔ زبان کا ذکر اور دل کا ذکر۔ زبان کے ذکر کے ذریعہ سے ہی انسان دل کے ذکر کو دائم رکھ سکتا ہے مگر تاثیر دل کے ذکر کی ہے۔ لہٰذا جو بندہ زبان اور دل دونوں سے ذکر کرتا ہو وہ سلوک کی حالت میں اپنے وصف میں کامل ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ذکر ولایت کا پروانہ ہے لہٰذا جسے ذکر کرنے کی توفیق مل جائے اسے پروانہ مل گیا اور جس سے ذکر چھن گیا وہ معزول ہو گیا۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دل کا ذکر مریدین کے لیے تلوار ہے اس سے وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے اور ان آفتوں کو دور کرتے ہیں جو ان پر آتی ہیں اور جب بندے کا امتحان آ پڑتا ہے تو اگر وہ اپنے دل سے اللہ کے ساتھ پناہ لیتے ہیں تو ہر بات جسے وہ ناپسند کرتے ہیں فوراً دور ہو جاتی ہے۔

حضرت احمد المسجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابو عثمان سے کسی نے سوال کیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے دل میں حلاوت نہیں پاتے۔ فرمایا کہ اللہ کی تعریف اور شکر کرو کہ اس نے تمہارے عضو کو اپنی عبادت سے مزین کر رکھا ہے۔

ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ میں جب بھی تجھے یاد کرتا ہوں تو اسی وقت میرا دل' میرا باطن اور میری روح مجھے ڈانٹنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ تمہارا محافظ پکار کر کہہ رہا ہے خبردار اس کا ذکر نہ کرنا۔ ذکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تذکرہ ذکر کے مقابلہ میں ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی سزا ہے۔ عارف کی سزا یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے

بیگانہ ہو جائے۔

انجیل میں ہے' تو مجھے اس وقت یاد رکھ جب تو غصے میں ہو۔ میں بھی تجھے اس وقت یاد رکھوں گا جب میں غضب ناک ہوں گا اور میں جو تمہاری مدد کروں اس پر راضی رہ کیونکہ میرا مدد کرنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنی مدد آپ کرے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے اور اس کا دل تقویٰ کے وصف سے پر ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی محبت کی علامت زبان اور قلب سے اس کا دائمی ذکر کرنا ہے' جسے ذکر الٰہی کا شوق ہو اسے محبت الٰہی ہو جائے گی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کا دل اور زبان اللہ کے ذکر میں لگی رہے اللہ اس کے دل میں محبت کا نور ڈال دیتا ہے۔

حضرت فتح علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جسے اللہ سے محبت ہو وہ ایک لمحہ بھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کا محب ہو' اس کا دل اپنے پروردگار کی یاد سے کبھی خالی نہ رہے اور اس کی اطاعت سے تھکنے نہ پائے۔

حضرت ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب ذکر الٰہی کرتے تو ان کی حالت غیر ہو جاتی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مخلوق کی بجائے خالق کے ذکر میں مشغول نہیں' اس کا عمل ناقص' دل اندھا اور عمر ضائع ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر روز زمین کا ایک ٹکڑا اس کے دوسرے ٹکڑے سے بزبان حال اس کا احوال پوچھتا ہے کہ آج کے دن تم پر سے کوئی ذکر الٰہی کرنے والا یا کوئی غم زدہ آدمی گزرا ہے۔ اگر زمین کا وہ ٹکڑا کہے کہ ہاں تو وہ ٹکڑا جس پر سے ایسا آدمی گزرا ہو پہلے ٹکڑے سے خود کو اشرف تر سمجھتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب تم اپنی مجلسوں میں بیٹھو تو پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیا کرو کیونکہ ذکر الٰہی مخلوق کے ذکر کی بیماری کا علاج ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جو شخص بیٹھتا آپ اس سے شرط کر لیتے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رہے گا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بعض آسمانی کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آتا ہے تو میں تیرا محبوب بن جاتا ہوں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تورات میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین! میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجر عظیم حاصل ہوگا۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذکر کا فاضل ترین مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہو جائے کہ اسے دیکھ لے اور اسے دیکھ کر اپنے آپ کو بھول جائے۔

حضرت وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا وہ ہے جو مجلس کا افتتاح ذکر الٰہی سے کرے۔

حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنے دلوں کو ہر وقت اللہ کی یاد سے تر رکھو۔ کیونکہ ذکر الٰہی سے غافل ہونے کے باعث وہ فی الفور دوری میں چلے جاتے ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر الٰہی کا سب سے اعلیٰ اور بلند مقام یہ ہے کہ دل اشارات الٰہیہ سے متاثر ہو۔ یہی ذکر دائمی ہے جسے نسیان کچھ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ غفلت اس میں کچھ کمی پیدا کر سکتی ہے کیونکہ ذکر کے اس بلند مقام پر سکون نفس اور خطرہ کی حالتوں میں ذکر جاری رہتا ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تو ذاکر ہے۔ (رسالہ انیسہ)

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی فرماتے ہیں کہ زندگی کا پھل اس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا اور ذکر خدا کی گرمی اس کے دل میں اتنی پیدا ہو گئی کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اندیشہ اس کے دل میں نہ رہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خدائے ذوالجلال کے سوا ہر چیز کی یاد سے دل کے خالی ہو جانے اور ماسوا کو بھول جانے کو ذکر کہتے ہیں اور ذکر کا کمال یہ ہے کہ اپنی یاد

بھی باقی نہ رہے اور ﴿هُوَ الذَّاكِرُ وَالْمَذْكُورِ﴾ "وہی ذاکر ہے اور وہی مذکور" کا راز اس پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تم پر ہر وقت ذکر الٰہی لازم ہے۔ اللہ کا ذکر ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی کنجی ہے اور یہی قرب کی رسی ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوا اور جو اللہ تعالیٰ پر راضی ہوا اس کو اللہ تعالیٰ کی رسائی حاصل ہوئی۔ صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا ذکر پختہ ہوتا ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کو پانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کثرت کرے کیونکہ ذکر کثیر سے اللہ تعالیٰ سے موانست پیدا ہوتی ہے جس سے اللہ کا وصل نصیب ہوتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے انس نہ ہو وہ اللہ کی محبت کی بو تک نہیں سونگھ سکتا۔

حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا کر دیتا ہے جس سے ذکر کی کثرت ہوتی ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضرت برہان الدین غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے پہلا لسانی، جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ دوسرا قلبی، جس سے تمام جسم کے اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ تیسرا طبعی یعنی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر عضو سے ذکر کا جاری ہو جانا، چوتھے مستولی یعنی ذکر کا ایسا استیلا ہو کہ نہ ذکر رہے نہ ذاکر بلکہ صرف اللہ کی ذات ہی رہ جائے۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اصل ذاکر وہ ہے جس کی زبان ذکر میں مشغول ہو، دل خدا کی طلب میں ہو اور روح اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں گم ہو۔

ذکر اللہ کے درجات

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے چار درجے ہیں۔

اول: یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور دل اس سے غافل ہو، اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اگرچہ اثر سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ زبان جو ذکر الٰہی میں مشغول رہے اس زبان

سے بہرحال افضل تر ہے جو بے ہودہ گوئی میں مشغول رہے یا بالکل معطل ہی رہے۔

دوم: دوسرا وہ ذکر ہوتا ہے کہ دل میں موجود تو ہوتا ہے لیکن پوری طرح متمکن نہیں ہوتا اور دل اس کی قرار گاہ نہیں بن جاتا اور اس کی موجودگی اس امر پر موقوف ہوتی ہے کہ تکلف اور کوشش سے اسے دل میں رکھنا پڑتا ہے اور اگر اس کوشش و سعی میں ذرا سی بھی ڈھیل ہو جائے تو دل پھر اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے اور نفس کی باتوں میں آ کر غافل ہو جاتا ہے۔

سوم: تیسرے یہ کہ ذکر الٰہی دل میں گھر کر چکا ہو اور اس پر متمکن و مسلط ہو چکا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے دل کو آمادہ کرنے کے لیے خاصی جد و جہد درکار ہو اور یہ درجہ عظیم ہے۔

چہارم: چوتھا درجہ یہ ہے کہ دل پر ذکر حق کا نہیں بلکہ ذات حق کا غلبہ ہو جائے کہ اس شخص میں جو مذکور (یعنی حق تعالیٰ) کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ گمان یہ ہے کہ ذکر اور آگاہی ذکر کا تصور ہی دل سے محو ہو جائے اور صرف مذکور ہی دل میں باقی رہ جائے کیونکہ ذکر خواہ عربی میں ہو خواہ فارسی میں، نفس کی بات سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ مین سخن ہی کہلاتا ہے جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دل ہر طرح کے سخن سے خالی ہو جائے چاہے وہ عربی میں ہو یا فارسی میں اور مکمل طور پر اسی کا بلکہ اس سا ہو جائے اور دوسری کسی شے کی اس میں گنجائش ہی نہ رہے اور یہ انتہائی درجہ کی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے عشق کہتے ہیں اور عاشق کی تمام سرگرمیاں معشوق ہی کے لیے وقف ہوتی ہیں اور کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے کہ دل عاشق تصور معشوق میں اس درجہ مستغرق کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیا و کائنات کی ہر چیز کو فراموش کر دیتا ہے تو تصوف کی راہ اول تک پہنچ جاتا ہے کہ یہی وہ حالت ہے جسے صوفیاء نے فنا و نیستی کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی جو کچھ "ہے" اس کے ذکر سے "نہیں" میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خود بھی نیست ہو کر رہ جاتا ہے یعنی اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کے اور بھی بہت سے عالم ہیں کہ ہمیں ان کی قطعاً خبر تک نہیں اور وہ ہمارے لیے گویا کوئی وجود ہی نہیں رکھتے کیونکہ ہمارے نزدیک تو وجود اسی چیز کا ہے جس کی ہمیں خبر ہو

اسی طرح یہ عالم جن کی ہمیں خبر ہے اور جن کو ہم ہست یعنی موجود سمجھتے ہیں جب کسی کو
فراموش ہو جائیں تو اس کے لیے نیست یعنی غیر موجود ہو جاتے ہیں اور جب انہوں نے اپنے
آپ کو بھی فراموش کر دیا تو گویا اپنے آپ سے بھی نیست یعنی غیر موجود ہو گئے اور جب حق
تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی (حتیٰ کہ اپنی ذات بھی) تو اس کے بعد ہست یعنی
موجود صرف ذات حق ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب تو زمین و آسمان پر نظر ڈالتا ہے اور جو
کچھ تجھے اس میں نظر آتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ جو کچھ دکھائی دے رہا ہے اس سے زیادہ یا
اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں۔ بس یہی کچھ ہے جو پیش نگاہ ہے۔ اسی طرح یہ شخص (ذات
حق میں فنا ہو جانے والا) بھی سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کو دیکھتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ جو
کچھ ہے وہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اس کا اپنا بھی کوئی وجود نہیں۔ پس یہاں
پہنچ کر اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان جدائی ختم ہو جاتی ہے اور یگانگی حاصل ہو جاتی ہے
اور یہ توحید و وحدانیت کا پہلا عالم ہوتا ہے کہ جدائی کی خبر بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ اسے
جدائی اور دوری کا احساس ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ جدائی کا احساس اسی کو ہوتا ہے جو دو چیزوں کو
(علیحدہ علیحدہ) جانتا ہو، یعنی اپنے آپ کو اور ذات حق تعالیٰ کو اور جس شخص کا ذکر ہم کر رہے
ہیں وہ تو اپنے حال میں اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور سوائے ایک ذات کے اور کسی کو
جانتا ہی نہیں تو پھر اسے کیا خبر کہ جدائی کس بلا کا نام ہے؟ چنانچہ جب وہ اس درجہ تک رسائی
حاصل کر لیتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس کے سامنے نمودار ہونے لگتی ہیں اور ارواح،
فرشتے اور انبیاء پیاری پیاری شکلوں میں اس کے روبرو بلا حجاب جلوہ نما ہونے لگتے ہیں اور وہ
جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اس پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے ایسے عظیم
الشان احوال و واردات ظاہر ہونے لگتے ہیں کہ انہیں الفاظ و عبارات کا جامہ پہنانا ممکن نہیں
ہے اور جب اپنے آپ میں واپس آتا ہے تو اگرچہ دوسرے کاموں سے آگاہ ہوتا ہے لیکن
اس کیفیت بے خودی کا اثر اس میں بدستور موجود رہتا ہے لہٰذا رہ رہ کر وہ شوق اس پر غالب
آنے لگتا ہے، تب دنیا، دنیا کی ہر چیز اور لوگوں کی (کاروبار دنیا میں) مشغولیت اور انہماک اسے
پسند نہیں آتے۔ چنانچہ اس کا محض جسم ہی اہل دنیا کے درمیان موجود ہوتا ہے ورنہ دل سے
وہ غائب ہی ہوتا ہے اور وہ دنیا داروں کو تعجب و حیرت سے دیکھتا ہے کہ آخر کیوں یہ لوگ دنیا

میں اس درجہ کھوئے ہوئے ہیں۔؟ یہاں تک کہ اسے ان پر ترس آنے لگتا ہے اور وہ (ناخوشی کے بجائے) ترحم انگیز نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے چارے کتنی بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کیے ہوئے ہیں اور ادھر (محروم اسرار) دنیا والے اس پر ہنستے ہیں کہ وہ آخر کاروبار دنیا میں مشغول کیوں نہیں ہو جاتا؟ اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید وہ جنون و دیوانگی میں مبتلا ہو گیا ہے (کہ اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں ہے) پس اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے درجے پر نہ پہنچ جائے اور یہ احوال و مکاشفات اس پر ظاہر نہ بھی ہوں لیکن ذکر حق اس پر غالب آ جائے تو یہ بھی کیمیائے سعادت سے کم نہیں۔ کیونکہ جب ذکر حق غالب ہو جائے تو حق تعالیٰ سے انس و محبت بھی از خود غالب ہو کر رہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام دنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھنے لگتا ہے اور اصل سعادت یہی ہے کہ جب اس کا رجوع حق تعالیٰ کی طرف رہے گا اور اسی کی صورت ہر دم پیش نظر ہو گی تو لامحالہ موت کے وقت مشاہدۂ حق کی بدولت (تکلیف نزع کے بجائے) کمال لذت و راحت اسے حاصل ہو گی اور اسی قدر زیادہ حاصل ہو گی جس قدر کہ محبت الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہو گی اور وہ شخص جس نے دنیا ہی کو اپنا محبوب بنا رکھا ہو تو اسے دنیا کی جدائی کا رنج و درد باعث عذاب ہو گا اور دنیا سے محبت جس قدر زیادہ ہو گی (وقت مرگ) اس سے جدائی کا رنج بھی اتنا ہی شدید ہو گا۔ (کیمیائے سعادت)

ذکر کی حکایات

حضرت بایزید کا قول

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیونکہ یاد الٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے۔ جواب ملا کہ بایزید کی۔ فرمایا کہ میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا۔ اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ وہ خاصان خدا کی طرح خدا میں گم ہو گئے تھے۔

حکایت

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ سے سفر میں اپنے اونٹ پر بے حد بوجھ لاد لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شان بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے بھی یا نہیں چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھ تو معلوم ہوا کہ پورا بوجھ اونٹ کی کمر سے اوپر تھا۔ یہ دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اوجب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لیے روانہ ہو گئے اور جب اہل شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ خلجان ہو گیا کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا ہوں تو یاد الٰہی میں غفلت ہو گی۔ لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ گو میں نے اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے برا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

حکایت

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ مداومت کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور ایک مرتبہ موسم گرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا یہاں سایہ میں آ جاؤ۔ لیکن آپ نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی ندامت ہوتی ہے کہ خواہش نفس کے لیے کوئی اقدام کروں پھر فرمایا کہ جب بغداد میں لوگوں نے مجھ کو پریشان کرنا شروع کیا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میری چادر لے لے تاکہ باجماعت نماز سے نجات حاصل ہو جائے اور مخلوق سے کوئی واسطہ نہ رہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے چادر لے لی اس وقت سے ذکر الٰہی اور گوشہ نشینی کے سوا مجھ کو اچھا نہیں لگتا۔

ذکر الٰہی کی لگن

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہوا دیکھ کر عرض کیا کہ اس کو سایہ میں کیوں نہیں رکھا؟ فرمایا کہ جس وقت میں نے یہاں رکھا تھا اس وقت سایہ تھا لیکن اب دھوپ میں سے اٹھاتے ہوئے مجھے اس لیے ندامت ہوتی ہے کہ محض اپنی راحت کے لیے تضیع اوقات کرتے ہوئے

ذکر الٰہی سے غافل رہوں۔

حکایت ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شکاری کو دیکھا وہ ساحل پر مچھلی کا شکار کر رہا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب مچھیرا کوئی مچھلی پکڑتا تو ٹوکری میں ڈال کر اس لڑکی کے پاس رکھ دیتا تھا اور لڑکی مچھلی کو ٹوکری سے نکال کر پانی میں چھوڑ دیتی۔ کافی دیر تک مچھلی کا شکار کرنے کے بعد جب اس نے ٹوکری میں دیکھا تو ٹوکری میں کچھ نہ تھا۔ لڑکی سے پوچھا کہ مچھلیاں کیا ہوئیں لڑکی نے جواب دیا ابا جان! کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مچھلی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے وہ کانٹے میں پھنستی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا کہ اتنی عمر ہو گئی لیکن مجھے اس بات کا وہم بھی نہ ہوا تھا۔

حکایت کسی دوست نے احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو مکتوب تحریر کیا تو آپ ذکر الٰہی میں مشغولیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے مرید سے یہ جواب لکھوا دیا کہ مجھے جواب دینے کی فرصت نہیں ملتی اور تمہیں ذکر الٰہی سے کسی وقت غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا اور آپ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے ذکر الٰہی سے ٹھہر جائیے۔ آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کر رہا ہوں اور اس حالت میں کئی جگہ سے آپ کا لب کٹ گیا مگر آپ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ذکر الٰہی کے موقع پر نڈھال ہو جاتے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کے دوران آپ پر رقت کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ کوئی مجذوب قسم کا شخص پراگندہ حالت میں آپ کے سامنے آگیا آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دھلوا کر فرمایا کہ جو منہ ذکر الٰہی کا مظہر ہو اس کو پراگندہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جب اس نیم پاگل شخص کو تھوڑا ہوش آیا تو لوگوں نے اس کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا جسے سن کر اس نے دل سے توبہ کر لی۔ پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ تم نے محض خدائے بزرگ و برتر کی خاطر ایک مجذوب کا چہرہ دھلوایا لہٰذا اس کے بدلے

میں اللہ تعالیٰ نے تیری روح و قلب کو پاک صاف کر دیا۔

حکایت حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جو شخص محبوب کے مکان کا جاروب کش نہ بن سکے اس کا شمار عاشقوں میں نہیں ہو سکتا اور جو شخص خدا کے سوا کسی اور سے انس رکھتا ہے وہ خدا کے انس کو قطع کر دینے والا ہے۔ یہ حقیقت جان لو کہ ذکر الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کا ذکر کرنا لغو اور بے بنیاد ہے۔

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ ایک روز مریدوں کو پاس بٹھا کر انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ ایک مرید خاص نے گزارش کی کہ حضرت یوں تو میں ہر لمحہ ہر آن ذکر میں مصروف رہتا ہوں لیکن قلبی طور پر پھر بھی غیر مطمئن سا رہتا ہوں اس کا کیا کیا جائے؟۔

ابو عثمان نے جواب دیا اے خوش بخت انسان! قدرت نے تیری زبان کو جو لذت عطا کی ہے تو اس کا شکریہ ادا کرتا رہ تاکہ دوسرے اعضاء بھی لذتیں حاصل کر لیں یہ سن کر وہ مرید پہلے سے زیادہ یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو گیا۔

حکایت حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بھی بڑے عجیب انداز میں ہوا۔ آپ سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک نابینا شخص ملا جو اللہ اللہ کرتا ہوا کہیں جا رہا تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تو اللہ کو کیا جانے؟ اگر تو اللہ کو جان لیتا تو زندہ نہ رہتا۔ یہ فرما کر آپ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی کچھ دیر بعد جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے بیابان جنگل کا رخ کیا۔ وہاں پر آپ کے جسم میں بانس کی اس قدر پھانسیں چبھیں کہ جسم مبارک سے خون بہنے لگا اور خون کے ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ کے نام کا نقش ظاہر ہونے لگا اس کیفیت میں آپ کے مریدین آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے اور آپ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حکایت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کی ایک شاگرد عورت رہتی تھی اس عورت کا ایک لڑکا معلم کے پاس پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ ایک روز معلم نے اس لڑکے کو کسی پن چکی پر بھیج دیا' وہ لڑکا وہیں پانی میں جا کر ڈوب گیا۔ معلم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت سری سقطی کے پاس بھیجی۔ حضرت مع اپنے اصحاب کے لڑکے کی ماں کے پاس،

تشریف لے گئے اور پہلے اس سے صبر و رضا کے متعلق طویل باتیں کیں۔ آپ کی یہ باتیں سن کر عورت نے عرض کیا کہ حضرت ان باتوں سے آپ کا مدعا کیا ہے اور اس تلقین کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب کر مر گیا ہے۔ عورت نے کہا میرا بیٹا؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہارا بیٹا۔ اس عورت نے عرض کیا ہرگز نہیں، حق تعالیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ حضرت نے پھر مکرر فرمایا کہ تمہارا بیٹا ڈوب کر مر گیا ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو آپ مجھے اس جگہ لے چلیں، میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ لوگ اسے لے کر نہر پر پہنچے اور بتایا کہ تیرا جگر گوشہ یہاں مردہ پڑا ہے۔ عورت نے اپنے بچے کو آواز دے کر پکارا "بیٹا محمد" لڑکے نے فوراً جواب دیا "حاضر ہوں ماں" یہ جواب سن کر عورت پانی میں اتر گئی اور اپنے بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکال لائی اور پھر اسے اپنے ساتھ لے کر گھر چلی گئی۔ اس واقعہ پر حضرت اور ان کے رفقاء حیران ہوئے۔ حضرت اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے حضرت ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت جنید نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ عورت یاد الٰہی سے اپنے کو ہمہ دم آراستہ رکھتی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ ہے اور جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی اطلاع دے دیتا ہے، بیٹے کی غرقابی کی اطلاع اسے نہیں ملی تھی۔ اس لیے اس نے اس پر یقین کرنے سے انکار کیا اور نہایت پختگی کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔

حکایت

منصور دوانقی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کا خلیفہ تھا اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ جاؤ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں حضرت کو قتل کر دوں۔ وزیر نے کہا، جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول ہے اور جس کا دنیا کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کو بلاسبب قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا انہیں ضرور لاؤ میں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے بہت سمجھایا مگر خلیفہ نے ایک نہ سنی۔ آخر کار وزیر حضرت کی تلاش میں نکلا۔ خلیفہ نے غلاموں سے کہا کہ جس وقت حضرت آئیں اور میں سر سے ٹوپی اتاروں تو تم انہیں قتل کر دینا۔ جب حضرت تشریف لائے تو منصور آپ کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اور آپ کو تخت پر بٹھا کر خود ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ غلام یہ

دیکھ کر حیران ہوئے۔ منصور نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں! مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ مجھے پھر اپنے پاس نہ بلانا اور اب مجھے اجازت دو کہ جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ سن کر خلیفہ نے حضرت کو بڑے اعزاز سے رخصت کیا جب حضرت تشریف لے گئے تو خلیفہ کانپ کر بے ہوش ہو گیا اور تین دن تک بے ہوش رہا۔ جب ہوش آیا تو وزیر نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ خلیفہ نے کہا کہ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہمراہ ایک اژدھا ہے جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اوپر ہے اور زبان فصیح سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے حضرت کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی تو میں تجھے اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ اس لیے میں اس اژدھے کے ڈر کے مارے، کچھ نہ کہہ سکا اس سے معافی مانگی اور بے ہوش ہو گیا۔

شان ذکر میں کہتا ہوں کہ ذکر الٰہی سب سے اعلیٰ بندگی ہے' ذکر دل کی روشنی اور آنکھوں کا نور ہے' ذکر حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے' ذکر آئینہ مسلمانی ہے' ذکر دل کی فرحت اور سرور ہے' ذکر عاشقوں کے دلوں کا سوز ہے' ذکر حلاوت ایمان ہے' ذکر حب الٰہی کا خزانہ ہے' ذکر اسلام کی روح ہے' ذکر مومن کی معراج ہے' ذکر اللہ کے قرب کا زینہ ہے' ذکر قبر کی روشنی ہے' ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے' ذکر رہنمائے جنت ہے' ذکر اللہ سے دوستی ہے' ذکر کوئے یار کی گدائی ہے' ذکر نوائے شوق کا بے تاب خزانہ ہے' ذکر زندگی کی مہک ہے' ذکر قلب و نظر کی آواز ہے' ذکر نغمۂ بہار ہے' ذکر باغ بہشت کا پروانہ ہے' ذکر طالبوں کی فریاد ہے' ذکر اسرار فقر ہے' ذکر شراب معرفت ہے' ذکر لذت آہ سحر گاہی ہے' ذکر انسانی ضمیر کی آواز ہے' ذکر سوز و مستی' جذب و شوق ہے' گویا کہ ذکر ایسی دولت ہے جسے پا کر انسان بے نیاز ہو جاتا ہے۔



باب:٦

مراقبہ

مراقبہ اعمال ولایت سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوستی کے لیے جن اعمال کو اپنائے بغیر چارہ نہیں ان میں سے ایک مراقبہ ہے۔ مراقبہ کا مطلب دل کی نگہبانی ہے۔ یعنی دل کی اس طرح حفاظت کی جائے کہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر خیال نکل جائے اور دل میں پوری طرح اللہ تعالیٰ کا خیال یعنی تصور سما جائے۔ بظاہر تو یہ کیفیت بڑی مشکل نظر آتی ہے مگر کثرت ذکر سے یہ حالت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت دنیا سے تعلق قطع کر لینا چاہیے اور برائیوں پر نفس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ برے لوگوں کی صحبت ترک کر دی جائے تب مراقبہ کی کیفیت ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی ورنہ کچھ عرصے بعد ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلانے کے لیے مراقبہ بہت ضروری ہے۔

اہل تصوف نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مراقبہ کا مفہوم اخذ کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا﴾ (پ ۲۲' الاحزاب ۵۲)

"اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

اپنے ذہن میں ہر وقت اس بات کو راسخ کرنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میں جو کر رہا ہوں وہ اس کے علم میں ہے مراقبہ کہلاتا ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اس احساس کو ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ ہے۔ یہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ اس درجہ تک سالک کی رسائی ان چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی' اعمال کا محاسبہ' جلد از جلد اصلاح حال' راہ حق پر ثابت قدمی' اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی نگہداشت' کسی سانس کو بیکار اور یونہی ضائع نہ کر دینا ہے۔ یہ پاس انفاس ہے۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سالک کا نگران ہے۔ اس کے دل کے قریب ہے اور اس

کے تمام احوال سے واقف ہے اور اس کی تمام باتیں سنتا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ (پ ۴' النساء:۱)

"بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مراقبہ کے معنی پاسبانی اور نگہداشت کے ہیں۔ جس طرح سرمایہ اپنے شریک تجارت کے حوالے کر کے اس سے (نہ صرف) شرط کر لیتے ہیں بلکہ ہوشیار رہتے ہیں اور غافل نہیں رہتے اور اس کی ہر حرکت سے باخبر رہتے ہیں تاکہ خیانت نہ کرنے پائے' اسی طرح نفس سے شرائط کے باوجود خبردار رہنا چاہیے اور اس کی نگہبانی سے غافل نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ ذرا سے تغافل سے نفس پھر اسی کاہلی اور شہوت پرستی کے زیر اثر اپنی اصلیت پر لوٹ آئے گا اور اسی سرکشی کا مظاہرہ کرنے لگے گا جو اس کی عام عادت ہے۔ مراقبے کا صحیح حق جبھی ادا ہو سکتا ہے کہ آدمی اس بات پر کامل یقین رکھے کہ حق تعالیٰ میرے ہر خیال سے باخبر ہے۔ اس سے کوئی بات اور اس بات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں لوگ تو صرف اس کے ظاہر سے واقف ہوتے ہیں لیکن حق تعالیٰ نہ صرف اس کے ظاہر بلکہ باطن سے بھی آگاہ ہے۔ جس نے اس حقیقت کو پالیا اور یہ عقیدہ اس پر غالب ہو گیا اس کا ظاہر آراستہ اور باطن پیراستہ ہو جاتا ہے بلکہ اس پر ایمان نہ رکھنے والا کافر ہے اور ایمان کے باوجود اگر اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ وہ (مذموم ترین) دلیری ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴾ (پ ۳۰' العلق: ۱۴)

"تو کیا حال ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ مراقبے کے لیے ضروری ہے کہ تمام اشیاء سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی روح کو حاضر باش رکھے اور اسی سے ہر بات کی طلب رکھے۔

بعض صوفیاء نے مراقبے سے قلب کی ایک خاص حالت مراد لی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ طریقہ جس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ خیال رکھے کہ دل میں جو کچھ ہے اور ظاہری طور پر بندہ جو عمل کر

رہا ہے اسے اللہ دیکھ رہا ہے‘ اس طرح سے دنیوی آلائشیں ختم ہو جائیں گی اور انسانی طلب میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات رہ جائے گی۔ اور یہی مراقبے کا مقصد ہوتا ہے۔

احادیث مراقبہ

حدیث جبرائیل علیہ السلام اہل تصوف کا کہنا ہے کہ حدیث جبرائیل میں سے مراقبے کا حکم اخذ ہوتا ہے جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک نہایت سفید لباس اور نہایت سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا۔ اس پر نہ کوئی سفر کا اثر تھا اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو مبارک سے اپنے زانو ملا کر اور اپنے ہاتھ زانوؤں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بتلایئے اسلام کیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا‘ نماز قائم کرنا‘ زکوٰۃ دینا‘ رمضان کے روزے رکھنا اور طاقت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ اس نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔ اس پر ہم متعجب ہوئے کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے پھر پوچھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ‘ اس کے فرشتوں‘ کتابوں‘ رسولوں اور آخرت اور اچھی بری تقدیر کو دل سے ماننا۔ اس نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کرنا گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ بھی دیکھ رہا ہو تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ پھر پوچھا کہ قیامت کے بارے میں بتایئے۔ (کہ کب ہو گی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ باخبر نہیں۔ آنے والے نے عرض کیا کہ قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں‘ ننگے جسم‘ مفلس اور بکریاں چرانے والوں کو تعمیرات میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوئے دیکھو گے۔ پھر وہ سائل چلا گیا۔ کچھ دیر ٹھہر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم شریف)

اصل طریقہ عبادت

حضور ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد میں یہ فرمایا گیا ہے کہ عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو اس کا پختہ یقین رکھو کہ وہ تو تمہیں ضرور ہی دیکھ رہا ہے۔ جب تک اس بات پر پکا یقین نہ رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہربات کو جانتا بھی ہے اور تمہاری ہر حرکت سے واقف اور ہر فعل سے باخبر ہے اس وقت تک تمہارا کوئی کام صحیح طور پر انجام نہیں پا سکتا کیونکہ اسے غیر حاضر سمجھ کر تم ضرور من مانی کرنے لگو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑی خبر والا ہے۔" یعنی وہ تجھ پر ایسے ہی نگاہ رکھتا ہے جس طرح کہ رقیب رکھا کرتے ہیں بلکہ آدمی کا کمال اصلی تو یہ ہے کہ ہر وقت حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں رہے۔ یعنی یوں سمجھے کہ ذات باری تعالیٰ ہر لحظہ اس کے پیش نظر ہے اور وہ خود ہمہ وقت حق تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔

بندے کو اللہ عزوجل کا دیکھنا

حضور ﷺ سے ایک حبشی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرے گناہ بے حساب ہیں اگر میں توبہ کروں تو کیا مجھ جیسے گناہ گار کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور قبول ہو گی۔ حبشی نے کہا کیا خدا تعالیٰ مجھے گناہ کرتے وقت بھی دیکھتا رہا ہے؟ فرمایا ہاں! وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ یہ سن کر حبشی نے ایک نعرہ مارا اور گرتے ہی جان بحق ہو گیا۔

اللہ کی یاد کا اجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے جہنم سے نکال لو جس نے مجھے ایک روز بھی یاد کیا یا ایک جگہ بھی مجھ سے ڈرا۔ (ترمذی)

لفظ اللہ کی حفاظت مراقبہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ لفظ اللہ کے تصور کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ مجاہدہ کر اس کی معرفت کو پائے گا۔ جو مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب مدد چاہے تو صرف اللہ سے طلب کر اور جان لے کہ اگر تمام امت تجھے نفع دینے پر متحد ہو جائے تو تجھے وہی فائدہ پہنچائیں گے جو تیرے مقدر میں ہے اور اگر سب کے سب تجھے نقصان دینے پر ایکا کر لیں تو اسی قدر نقصان پہنچائیں گے جو اللہ تعالیٰ

نے تیرے لیے لکھ دیا۔ قلمیں اٹھا دی گئیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔(ترمذی)

اللہ کا تصور رکھنا مراقبہ ہے

حضرت ابو ذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد نیکی کرو' وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔(ترمذی)

اللہ بندے کے گمان سے بھی قریب تر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو وہ میری ذات سے رکھتا ہے۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر دل میں کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔(بخاری)

توجہ سے ذکر الٰہی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ دستہ بہت سا مال غنیمت لے کر بہت جلد واپس آگیا اس وقت کسی نے کہا گویا یہ لشکر گیا ہی نہ تھا اور ہم نے کسی فوجی دستہ کو اتنی جلدی فتح حاصل کر کے اتنا مال غنیمت لاتے نہیں دیکھا ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی قوم کی بابت نہ بتاؤں جو جلد اپنا کام بھی مکمل کر لے اور مال غنیمت بھی حاصل کرے۔ وہ جماعت ایسے افراد کی ہے جو نماز فجر میں حاضر ہوئے' نماز سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہے' یہی لوگ زیادہ اجر وصول کرنے والے اور مقصد حاصل کر کے جلد لوٹنے والوں میں سے ہیں۔(ترمذی)

سات اشخاص پر اللہ کی رحمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے جب کہ اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ عادل حکمران' اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھنے والا نوجوان' وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہتا ہے' وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے باہم محبت کرتے ہیں' اسی پر اکٹھے

ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں' وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت گناہ کی طرف بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ آدمی جو اس قدر پوشیدگی سے صدقہ دیتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ (بخاری)

روایت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کی طرف جا رہا تھا کہ ایک جگہ تھوڑی دیر کے لیے ہم بیٹھ گئے اتنے میں ایک چرواہا ادھر سے بکریاں لیے ہوئے گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ ایک بکری میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا یہ بکریاں میری ذاتی ملکیت نہیں ہیں کیونکہ میں تو غلام ہوں (اور صرف ان کا چرواہا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اسے آزمانے کے لیے) فرمایا کہ مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا اٹھا لے گیا تھا اسے کیا پتہ چلے گا (وہ کوئی دیکھ تھوڑا رہا ہے؟) چرواہے نے عرض کیا کہ وہ نہ جان سکے گا (اور نہ دیکھ سکے گا) تو کیا حق تعالیٰ بھی نہ جانے گا (اور نہ دیکھے گا) یہ سن کر حضرت عمرؓ زار زار رونے لگے۔ اس کے مالک کو بلوایا۔ غلام کی قیمت ادا کر دی اور پھر اسے آزاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات سے جس طرح تو اس دنیا میں آزاد ہوا ایسے ہی اس جہاں میں بھی نجات پائے گا۔

روایت اور جب زلیخا نے خلوت میں یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تو پہلے اس بت کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جس کی وہ پرستش کیا کرتی تھی (یعنی وہ اسے دیکھ نہ سکے) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے زلیخا! تو پتھر کے اس بت سے جو کہ صرف پتھر ہی ہے اس درجہ شرم رکھتی ہے اور (تیرا کیا خیال ہے کہ) میں اس رب دو عالم سے شرم نہیں رکھتا جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور انہیں (ہر لحظہ) دیکھ رہا ہے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ میں اپنی آنکھوں کو برائی سے نہیں بچا سکتا' کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے؟ فرمایا بس یہی کہ تو اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ جس قدر تو کسی کو دیکھ سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ حق تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بہشت میں جو خاص وادی عدن کے نام سے موسوم ہے وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہ کا ارادہ کریں لیکن پھر میری

شرم کی وجہ سے اس کے مرتکب نہ ہوں۔

حکایت ایک مرید اپنے پیر کامل کا خاص منظور نظر تھا اور پیر ہمیشہ دوسرے مریدوں کی نسبت اس پر زیادہ مہربان رہتا تھا۔ یہ سلوک دوسرے مریدوں کے لیے باعث غیرت بنا ہوا تھا۔ پیر نے (جو مریدوں کو مبتلائے رشک دیکھا) تو ایک دن ہر مرید کو ایک ایک پرندہ دے کر کہا اسے کسی ایسی جگہ لے جا کر ذبح کر کے لاؤ جہاں تمہیں کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ ہر مرید کسی تنہائی کے مقام پر گیا (اور دوسروں سے نظر بچا کر) اپنے اپنے پرندے کو ذبح کر کے لے آیا۔ لیکن وہ مرید پرندے کو زندہ ہی واپس لے آیا۔ پیر نے کہا تو اسے ذبح کر کے کیوں نہیں لایا؟ مرید نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں کوئی بھی مجھے نہ دیکھ رہا ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ مجھے ہر جگہ دیکھتا ہوا دکھائی دیا۔ تب پیر نے ان (کم نظر) مریدوں سے کہا کہ اب تم خود ہی اس مرید کے مرتبہ و مقام کا اندازہ کر لو کہ یہ تو ہمیشہ مشاہدۂ الٰہی میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف ملتفت ہوتا ہی نہیں۔ لہٰذا اس سے غافل بھی نہیں ہونے پاتا' اسے تو خدا اپنی طرف دیکھتا نظر آیا اور تمہاری خود بینی نے تمہیں اپنے ہی آپ میں مگن رکھا۔

صوفیاء کا مسلک

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مراقبہ میں ثابت قدم رہا اسے صرف اللہ کے ہاں اپنے حظ کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو گا کسی اور کے ہاں نہیں۔

ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احکام خداوندی کا لحاظ رکھنے سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں خلوص پیدا ہوتا ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کو پسند کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا' ان چیزوں کی تعظیم کرے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی اور ان چیزوں کو حقیر جانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حقیر جانا۔

حضرت ابو القاسم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر لحاظ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو دیکھتے ہوئے اپنے باطن کا دھیان رکھنا مراقبہ ہے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ افضل ترین عبادت کون سی ہے؟ تو فرمایا کہ ہر دم اللہ کو نگاہ میں رکھنا۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہترین عبادت یہ ہے کہ تو اپنے اوقات کی حفاظت کرے اس طرح کہ اپنی حدود کے سوا کسی چیز کی طرف نہ جھانکے۔ نہ اپنے رب کے سوا کسی اور کو نگاہ میں رکھے اور اپنے وقت کے سوا کسی اور کا ساتھ نہ دے۔

ایک مرتبہ حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تصوف کے معاملہ کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اول یہ کہ تو اپنے نفس پر لازم کرے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی نگاہ میں رکھے اور اس علم کا اثر تمہارے ظاہر پر موجود ہو۔

حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قول ہے کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ شخص کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امید تجھے اطاعت پر تحریک کرتی ہے اور خوف تجھے معصیت کے کام سے دور لے جاتا ہے اور مراقبہ تجھے حقائق کی راہ تک پہنچا دیتا ہے۔

جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے مراقبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر خیال جو دل میں پیدا ہو اور بندہ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اپنے باطن کے واردات کا خیال رکھے، یہی مراقبہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جب تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لیے بیٹھو تو دل اور نفس کو نصیحت کرو، اپنے پاس لوگوں کا ہجوم دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو کیونکہ لوگ تو صرف تمہارا ظاہر دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارا باطن دیکھتا ہے۔

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ خراز کے پیر طریقت نے فرمایا ہے کہ اپنے باطن اور مراقبہ کا ہر دم لحاظ رکھو۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں جنگل میں جا رہا تھا، یکایک میرے پیچھے سرسراہٹ سی آواز سنائی دی جس سے میں ڈر گیا۔ میں نے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر نہ مڑا۔ پھر دیکھا کہ کوئی چیز میرے کندھے پر کھڑی ہے پھر وہ ہٹ گئی، میں بدستور اپنے باطن کو نگاہ میں رکھے رہا۔ پھر جو مڑ کر دیکھا تو وہ ایک بڑا درندہ تھا۔

حضرت یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں۔ خدا کی پسندیدہ چیز کو مرغوب رکھنا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک عزم رکھنا' قلت و کثرت کو منجانب اللہ تصور کرنا اور اللہ کے ساتھ راحت اور سکون حاصل کرنا' مخلوق کے میل جول سے بچنا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ بندہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اگر یہ کیفیت ہمیشہ قائم ہو جائے تو مراقبہ کہلائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے اور اس درجہ تک سالک کی رسائی نیک اعمال کے بغیر نہیں ہوتی۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مراقبے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے دل سے ہر چیز کو نکال دے اور دنیا سے میل جول ترک کرلے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس قدر محو ہو جائے کہ تجھے چاروں طرف حق تعالیٰ کے سوا کچھ دکھائی نہ دے۔

حضرت جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس بات کو جانے کہ حق تعالیٰ مجھ پر مطلع ہے اور مجھے دیکھتا ہے' نہ یہ کہ سر کو زانو پر رکھ کر بیٹھا رہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خالق کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنے کی وجہ سے مخلوق کی دید کو بالکل بھول جانا مراقبہ ہے۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے' جس کو کماحقہ' بہت کم لوگوں نے حاصل کیا ہے اور میں نے اس طریقہ میں یہ معلوم کیا ہے کہ نفس کی مخالفت کرو اور سنت کی پوری اتباع کرو۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس اللہ سرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی توجہ سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے اور جب آنحضرت قدس سرہ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم صرف حصول دولت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہو کر مقصود حقیقی سے جا ملو۔ اصحاب تکمیل و ارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصل الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں' اس

کے بعد ان کو دودھ سے روکتے ہیں اور محرم بارگاہ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلاواسطہ پیر کے براہ راست حضرت عزت وجلت قدرت سے فیض حاصل کرنے لگیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اپنے فعل و قدرت اور اپنے اوصاف و احوال سے جدا ہو کر فیضان الٰہی کے منتظر رہنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

آپ ہی نے مراقبہ کے بارے میں مزید فرمایا ہے کہ مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظار طلب میں صفائی مقصود ہوتی ہے اس حالت میں کہ طالب اسی قوت اور طاقت سے نکل گیا ہو اور خدائے جل شانہ کے لقاء کا مشتاق اور اس کی خواہش میں مستغرق ہوا ہو (جل ذکرہ) اور قوت کی دید کوشش کا غبار ہے اور آستانہ کا انتظار کرنا حق کی کشش ہے۔ ایسا مراقبہ سوائے منتہی یا قریب الانتہا شخص کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لیے ابو الخباب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے ان دس خصلتوں میں سے جن میں موت بالارادہ کو بیان کیا ہے اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو اپنی طاقت اور قوت کی دید سے نکال کر انتظار میں رہنا چاہیئے۔ وہ تمام مراقبات جو مطلوب کو مثالوں اور خیال کی شکل میں مقید کر کے پیش کرتے ہیں' اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنے دل کو دنیا کی ہر چیز کی طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا مراقبہ ہے۔ مراقبہ دل کا نگہبان ہے اس لیے ہمیشہ مراقبہ کے ذریعے اپنے دل کی ماسویٰ اللہ تعالیٰ کے حفاظت کرو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے مریدوں کو کثرت ذکر اور مراقبہ کی پابندی کی تلقین کیا کرتے تھے اور خود بھی نماز تہجد کے بعد فجر کی نماز تک مراقبہ فرماتے۔

اللہ کے سوا ہر چیز سے توجہ ہٹانا مراقبہ ہے

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو خلق سے اس درجہ غافل ہو کہ صرف اپنے ہی حال میں مشغول ہو؟ فرمایا ہاں! ایک ایسے شخص سے واقف ہوں اور یہ لو وہ سامنے آ ہی رہا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو حضرت عتبہ الغلام تشریف لا رہے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے

پوچھا کہ آپ نے راستے میں کون کون سے اشخاص کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی بھی شخص کو راستے میں نہیں دیکھا حالانکہ جس راہ سے وہ تشریف لائے تھے وہ عام آمدو رفت کی راہ ہی نہ تھی بلکہ راستے میں بازار بھی پڑتا تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ایک عورت کے قریب سے گزر ہوا تو اس پر اپنا ہاتھ دے مارا اور اس پر گر پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ تو فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ شاید دیوار ہے۔

حکایت

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میرا گزر ایک گروہ کے قریب سے ہوا۔ وہ لوگ تیر اندازی میں مشغول تھے لیکن ایک شخص ان سے کافی فاصلے پر تن تنہا بیٹھا ہوا تھا' میں اسی کی طرف ہو لیا تاکہ اس سے کچھ بات چیت کروں۔ اس نے کہا باتوں میں کیا دھرا ہے اس سے ذکر الٰہی بہتر ہے۔ میں نے کہا اے شخص! تو اکیلا یہاں بیٹھا ہے؟ بولا یہ تم کیسے کہتے ہو؟ میں اکیلا نہیں ہوں میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور دو فرشتے بھی تو میرے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا اس قوم پر کسی نے سبقت بھی حاصل کی؟ کہا کیوں نہیں! جسے حق تعالیٰ نے بخش دیا۔ آخر میں نے پوچھا راستہ کدھر ہے؟ وہ بندۂ خدا آسمان کی طرف منہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا (یعنی اشارہ کرتے ہوئے کہ راستہ تو وہی ایک ہے) اور جاتے جاتے یہ الفاظ کہتا گیا کہ باری تعالیٰ! تیری مخلوق میں بہت سے لوگ ہیں کہ تجھ سے دور رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

حکایت

عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے پتہ و نشان دیتے ہوئے بتایا کہ صور کے مقام پر ایک بوڑھا اور ایک نوجوان ہمیشہ مراقبے میں بیٹھے رہتے ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دو شخص قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں تین بار سلام کیا۔ لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں نے کہا تمہیں خدا کا واسطہ ہے میرے سلام کا جواب تو دو۔ جوان نے سر اوپر اٹھایا اور کہا اے ابن خفیف! یہ دنیا بہت کم ہے (یعنی چند روزہ ہے) اور اس تھوڑی سی مدت میں بہت سا حصہ (زاد آخرت کے طور پر) حاصل کرنا ہے' کیا تو اس کام سے فارغ ہو لیا جو یہاں ہمیں سلام کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر پھر مراقبے میں چلا گیا مجھے بھوک اور پیاس نے تنگ کر رکھا تھا لیکن (اس کی یہ بات سن کر) مجھے بھوک اور پیاس یاد تک نہ رہی اور میں ہمہ تن انہی میں محو ہو کر رہ گیا اور وہیں ٹھہر گیا۔ ظہر اور عصر کی نماز ان

کے ساتھ ہی پڑھی اور پھر کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے کہا اے ابن خفیف! ہم اہل مصیبت ہیں ہم کسی کو نصیحت کیا کریں گے؟ میں تین دن تک وہیں رہا اور ہم میں سے کسی نے بھی اس عرصے میں نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی کوئی لمحہ بھر کے لیے سویا۔ آخر میں نے دل میں کہا کہ کیوں نہ ان کو خدا کی قسم دوں کہ مجھے نصیحت کرو۔ (میرے دل کی بات گویا ان لوگوں نے سن لی) جوان نے پھر ایک بار سر اٹھایا اور کہا کہ صحبت کے متلاشی ہو تو کسی ایسے بزرگ کی صحبت تلاش کرو جس کا دیدار تمہیں حق تعالیٰ کی یاد دلا دے اور اس کی ہیبت و جلال کا نقش تیرے دل پر پختہ ہو جائے اور وہ بزرگ تمہیں نصیحت کرے تو زبان کردار سے کرے نہ کہ زبان گفتار سے۔

حکایت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی حاکم کا ایک وزیر تھا۔ ایک روز وہ وزیر کے سامنے کھڑا تھا کہ اس نے نوکر کی طرف جو وہاں کھڑا تھا نگاہ کی۔ مگر کسی بری نظر سے نہیں اس لیے کہ اس نے اس کی کوئی حرکت یا آواز محسوس کی تھی۔ اتفاقاً حاکم نے اس وزیر کو اس حالت میں دیکھ لیا' اس سے وزیر کو ڈر ہوا کہ کہیں حاکم یہ نہ سمجھ لے کہ اس نے اس کی طرف بری نظر سے دیکھا ہے لہٰذا اس نے اسی طرز پر امیر کو بھی دیکھنا شروع کر دیا' اس دن کے بعد جب کبھی بھی یہ وزیر حاکم کی خدمت میں آتا تو ایک طرف دیکھتا رہتا۔ تاآنکہ حاکم کو خیال ہوا کہ وزیر کی عادت ہی اس طرح سے دیکھنا ہے اور حاکم کے دل سے وہ خیال جاتا رہا۔

یہ تو اس مراقبہ کا حال ہے جو ایک مخلوق کا دوسری مخلوق کے لیے ہے لہٰذا اگر بندہ اپنے آقا کے لیے مراقبہ کرے تو پھر کتنی اچھی بات ہے۔

مراقبہ کی اہمیت حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بہت زیادہ نفل نماز پڑھنے سے مراقبہ زیادہ بہتر ہے اور ذوق و راحت جو میسر آ جائے وہ غنیمت ہے۔ اسی طرح صوفیاء کے نزدیک وضو میں حضوری اور شگفتگی یہ ہے کہ ہر عضو کو دھونے کے وقت متصل اور علیحدہ سمجھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر وضو آدمی کو ہرگز نہیں سونا چاہیے اور حالت بیداری کے فوراً بعد دوبارہ وضو کر لینا چاہیے اسی طرح قیلولے کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ مسنون ہے۔

حضرت بشر حافی کا مراقبہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ عالم مراقبہ میں پوری رات گھر کے دروازے پر ایک قدم اندر اور ایک باہر رکھے کھڑے رہے۔ پھر ایک مرتبہ مراقبہ ہی کے عالم میں چھت پر چڑھتے ہوئے پوری رات سیڑھیوں پر گزار دی اور جب نماز صبح کے وقت آپ اپنی ہمشیرہ کے ہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے فرمایا کہ میں اس تصور میں غرق ہوں کہ بغداد میں دو غیر مسلموں کے نام بھی بشر ہیں اور میرا نام بھی یہی ہے لیکن نہ جانے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اسلام سے کیوں نوازا اور انہیں کیوں محروم رکھا۔

حضرت بایزیدؒ بسطامی کا مراقبہ

حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا؟ فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا کیے جو آپ پر بھی منکشف ہیں اور ظاہر میں بھی اس کی علامتیں پائی جاتی ہیں اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں دینے کے لیے کوئی چیز مل جائے لیکن نہیں مل سکی۔

حضرت خواجہ امکنگی کا واقعہ مراقبہ

پیر محمد خان نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ سمرقند پر چڑھائی کی۔ باقی محمد خان حاکم سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ حاکم سمرقند گھبرایا ہوا حضرت مولانا امکنگی کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کا طالب ہوا۔ حضرت نے خود پیر محمد خان کے پاس جا کر نصیحت کی کہ مخلوق خدا کے قتل و غارت سے کوئی فائدہ نہیں تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔ مگر وہ صلح پر راضی نہ ہوا۔ حضرت خفا ہو کر واپس آئے اور باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے توبہ کر لے کہ آئندہ خلق خدا پر کبھی ظلم نہیں کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو فتح پائے گا۔ باقی محمد خان نے عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی ظلم و ستم نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا جاؤ

اور حملہ کر دو۔ تمہاری سلطنت تمہیں مبارک ہو۔ حضرت نے باقی محمد کی پیٹھ پر دست شفقت رکھا باقی محمد رخصت ہوا اور اس کے پیچھے حضرت مولانا درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے' شہر کے کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو بیٹھے اور بار بار سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اسی اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی خان نے فتح پائی اور پیر محمد مارا گیا اس وقت مولانا مراقبہ سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے۔

مراقبہ کی خبر کا مقام

حضرت شیخ عثمان زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان حاضر ہوئے اور درخواست کی ان کے باہمی نزاع کے متعلق انصاف فرمائیں۔ آپ نے فریقین کے بیانات سنے اور جو فیصلہ فرمایا وہ مسلمان جاٹ کے حق میں تھا۔ اس پر ہندو فریق بہت چلایا کہ آپ نے اپنی ملت کا پاس کیا ہے اور مجھے کافر ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر مراقبہ فرمایا اور اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ تم دونوں کی بیویاں اس وقت حاملہ ہیں جو سچا ہے اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہو گی۔ دونوں نے منظور کر لیا۔ تھوڑے دن بعد ہندو فریق کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور مسلمان فریق کے ہاں لڑکا۔ اس وقت دونوں کا جھگڑا ختم ہوا اور اس عدالت کی سچائی اور انصاف پروری کا سکہ بیٹھ گیا۔

مراقبے کا کمال

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ عبادت کے دوران اس قدر مگن ہوتے تھے کہ گرد و پیش کے ماحول سے آپ قطعی بے خبر ہوتے تھے۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی ولی اللہ کو اس کی کیف و وجد کی حالت میں نہیں دیکھا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کچھ اس طرح محو مراقبہ پایا کہ ان کے جسم کا ایک رواں تک حرکت نہیں کر رہا تھا۔ حضرت نوری کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے حضرت شبلی نے سوال کیا' "آپ نے مراقبے کا یہ کمال کس سے حاصل کیا ہے؟"

اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن نوری نے فرمایا کہ میں نے مراقبے کا یہ کمال ایک بلی کو دیکھ کر حاصل کیا ہے جو ایک مرتبہ کسی چوہے کے بل کے سامنے مجھ سے بھی زیادہ بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی جب کہ میں تو پھر بھی انسان ہوں اور خدا سے محبت کا دعویدار ہوں۔ آپ کی بات سن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ لاجواب ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ پر مراقبے کا اثر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ بلخ تشریف لے جا رہے تھے تو شہر بسطام میں عارضی قیام کے دوران آپ کی ملاقات بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو گئی۔ بایزید نے یحییٰ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جس پر انہوں نے جواب دیا کہ یحییٰ بن معاذ رازی۔ اس پر بایزید فرمانے لگے کہ تمہاری شکل و صورت مجھے کچھ شناسا سی لگتی ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔

بایزید بسطامی کا یہ مشفقانہ انداز دیکھ کر یحییٰ بن معاذ کو بہت روحانی خوشی ہوئی اور انہوں نے بایزید سے دریافت کیا کہ کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ بایزید نے کہا میں تو خود ہی چاہتا تھا اور کافی عرصہ سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔

چنانچہ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ مستقل طور پر بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی رہنے لگے اس دوران یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اصول رہا کہ وہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات زندگی کا بغور مشاہدہ کرتے اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کرتے۔

ایک دن یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ان کی تعلیمات سے مستفید ہو رہے تھے کہ اچانک بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ یحییٰ میرے پاس رہ کر تمہیں کچھ حاصل بھی ہوا ہے یا یونہی بیکار وقت گزارنے کا احساس ہو رہا ہے؟

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا حضرت! آپ کی نظر التفات کے بغیر مجھے بھلا کیا حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ مجھے کچھ عطا کرنا چاہیں تو یہ میری خوش بختی ہو گی۔ بایزید نے کہا کہ دراصل میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اپنی پوری توجہ میری جانب مرکوز رکھو۔

چنانچہ اس روز کے بعد یحییٰ بن معاذ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات زندگی پر پوری توجہ مرکوز کر دی اور ان کے ہر فعل کا بغور جائزہ لینے لگے۔ بایزید بسطامی جب مراقبے میں مشغول ہوتے تھے تو ان کی حالت دیدنی ہوتی تھی۔ آپ عشاء کی نماز کے بعد پنجوں کے بل ایڑیاں اٹھا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر جب صبح کا اجالا پھیلنے لگتا تو دیوار یا کسی درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد دوبارہ سجدے میں چلے جاتے جو خاصا دراز ہوتا تھا سجدے سے سر اٹھانے کے بعد آپ طویل دعا مانگتے تھے۔

ایک روز بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ طویل سجدے کے بعد دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! تجھ سے ایک قوم نے تجھ کو طلب کیا' تو نے اس کی دعا قبول کی۔ اس کو پانی پر چلنا' ہوا میں اڑنا' زمین کو طے کرنا اور ماہیئت کو بدل دینا بطور کرامت سکھایا اور وہ اس پر راضی بھی ہو گئی لہٰذا میں ان تمام باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

ابھی آپ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ آپ کی نظر یحییٰ بن معاذ پر پڑ گی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟۔

یحییٰ نے جواب دیا "میں آپ کے در کا درباری ہوں یحییٰ بن معاذ۔"

بایزید نے پھر سوال کیا "تم یہاں کب سے کھڑے ہو۔؟"

"میں یہاں بہت دیر سے کھڑا ہوں"۔ یحییٰ بن معاذ نے جواب دیا۔

آپ کا جواب سن کر بایزید بسطامی تو خاموش ہو گئے مگر یحییٰ بن معاذ نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور بایزید سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے کیا مجھے اپنی اس کیفیت کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟ میں اکثر سوچتا ہوں کہ آپ اتنی دیر مراقبے کی حالت میں اور پھر سجدے میں کیوں پڑے رہتے ہیں؟ بایزید بسطامی کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمانے لگے۔

سنو یحییٰ! مراقبہ کے دوران مجھے قدرت نے آسمانوں کی سیر کرائی ہے پھر غیب سے مجھے آواز آئی کہ بتا تجھے کون سی شے پسند ہے تاکہ وہی تیرے حوالے کر دی جائے؟ میں نے جواب میں کہا کہ اے میرے خدا! تیری قدرت دیکھ کر میں حیران ہوں کہ تجھ سے کیا شے مانگوں! میرے اس سوال پر غیب کی طرف سے مجھے مطلع کیا گیا کہ تو اے بایزید! اللہ کے محبوب اور پیارے بندوں میں شامل ہے اور تو جس طرح سے صدق دل سے اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے قدرت نے بہت پسند کیا ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن معاذ کو مراقبے کے دوران کی ساری کیفیت بتا کر کہا کہ آسمانوں کی سیر اور غیب سے آنے والی آواز نے مجھے رشک میں مبتلا کر دیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن کر حضرت یحییٰ بن معاذ پر عشق الٰہی کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا اور تلاش حق میں محو ہو گئے۔

حضرت شیخ ابن عربی کا مراقبہ

ایک مرتبہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام کتاب نصوص الحکم نامی جو کہ وحدت الوجود کے مسئلہ پر مشتمل ہے' اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے ہیں اور شیخ کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں تصنیف کراؤ کہ ذات مطلق واحد ہے جس نے کہ ذات اور اسماء اور صفات سے مختلف تعینات اور لباسوں میں ظہور فرمایا ہے۔ پس انہوں نے بموجب تعمیل حکم کتاب مذکورہ تصنیف کی اور مسئلہ مذکورہ کو اس میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کامل انسانوں میں اپنے سارے اسماء کو ظاہر کر دیا ہے جیسے آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے تمام اسماء ربانی ظاہر ہوتے ہیں۔

مراقبہ کیا ہے؟

کسی نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت میں پہنچتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ پانچ باتوں سے۔ ایک استقامت جس میں کجی نہ ہو' دوسرے اجتہاد جس میں سہو نہ ہو' تیسرے ظاہر و باطن میں خدا تعالیٰ کا مراقبہ' چوتھے موت کی انتظاری' پانچویں نفس کا حساب لینا' پہلے اس سے کہ اس سے حساب لیا جائے۔

اہل تقویٰ کا مراقبہ

نیک اور متقی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جنہیں پختہ یقین ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کے حال سے پوری طرح باخبر ہے اور ہر وقت دیکھ رہا ہے اور اس سے حد درجہ شرم رکھتے ہیں لیکن وہ عظمت و جلال خداوندی میں اس طرح مستغرق نہیں ہوتے کہ اپنی ذات اور احوال عالم ہی سے بے خبر ہو جائیں۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو بالکل اکیلا کوئی کام کر رہا ہو اور ننگا ہو لیکن اگر کوئی بچہ بھی اس حالت میں وہاں آ جائے تو اس سے شرما کر اپنے اختیار سے اپنے آپ کو چھپا لے یا ڈھانپ لے۔ اول الذکر کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے کہ جس کے سامنے اچانک بادشاہ آ جائے اور وہ اس کی ہیبت و دبدبہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پس جو شخص اس درجہ پر ہو اسے اپنے احوال و خطرات اور حرکات و سکنات کا مراقبہ اور خیال رکھنا لازم ہے اور جس کام کو بھی ہاتھ ڈالے پہلے اسے دو نظروں سے دیکھے اور ان میں سے پہلی نظر تو کام کی ابتدا کرنے سے بھی پہلے ہوتی ہے یعنی جونہی اس کام کا خیال آئے' اسی وقت اس پر غور کرے اور دل کو مراقبہ میں ڈال

دے کہ اس میں کیا خیال ظاہر ہو رہا ہے پھر اس خیال پر غور کرے کہ آیا اس کا ظہور پذیر ہونا بجائے خود حق تعالیٰ کے لیے بھی ہے یا نہیں؟ (یعنی پہلی نظر ہے) اور پھر اگر اسے راہ خدا کے شایان شان پائے تو کرے اور اگر دیکھے کہ اس میں خواہش نفس کار فرما ہے تو اس سے پرہیز کرے اور حق تعالیٰ سے شرم کرے اور اپنے آپ کو ملامت کرے کہ ابھی تک دل ایسے کاموں کی طرف راغب ہونے کی جرأت رکھتا ہے جن کا تصور بھی اس میں نہ ہونا چاہیئے۔ گویا کہ اس کے مال اور ذلت و خواری کے تمام پہلوؤں پر نگاہ ڈالے' سوچے اور پھر آخری فیصلہ کرے۔ پس دل میں گزرنے والے ہر اندیشے کی ابتدا ہی میں یہ مراقبہ فریضے کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ تمام حرکات و سکنات جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے ان کے بارے میں تین سوال اس سے کیے جائیں گے۔

(۱) کیوں؟ (۲) کیسے؟ (۳) کس لیے؟۔

ان میں سے "کیوں" کا مطلب یہ ہو گا کہ فلاں کام کیوں کیا؟ یعنی پوچھیں گے کہ تجھ پر یہ فرض کر دیا گیا تھا کہ تو جو کام بھی کرے گا خدا کے لیے کرے گا۔ اب یہ بتا کہ تو نے کیوں کیا تھا؟ کیا خدا کے لیے کیا تھا یا شیطان کو خوش کرنے کے لیے یا اپنے نفس کی تسکین کے لیے؟ اگر اس میں ماخوذ ہونے سے بچ گیا تو "کیسے" کی باری آئے گی۔ یعنی پوچھیں گے کہ تو نے یہ کام کس طرح سے سرانجام دیا؟ کیونکہ ہر کار خیر کے لیے کچھ آداب اور شرائط مقرر ہیں جن کا علم لازمی ہے (جسے علم شریعت کہتے ہیں) اب تو بتا کہ تو نے جو اس کام کو کیا تو آیا علم کے مطابق کیا یا جہالت کی آسانی کا سہارا لیا اور جاہلوں کی طرح اسے انجام دیا؟ اگر اس مواخذہ سے بھی بچ نکلا تو "کس لیے" کا سوال ہو گا۔ یعنی پوچھیں گے کہ تجھ پر واجب کر دیا گیا تھا کہ تو ہر کام کو پورے خلوص کے ساتھ صرف حق تعالیٰ کے لیے کرے گا۔ اب تو بتا کہ تو نے اسے کس واسطے کیا؟ آیا تو نے حق تعالیٰ کے لیے کیا تاکہ اس کا ثواب و اجر تجھے ملے یا محض ریاکاری سے کیا تھا (تاکہ فلاں شخص دیکھے اور داد تحسین دے؟) اگر ریا سے کیا تھا تو اجر اسی سے طلب کر جس کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ اگر دنیا کے لیے کیا تھا تو اجر و ثواب کو باطل سمجھ کہ اس صورت میں تو اس حق دار ہی نہیں اور اگر کسی دوسرے کے لیے (غیر اللہ کی خاطر) کیا تھا تو تجھے عذاب و عقوبت میں گرفتار ہونا ہو گا۔ کیونکہ ہمارا حکم بالکل واضح اور صاف تھا کہ یاد رکھو

عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو صرف اللہ کے لیے سزاوار ہے۔ نیز بتا دیا گیا تھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ پس جو کوئی اس حقیقت کو پا لے گا وہ اگر عقل مند ہو گا تو دل کے مراقبے سے کبھی غافل نہ رہے گا اور اس حقیقت کی اصلیت یہی ہے کہ خاطر اول (یعنی دل میں پیدا ہونے والے پہلے خیال) پر ہی کڑی نظر رکھے کیونکہ اگر (اس کے خراب ہونے کی صورت میں) اس کو اسی وقت دفع نہ کرے گا تو دل اس کی طرف راغب ہوتا جائے گا پھر یہ رغبت اسے ہمت دلائے گی (یعنی اس کے ارتکاب پر دلیر کر دے گی) پھر یہ ہمت قصد وارادہ کی شکل اختیار کر لے گی اور بالآخر اعضاء اس کی تعمیل میں لگ جائیں گے اور وہ کام صادر ہو کر رہے گا۔ اسی لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس وقت تو دیکھے کہ کسی کام کی ہمت تیرے دل میں پیدا ہوئی جا رہی ہے اسی وقت خدا سے ڈر اور اس سے پرہیز کر۔

یاد رہے کہ اس بات کی پہچان حاصل کرنا کہ کون سا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور کون سا نفس کی طرف سے ہوتا ہے، بجائے خود ایک علم ہے اور نہایت مشکل علم لیکن ہے بہت ضروری اور جس میں خود اس کو پہچاننے کی طاقت نہ ہو اسے چاہیئے کہ کسی عالم پرہیز گار (یعنی عالم باعمل) کی صحبت میں رہے تاکہ اس کی صحبت کے نور سے اسے رہنمائی حاصل ہو اور دنیا دار علماء سے خدا کی پناہ مانگے (اور ان کے قریب بھی نہ پھٹکے) کہ شیطان نے اپنی نیابت انہی کو توسونپ رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ "اے داؤد! اس عالم کی صحبت سے ہمیشہ دور رہ جسے دنیا کی محبت نے مست و مدہوش کر رکھا ہو۔ اس سے ہرگز کوئی بات نہ پوچھو کہ وہ تو تمہیں میری محبت سے بھی محروم کر دے گا کیونکہ یہ دنیا دار عالم وہ ڈاکو ہیں جو میرے بندوں کے دین کو لوٹ رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو شبہ کی چیزوں میں تیز بین اور دور اندیش ہو اور اس کی عقل کو شہوت کا غلبہ نہ مار سکے (یعنی جو مشتبہ اشیاء کو فوراً بھانپ لے اور شہوت کے زور میں بھی عقل کا دامن نہ چھوڑے) کمال آدمیت تو یہی ہے کہ ان ہر دو میں آدمی کو کامل دسترس حاصل ہو یعنی بصیرت ناقد کے نور سے حقیقت حال کو پہچان لے اور عقل کامل کی مدد سے شہوت کو دفع کرے اور یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں کہ

جس کے پاس شہوت کو دفع کرنے والی عقل کامل نہ ہو اس کے پاس بصیرت ناقد بھی نہیں ہوتی جس سے شہادت کا اندازہ کر سکے اور اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے گناہ کیا اس کی عقل اس سے جدا ہوئی کہ پھر واپس نہ آئی۔“ (یعنی عقل ماری گئی جب ہی تو گناہ کیا اور اگر واپس آجاتی تو بھی گناہ سے باز رہتا)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ عمل تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) حق روشن یعنی جس کا حق ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل بجالانا چاہیئے۔

(۲) باطل روشن یعنی جس کا باطل ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل نہ کرنا چاہیئے (بلکہ اس سے کنارہ کش رہنا لازم ہوتا ہے)

(۳) مشکل یا مشتبہ جس میں کوئی اشکال، پیچیدگی یا شک و شبہ پایا جائے اور ایسا عمل (انجام دینے یا ترک کرنے سے پہلے) کسی عالم سے پوچھ کر کرنا چاہیئے (یا ترک کرنا چاہیئے)

دوسری نظر وہ مراقبہ ہے جو عمل کرتے وقت کیا جاتا ہے اور عمل کوئی بھی ہو تین حالتوں میں سے کسی ایک کا عامل ضرور ہوتا ہے یعنی عمل یا تو طاعت ہو گا یا گناہ ہو گا یا مباح ہو گا۔ طاعت میں مراقبہ یہ ہے کہ اسے اخلاص کے ساتھ بجالائے، حضور قلب سے کرے اور اس سے متعلق تمام آداب کو ملحوظ رکھے (اور ایسی کوئی چیز ہاتھ سے نہ جانے دے جو اس (طاعت) میں (اس کی فضیلت میں) اضافے کا باعث ہو سکتی ہو۔

گناہ یا معصیت کی صورت میں مراقبہ یہ ہے کہ شرم کرے، توبہ کرے اور اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر کرے۔

مباح میں مراقبہ یہ ہے کہ باادب رہے نعمت الٰہی میں نعمت عطا کرنے والے کو جلوہ گر پائے اور یہی سمجھے کہ ہر وقت اسی منعم (نعمت دینے والے) کے حضور میں حاضر ہوں۔ چنانچہ بیٹھے تو ادب سے (جیسے کہ مؤدب ہونے کا حق ہے) سوئے تو دائیں پہلو پر سوئے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے۔ کھانا کھائے تو (اس کی لذت اور مزے میں نہ کھویا رہے بلکہ) اس وقت بھی دل کو تفکر سے خالی نہ ہونے دے کہ تمام اعمال میں تفکر سے بڑھ کر فضیلت کسی چیز کو حاصل نہیں ہے (اور کھانے میں تو تفکر کی گنجائش بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے) کیونکہ ہر کھانے میں کتنی ہی صنعتیں اس کے صانع (صنعت گر) کی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کی شکل و صورت،

ساخت، رنگ و بو، ذائقہ، لذت غرض کتنے ہی پہلو دعوت فکر دیتے ہیں اور پھر وہ اعضاء بھی تفکر کا سامان بہم پہنچاتے ہیں جو اس کھانے کو استعمال میں لاتے ہیں۔ کہیں انگلیاں ہیں کہ اس کو پکڑتی ہیں، کہیں منہ ہے کہ اس کو اپنے بیچ میں رکھ لیتا ہے، کہیں دانت ہیں کہ اسے چبا رہے ہیں، کہیں جگر ہے کہ معدے سے اس غذا کو طاقت میں تبدیل کر رہا ہے، کہیں مثانہ ہے اور دیگر اعضاء کہ ان میں سے کوئی اس کھانے کو قبول کر رہا ہے اور کوئی اس کی حفاظت پر مامور ہے کہ وہ اچھی طرح ہضم ہو جائے اور کوئی وہ ہیں کہ اس کی ثقالت اور غلاظت کو دور کرنے کے لیے ہیں یہ سب کے سب اس کی صنعت گری کے عجیب و غریب مظاہر ہیں اور ان میں تفکر کرنا یقیناً ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ کیونکہ جب ہم سوچیں گے کہ اگر ان میں سے ایک بھی عضو بیمار ہوتا تو سارے نظام میں خلل پیدا ہو جاتا تو پھر ہم ایک ایک عضو کا خیال کر کے ایک ایک کے لیے خدا کا شکر بجالائیں گے اور شکر گزاری بجائے خود زبردست عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ مراقبہ علماء کے درجے ہیں۔

اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جب ان صنعتوں کو دیکھتے ہیں تو نہ صرف شکر بجا لاتے ہیں بلکہ ان میں صانع کی عظمت کو کچھ اس طرح جلوہ گر پاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اس کی عظمت و جلال کے نقوش اور بھی گہرے ہو جاتے ہیں اور اس کے جلال، جمال اور کمال میں مستغرق ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ مراقبہ موحدوں اور صدیقوں کو نصیب ہوتا ہے۔

اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب خواہش نہ ہو تو کھانے کو غصہ اور کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت بھی صرف بقدر ضرورت کھاتے اور اس میں بھی دل یہی کہتا رہتا ہے کہ اے کاش! ہم اس کے محتاج ہی نہ ہوتے تاکہ یہ تھوڑا سا بھی نہ کھانا پڑتا۔ پس وہ اس تفکر میں رہتے ہیں کہ کہیں بلا ضرورت کوئی ذرہ بھر کھانا بھی ان کے منہ میں نہ جانے پائے۔ یہ زاہدوں کا مقام ہے۔ (کیمیائے سعادت)

حکایت

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے آپ کے آبائے کرام کسی زمانے میں اجودھن سے آکر لدھیانے میں مقیم ہوئے تھے۔ حضرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے دہلی تشریف لائے۔ بادشاہ اکبر کو حضرت کی ذات بابرکات سے اعتقاد ہوا۔ اکثر بادشاہ آپ کے در دولت پر حاضری دیتا تھا۔ ایک روز اکبر بادشاہ نے حضرت کی

خدمت میں عرض کی کہ مجھے اولاد نرینہ کی بہت آرزو ہے۔ خدا سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ حضرت نے مراقبہ کیا' بعد ازاں مراقبے سے سر اٹھا کر فرمایا تیری تقدیر میں اولاد نرینہ نہیں ہے' مجبوری ہے۔ بادشاہ نے پھر عرض کیا کہ حضرت اگر یہ تقدیر میں ہوتا تو میں آپ سے دعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا بہتر ہے کل رانی کو ہمارے گھر بھیج دو۔ اگلے روز بادشاہ اکبر نے رانی کو حضرت کے گھر بھیج دیا۔ جب حضرت کو رانی کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ بچہ اس کو دے دو۔ حضرت کی زوجہ مبارکہ حاملہ تھیں۔ آپ کی بی بی صاحبہ نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی۔ جب رانی محل سرائے میں پہنچی تو خدا کی قدرت سے آثار حمل نمودار ہوئے۔ بادشاہ اکبر حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے فرزند عطا کیا ہے۔ مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ جب شہزادہ پیدا ہوا تو اکبر نے اس کا نام سلیم رکھا اور بچپن ہی سے شہزادے کو حضرت کی خدمت میں تربیت کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

حکایت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو کہتے سنا کہ کسی حاکم کا ایک غلام تھا جس کی طرف اس کی توجہ اوروں کی نسبت زیادہ تھی حالانکہ نہ تو اس کی قیمت ان کے مقابلے میں زیادہ تھی اور نہ ان کے مقابلے میں وہ زیادہ خوب صورت تھا۔ لوگوں نے اسے اس کے بارے میں کہا' تو امیر نے انہیں بتلانا چاہا کہ خدمت گزاری میں وہ اوروں کے مقابلہ میں کس طرح افضل ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے نوکروں سمیت سواری کے لیے نکلا کچھ فاصلہ پر پہاڑ تھا جہاں برف پڑی ہوئی تھی۔ حاکم کو خبر نہ کی کہ اس نے گھوڑا کیوں دوڑایا ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ برف لے کر حاضر ہوا۔ حاکم نے اس سے سوال کیا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں برف چاہتا ہوں؟ غلام نے جواب دیا کہ آپ نے برف کی طرف دیکھا تھا اور بادشاہ کا کسی چیز کو دیکھنا قصد صحیح کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس پر حاکم نے کہا کہ میری عنایت اور توجہ اس کی طرف اس لیے زیادہ ہے کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول رہتا ہے مگر اس کا کام یہ ہے کہ وہ میری نگاہ کو دیکھتا ہے اور میری حالت پر نظر رکھتا ہے۔

باب:۷

زہد

اللہ تعالیٰ زاہدوں کا دوست ہے کیونکہ زاہد اپنے آپ کو یادِ الٰہی کے لیے دنیا کی طلب سے محدود کر لیتا ہے یعنی گزر اوقات کے لیے جو مل جاتا ہے اس سے گزارا کرتا ہے اور دنیا کی رغبت چھوڑ کر آخرت کی طرف رغبت کرتا ہے۔ دنیا کی خواہشات کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیتا ہے۔ ہر قسم کی فضول آرزوؤں کو ترک کر دیتا ہے اور اپنے دل کو دنیوی امیدوں اور امنگوں سے بالکل خالی کر لیتا ہے تاکہ خالی دل میں اللہ کی یاد سما جائے۔ کیونکہ جس دل میں یادِ الٰہی سما جاتی ہے وہ اس کے نور سے منور ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے وہ دنیا کی فانی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہو جاتا ہے اور فنا کی بجائے بقا میں چلا جاتا ہے جس طریقہ سے فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے وہ زہد ہے۔

دنیا کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر کنارہ کش ہو جانا زہد نہیں کیونکہ جنگل میں جا کر بھی کھانا' پینا' سونا' پہننا' چلنا پھرنا' ترک نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی تو خوراک کا ذریعہ بنتا ہے اس طرح دنیا تو ترک نہ ہوئی بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے تھوڑے وسائل پر اکتفا کر لینا زہد ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے دوستی لگاتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ دنیا تو ختم ہو جانے والی ہے اور ہمیشہ گھٹتی رہتی ہے اور آخر کار جب موت آجاتی ہے تو مرنے والے کے لیے دنیا ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی اشیاء اللہ کے طالب کے نزدیک بالکل کچھ حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ وہ دنیوی چیزوں کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طلب کے مقابلے میں انہیں ترک کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طلب ہر حال میں دنیا کی طلب سے بہتر ہے۔ اس لیے وہ دنیوی اشیاء کے حصول کو دل سے نکال دیتا ہے اور یہی دنیا کی لگن کو دل سے نکالنا زہد کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے زہد کی تعریف یوں کی ہے کہ لفظ زہد میں صرف تین

حروف ہیں حرف "ز" کے معنی دنیا کو ترک کرنا ہے "ہ" سے ہوائے نفس کو چھوڑنا ہے اور "د" سے مراد دنیا کو ترک کر دینا ہے پس جب تو اس طرح کرے گا تو زاہد کہلانے کا مستحق ہو گا۔

تلقین زہد

اللہ تعالیٰ نے زہد کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۷)

"اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔"

اللہ کے خاص بندوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے اپنا تن من اور دھن تک قربان کر دیتے ہیں۔ اللہ کو پانے کی خاطر کسی چیز کو راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے اور اللہ کی خاطر جب اپنی دنیا کو اس کی راہ میں بالکل لٹا دیتے ہیں تو اللہ ان سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کی خاطر سب کچھ ترک کر دینا زہد کہلاتا ہے اور زاہدوں پر اللہ تعالیٰ اپنے بڑے بڑے کرم کرتے ہے۔

ایک اور مقام پر زہد کے بارے میں فرمایا ہے۔

﴿ لِكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَآ اٰتٰكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴾ (پ ۲۷، الحدید: ۲۳)

"اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں کوئی اترونا (شیخی بگھارنے والا) بڑائی مارنے والا۔"

اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کے قصے میں زاہدوں کو علماء کے اسم سے موسوم فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيۡرٌ ﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۰)

"اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا' خرابی تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے۔"

اس آیت کی تفسیر و تاویل میں کہا گیا ہے کہ لوگوں سے مراد زہاد ہیں۔

زہد کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (پ ۲۰' القصص: ۸۳)

"آخرت کا گھر ہے ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخلے کا حکم ان لوگوں کے لیے بتایا ہے جو سرکشی اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے' ان کے لیے نہیں بتایا جو سرکشی و فساد طلب نہیں کرتے یا عملی طور پر نہیں کرتے' صوفیاء نے ان لوگوں سے مراد زاہد لوگ لی ہے۔

آخرت حاصل کرنے کے لیے زہد کی ضرورت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾ (پ ۲۵' الشوریٰ: ۲۰)

"جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔"

اسی بات کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ ﴾ (پ ۱۵' بنی اسرائیل: ۱۸)

"جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں۔"

﴿ لِمَنْ نُّرِيْدُ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ﴾ (پ ۱۵' بنی اسرائیل: ۱۹)

"اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے۔"

آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنا ہی زہد ہے۔

ان تمام آیات میں ارادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ارادہ ایک بہت بڑی چیز ہے لیکن جب انسان پہلی دو چیزوں (یعنی موجود مال راہ حق میں صدقہ کرنا اور غیر

موجود کی طلب سے بے نیاز ہونا) پر عزم واستقلال سے عمل شروع کر دے تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے طلب دنیا کے ارادے کو بھی کلی طور پر دل سے نکال دے کیونکہ وہ ذات نہایت فضل وکرم فرمانے والی ہے۔ پھر جس چیز سے راہ خدا میں مال لگانے اور ترک دنیا پر مدد ملتی ہے اور جو شے اس سلسلہ میں آسانی کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ آفات دنیا اور اس کے عیوب کو ذہن میں دہرایا جائے اور یہی زہد ہے۔

زہد کی فضیلت

دنیا کو دل سے نکالنا زہد ہے

عثمان بن ابان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت مروان کے پاس آئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ ضرور مروان نے اس وقت کچھ پوچھنے کے لیے بلوایا ہوگا۔ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے مروان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث سننے کے لیے بلوایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص ہمیشہ دنیا کی فکر میں مبتلا رہے گا اور دین کی پروانہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام پریشان کر دے گا اور اس کی مفلسی ہمیشہ اس کے سامنے رہے گی اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جس کی نیت آخرت کی جانب ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی دلجمعی کے لیے اس کے تمام کام درست فرما دے گا اور اس کے دل میں دنیا کی بے پروائی ڈال دے گا اور دنیا اس کے پاس خود بخود آئے گی۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' باب ۷۴۹)

زاہد کی صحبت اختیار کرو

حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی شخص کو دنیا سے بے رغبت دیکھو اور اس میں زہد ہو تو اس کی صحبت اختیار کر لو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' باب ۷۴۸)

زہد کیا ہے

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں زہد یہ نہیں کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیا جائے اور نہ یہ کہ مال کو ضائع کیا جائے بلکہ دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو تیرے قبضے میں ہے اس پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر کہ جو

اللہ کے قبضہ میں ہے اور تو مصیبت میں ثواب حاصل کر جب کہ وہ تجھے پہنچے اور ادھر راغب ہو کر کاش! وہ تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

زاہد بننے کی تاکید

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تجھے حق تعالیٰ کی دوستی کی آرزو ہے تو دنیا میں زاہد بن جا تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں تو حقیقت میں مومن ہو چکا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ بتاؤ اس کی دلیل کیا ہے؟ عرض کیا یہ کہ میرا نفس دنیا سے اس طرح دور بھاگتا ہے کہ سونا ہو یا پتھر' اسے ان سے کوئی دلچسپی نہیں اور دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں اور یوں لگتا ہے کہ بہشت و دوزخ میری آنکھوں کے ہروقت سامنے رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تجھے جو ملنا تھا مل چکا۔ اب کوشش یہ کر کہ تو اسے برقرار رکھ سکے۔ پھر فرمایا یہ (حارثہ) وہ بندہ ہے جس کا دل حق تعالیٰ نے نورانی بنادیا ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستے پر ڈالنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان پر چڑھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔" تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی شرح کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک نور ہے جو دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور دل کو اس سے کشادگی اور فراخی حاصل ہوتی ہے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا کہ کیا اس کی کوئی خاص ظاہری علامت بھی ہے؟ تو فرمایا ہاں! نشان اس کا یہ ہوتا ہے کہ دل اس سرائے غرور (دنیا) سے بیزار ہو کر اس سرائے جاوید (آخرت) کے تصور میں لگا رہتا ہے اور موت کا سامان موت سے قبل ہی تیار کرنے کی لگن دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴)

مال جمع کرنا زہد نہیں

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے شرم کرو جس طرح کہ کرنا چاہیئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم شرم نہیں رکھتے؟ تو فرمایا کہ اگر رکھتے ہو تو اس قدر مال جمع کرنے کے کیوں درپے ہو' جس کا استعمال میں لانا بھی یقینی نہیں ہے اور کیوں ایسی تعمیرات میں منہمک ہو جن میں رہنے کی شاید نوبت ہی نہ آنے پائے۔ (کیمیائے سعادت)

حضور ﷺ کا خطبہ

ایک دن حضور ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ﴿لاَ

اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ﴾ کو بغیر کسی ملاوٹ اور آمیزش کے صحیح سلامت لے جائے وہ جنتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کی وضاحت فرمائیے کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی آمیزش سے اسے بچانا لازم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور طلب و جستجو۔ کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ملیں گے کہ جن کی باتیں سنو تو یوں معلوم ہو گا گویا پیغمبرانہ گفتگو ہے اور ان کے دلوں میں جھانکو تو عیاری سے بھرپور ہوتے ہیں۔ پس جو شخص بھی یہ کلمہ اپنی زبان پر لاتے وقت اسے دوسری باتوں میں خلط ملط نہ ہونے دے گا وہی جنتی ہو گا۔ (احیاء العلوم ج ۴)

دنیوی فکروں کو چھوڑ دینا زہد ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر فقط ایک شے آخرت کی فکر سے تعلق رکھے گا اللہ اس کے تمام دنیاوی کام اپنے ذمہ لے لے گا اور جو دنیاوی فکروں میں مبتلا رہے گا تو اللہ کو کچھ پروا نہیں خواہ وہ کہیں بھی مرے۔ (ابن ماجہ)

طاقتور مومن کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو ضعیف مومن سے زیادہ پسند ہے اور ہر بھلائی میں حرص کرو جو تمہیں نفع دے اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا اور جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے۔ (مسلم)

نفسانی خواہشات کی مذمت

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے اور نالائق وہ جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے۔ (ابن ماجہ)

زہد اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے

حضرت محمد بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے تھے کہ بندہ اگر پیدا ہونے کے روز منہ کے بل گر جائے اور بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں

مشغول رہے تو قیامت کے روز اسے بھی حقیر سمجھے گا اور چاہے گا کہ دنیا کی طرف واپس بھیجا جائے تاکہ اجر و ثواب کو زیادہ کرے۔(احمد)

کون سا انسان بہتر ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا آدمی بہتر ہے؟ فرمایا کہ جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں۔(احمد ترمذی' دارمی)

جنت کے آگے مشکلات کا پردہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دوزخ کے آگے خواہشات کا اور جنت کے آگے مشکلات کا پردہ ہے۔(بخاری)

حکمت کا دروازہ کھلنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ تب اس کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے حکمت کی شان لیے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو جہاں دنیاوی علتوں اور بیماریوں کے راز سے واقف کر دیتا ہے وہاں ان کے دوا دارو سے بھی آگاہ کر دیتا ہے اور اس دنیا سے اس سلامتی کے گھر تک صحیح و سالم پہنچا دیتا ہے۔(احیاء العلوم ج ۴)

دنیا کا مال اچھا نہیں

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹوں کے گلے کی طرف سے گزر رہے تھے۔ چاروں طرف عمدہ عمدہ اونٹ اور اونٹنیاں نظر آ رہی تھیں جن میں اکثر تازہ تازہ شیر دار ہوئی تھیں۔ عرب میں اس مال کو بڑی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مال تو ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی دودھ' گوشت اور پشم بھی فراہم کرتا ہے۔ آپ نے رخ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کیا یہ تو اتنا پیارا مال ہے آپ ادھر کیوں نہیں دیکھتے؟ فرمایا کہ مجھے ادھر دیکھنے کی ممانعت ہے اور واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ "ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا بدرجہا بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔(کیمیائے سعادت)

اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا زہد ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے۔ میں تیرے سینے تونگری سے بھر دوں گا' تیرے افلاس کو ختم کر دوں گا۔ اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرا سینہ دنیاوی تفکرات سے بھر دوں گا اور تیرا افلاس تجھ سے دور نہ کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲)

بکری کے مردہ بچے کی مثال

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چند سواروں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ راہ میں ایک بکری کا مردہ بچہ پڑا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ بچہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ حقیر اور ذلیل نہ ہوتا تو وہ اسے کیوں پھینکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جتنا یہ بچہ مالک کے نزدیک اب حقیر ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ (ابن ماجہ' ج ۲)

دنیا حقیر چیز ہے

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری کو ٹانگ اٹھائے پڑے دیکھا تو فرمایا خدا کی قسم جتنی یہ بکری اپنے مالک کے سامنے حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کچھ حیثیت ہوتی تو کافر کو اس میں سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیتا۔ (ابن ماجہ' ج ۲)

اعمال زہد

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کہتا ہے جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔ پس روزہ رکھو اور افطار کرو' سوؤ اور قیام کرو اور ہر ماہ تین روزے رکھو۔ بے شک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے اور یہ زمانہ بھر روزے رکھنے کی طرح ہے۔ میں نے

عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو' دو دن افطار کرو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے روزے ہیں اور بہترین روزے ہیں۔ (بخاری)

زاہدوں کی قربت اختیار کرو

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو دنیا سے کنارہ کش ہونے کے باوصف قوت گویائی رکھتا ہے تو تم اس کی قربت اختیار کرو کیونکہ وہ حکمت کی باتیں کرے گا یعنی زہد حکمت کی بات میں پوشیدہ ہے۔ (عوارف المعارف)

دنیا میں زہد اختیار کرو

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایسا عمل بتائیے کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت رکھے اور دنیا کے لوگ بھی محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھے گا اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے (یعنی دنیا) اس کو ترک کردے لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ترغیب و ترہیب)

سب سے بڑا زاہد کون ہے؟

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو قبر اور مصیبت کو فراموش نہ کرے اور دنیاوی اعلیٰ درجہ کی زینت کو ترک کردے اور جو باقی رہنے والی ہے (یعنی نیک عمل) اس کو فانی پر ترجیح نہ دے اور کل کا وعدہ نہ کرے اور اپنے کو مرنے والوں میں شمار کرے۔ (ترغیب و ترہیب)

حضور ﷺ کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! محمد ﷺ کے متعلقین کی روزی بس بقدر کفایت ہو (یعنی نہ اتنی تنگی ہو کہ اپنے کام بھی نہ انجام دیئے جا سکیں اور نہ اتنی فراغت کہ کل کے لیے ذخیرہ رکھا جا سکے۔) (بخاری و مسلم)

زہد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو زہد کا سب سے اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ یہ مقام کسی اور کو نہیں ملا۔ پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو تاجدار جہاں بنایا آپ کی زندگی میں بے شمار لوگ دولت ایمان سے مشرف ہوئے بہت سا علاقہ اسلام کے زیر نگین آیا آپ کے ایک اشارے پر دولت کے ڈھیر جمع ہو سکتے تھے بلکہ آپ نے زہد ہی کو اختیار کیا اور جو مال بھی آیا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ کے زہد کے بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی متواتر دو دن پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ اس دنیا سے اٹھا لیے گئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کئی راتیں مسلسل اس حالت میں گزر جاتی تھیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے فاقے سے ہوتے تھے کیونکہ رات کو کھانا نہیں پاتے تھے اور جب پاتے تھے تو ان کا رات کا کھانا بس جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی)

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی کسی سے فاقہ کا شکوہ نہیں فرمایا۔ کبھی فاقہ کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آتی لیکن اگلے دن پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ کو فاقہ کی حالت میں دیکھ کر میں رو پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا عائشہ! مجھے دنیا سے کیا غرض' میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی طریقہ پر چلے اور خدا

کے سامنے گئے' خدا نے ان کو اپنے کرم سے نوازا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودہ حالی کی زندگی پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی حیا آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے محبوب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جا ملوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کپڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا یعنی آپ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا دوسرا نہیں تھا جو تہہ کر کے رکھا جا سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم مبارک پر کپڑا کس کر باندھا ہوا ہے میں نے سبب پوچھا تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔

ایک دفعہ صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فاقہ کشی کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے۔ ان پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ آپ پر صرف ایک تہہ بند تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہ تھا اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں تھے اور میں نے دیکھا کہ جو کی ایک چھوٹی سی ڈھیری ہے جو قریب ایک صاع ساڑھے تین سیر کے ہوگی اور کچھ بیر کے پتے بالا خانے کے ایک گوشے میں رکھے ہوئے ہیں ور ایک بلا دباغت دی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر میری آنکھیں ڈبڈبا اٹھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے نبی! مجھے کیا ہوا کہ میں نہ روؤں اس چٹائی کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ ہے۔ اس میں وہی دیکھ رہا ہوں جو میں نے دیکھا اور وہ کسریٰ اور قیصر پھلوں اور نہروں میں موج کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اور اس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہوگی اور ان کے لیے دنیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا ہے اور پیوند لگا ہوا جوتا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت موٹا آٹا کھایا ہے اور موٹا کھردرا لباس پہنا ہے۔ کسی نے حضرت حسن سے پوچھا کہ بشع کیا چیز ہے؟ جواب دیا کہ موٹا جو، جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسانی سے بلا پانی کے گھونٹ کے نہیں نگل سکتے تھے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور ان حضرات نے کہا کہ ہمارے لیے ان کھانوں میں سے کوئی کھانا پکا دو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا۔ فرمانے لگیں اے بیٹو! اگر میں ایسا کروں گی تو تم آج اس کھانے کی خواہش نہ کرو گے۔ چنانچہ میں کھڑی ہوئی میں نے تھوڑے سے جو لیے اور انہیں پیسا اور پھونک مار کر اس پر سے بھوسی اڑائی اور اس سے چھوٹی چھوٹی ٹکیاں پکائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالن روغن زیتون تھا اس پر سیاہ مرچ کے دانے پیس کر ڈال دیئے اور ان حضرات کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند کرتے تھے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے آٹا چھانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتیاں پکائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہم اپنے وطن میں یہ کھانا پکایا کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اس میں سے چپاتیاں پکاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بھوسی کو اسی میں ملا دے اور پھر گوندھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھا کہ پرانی پیوند لگی ہوئی یا دوہری پرانی چادر ہے، اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاریہ آئی تھی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھا تو وہ گئی اور اس نے میرے پاس یہ بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ پس اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلائے۔

صحابہ کرام کا زہد

حضور ﷺ کے بیشتر صحابہ کرام کی زندگی زہد و تقویٰ کا نمونہ ہے۔ مال و دولت کی وسعت کے باوجود جلیل القدر صحابہ کرام نے سادہ کھایا سادہ پہنا بلکہ حضور ﷺ کی اتباع میں بڑی زاہدانہ زندگیاں بسر کیں۔ صحابہ کرام کے زہد کے چند واقعات و حکایات مندرجہ ذیل ہیں:

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے پانی طلب کیا۔ آپ کے لیے پانی اور شہد لایا گیا۔ جب آپ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا تو آپ رو دیئے اور بڑی بلند آواز سے روئے یہاں تک کہ ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کو کچھ ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں نے آپ سے پوچھا نہیں، جب آپ فارغ ہو گئے تو ہم نے عرض کی اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے اس رونے پر آمادہ کیا۔ فرمایا ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ اچانک میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے پاس سے کسی چیز کو دفع کر رہے ہیں اور مجھے کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا چیز ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس کو دفع فرما رہے ہیں اور مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا دنیا نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تھا تو میں نے کہا ہٹ مجھ سے دور ہو تو دنیا نے کہا لیکن آپ تو مجھے پکڑنے والے نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر بڑا بار گزرا اور میں ڈرا (اس کے پینے سے) ایسا نہ ہو کہ میں نے امر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور دنیا مجھ سے ملی ہو۔ (براز)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد حضرت عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور لوگوں نے بیعت کر لی تو دوسرے روز میں نے دیکھا کہ آپ صبح ہی صبح اپنے بازو پر چادریں لاد کر بازار جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہاں کا ارادہ فرمایا؟ جواب دیا بازار کا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے، آپ تو مسلمانوں کے کام کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تشریف لے چلیے آپ کے لیے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ابو عبیدہ

رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے لیے مہاجرین میں سے ایک درمیانی درجے کے آدمی کے برابر روزینہ مقرر کرتا ہوں اور سردی اور گرمی کا لباس جب ان میں سے کوئی بوسیدہ ہو جائے آپ اسے لوٹا دیجیے اور اس کی جگہ دوسرا لے لیجیے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے روزینہ میں آدھی بکری اور ایک چادر جو سر پر اوڑھی جائے اور ایک تہہ بند جو پیٹ پر باندھا جائے، مقرر کیا۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے جو بیت المال سے رقم لی تھی وہ واپس لوٹا دی اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ نے کوئی دینار و درہم نہ چھوڑا۔ (احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک عرصہ دراز تک اس حال میں رہے کہ بیت المال سے کچھ نہیں کھاتے تھے جس کی بنا پر انہیں سخت تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت پیش آئی اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے اس کام میں اپنے آپ کو مشغول کر رکھا ہے میرے لیے اس بیت المال سے کتنا لینا جائز ہے؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کھائیے اور کھلائیے اور یہی بات حضرت سعید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے کہی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صبح اور شام کا کھانا۔ اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند کیا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پانی طلب فرمایا تو ایسا پانی لایا گیا جس میں شہد ملایا گیا تھا۔ فرمایا یہ بہت اچھا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کو سن رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر ان کی خواہشات (پسندی کی وجہ) سے عیب لگایا کہ فرمایا ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِىْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ (تم اپنی پسندیدہ چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان سے نفع لے چکے) میں ڈرتا ہوں کہ ہماری نیکیاں جلدی دے دی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ (شربت) نہ پیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی زہد میں گزری کیونکہ آپ نے ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی اور کبھی اعلیٰ رہائش یا خوراک کی

خواہش نہ کی، جو مل گیا، اسی پر گزر اوقات کرلی۔ بنو ثقیف کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موضع عکبرا میں عامل بنادیا اور دیہات میں نمازی ٹھہرا نہیں کرتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گیا تو میں نے آپ کے پاس کوئی دربان نہیں پایا کہ جو مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے سے روکے۔ میں نے آپ کو بیٹھا ہوا پایا۔ آپ کے پاس ایک پیالہ اور ایک کوزہ پانی کا تھا۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی تھیلی منگائی۔ میں نے اپنے جی میں کہا شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بہت بڑا امین سمجھا ہے، جبھی میری طرف جواہرات کی تھیلی نکالی ہے اور مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اس میں کیا ہے، اس تھیلی پر مہر لگی ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مہر کو توڑا۔ اس میں ستو تھے، ان ستوؤں کو اس میں سے نکالا اور پیالے میں الٹا اور اس پر پانی ڈالا خود پیا اور مجھے پلایا۔ یہ دیکھ کر مجھے صبر نہ آیا اور میں نے کہہ ہی دیا کہ اے امیرالمومنین! آپ ایسا کام اور عراق میں کرتے ہیں؟ حالانکہ عراق کا کھانا اس سے کہیں اکثر (عمدہ ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے معلوم ہونا چاہیے، خدا کی قسم! میں نے اس تھیلی پر مہر اس پر بخل کرنے کی وجہ سے نہیں لگائی لیکن میں اتنی مقدار خرید لیتا ہوں جو میرے لیے کفایت کرے اور مجھے ڈر رہتا ہے کہ کہیں رل مل جائے تو اس تھیلی کے علاوہ دوسری تھیلی سے کہیں ستو تیار نہ کیا جائے۔ یہ میرا کام شدت احتیاط کی وجہ سے ہے اور میں ہر اس کھانے کو جو میرے پیٹ میں داخل ہو مکروہ سمجھتا ہوں مگر صرف مال طیب کو (جس میں کوئی دغدغہ نہ ہو) مکروہ نہیں سمجھتا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عطیہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک کھانے پر جسے یہ کھا رہے تھے اصرار کیا گیا (کہ اور کھائیے) آپ نے فرمایا میرے لیے کافی ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو دنیا میں لوگوں میں سے پیٹ زیادہ بھرے گا اس کی بھوک آخرت میں سب سے زیادہ ہوگی۔ اے سلمان! دنیا مومن کے لیے جیل خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا

اور یہ قریب قریب تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے اور یہ لوگوں میں ایک ایسی عبا میں خطبہ دیا کرتے تھے جس کے بعض حصہ کو بچھاتے تھے اور بعض کو اوڑھتے تھے اور جب ان کا وظیفہ دیا جاتا تو اس کو سخاوت کر دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کی ٹوکریاں بناتے تھے اور ان کو بیچ کر گزر اوقات کرتے تھے۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے اللہ کے بندے! کیا میں تیرے لیے ایک کوٹھڑی نہ بنا دوں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے مہلت دو۔ میں تم سے بیان کروں، میں تمہارے لیے ایک ایسی کوٹھڑی تیار کرنا چاہتا ہوں کہ جب تم کھڑے ہو تو اس کی چھت تمہارے سر پر لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ تم میرے جی میں اتر گئے ہو (جبھی تم نے میری منشا کے مطابق تجویز کی)۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ درخت اور دیوار کے سایہ سے سایہ پکڑتے۔ جدھر بھی سایہ پھرتا اسی طرف کھسک جاتے، ان کے لیے کوئی گھر نہیں تھا۔ کسی صاحب نے ان سے عرض کیا، کیا میں آپ کے لیے کوئی عمارت نہ بنا دوں جس میں آپ گرمی سے سایہ پکڑیں اور سردی میں سکونت اختیار کریں۔ حضرت سلمان نے فرمایا ہاں بنا دو۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا آپ نے اسے آواز دے کر بلایا اور اس سے پوچھا کہ کس طرح کا بناؤ گے؟ اس نے کہا میں اسے اس طرح کا بناؤں گا کہ اگر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے سر کو لگے اور اگر آپ اس میں لیٹیں تو آپ کے پیر سے اڑے۔ آپ نے فرمایا ہاں اسی طرح کا چاہیے۔

زہد کے متعلق صوفیاء کا نظریہ

زہد کے بارے میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے دنیا کو سلب کر رکھا ہے اور صوفیاء سے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور اپنے خاص الخاص

بندوں کے دلوں سے اسے نکال دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا دینے میں راضی نہیں۔

وضاحت زہد

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے زہد کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی کہ زہد یہ نہیں کہ تو غیر لطیف چیز کو کھا جائے اور عبا پہنے، بلکہ زہد یہ ہے کہ تو اپنی امیدوں کو کم کر دے۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ اسے کون لیتا ہے۔

حضرت ابو علی دقاق کا قول

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زہد یہ ہے کہ دنیا کو جوں کا توں چھوڑ دے اور یہ مت کہہ کہ ایک سرائے بنا دوں گا یا ایک مسجد تعمیر کر دوں گا کیونکہ ایسا کرنے کے لیے بھی دنیا طلب کرنا پڑے گی۔

کیفیت زہد

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد زاہد کے اندر یہ کیفیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت کی چیزوں کی سخاوت کرتا ہے اور محبت سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے کہ محب اپنی جان کی سخاوت کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک کسی میں تین خصلتیں نہ پائی جائیں اس وقت تک وہ زہد کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ (۱) عمل کرے تو اس کے دل میں اللہ کی خوشنودی کے سوا کوئی اور خواہش نہ ہو (۲) بات کہے تو بغیر کسی لالچ (۳) اور بغیر ریاضت کے اپنے آپ کو ذی عزت بنائے رکھے۔

ایک اور قول میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک دلہن کی مانند ہے اور اس کے طالب دنیا کا بناؤ سنگھار کرنے والے ہیں اور جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہیں وہ اس کا منہ کالا کرتے ہیں۔ اس کے بال نوچتے ہیں اور اس کے کپڑے پھاڑتے ہیں مگر جو لوگ عارف ہیں وہ اللہ کی طرف لگے ہوتے ہیں وہ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

زہد کی چادر

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، میں توکل کی دکان میں کب داخل ہو سکتا ہوں؟ زہد کی چادر کب پہن سکتا ہوں اور زاہدوں کے ساتھ کب بیٹھ سکتا ہوں؟ فرمایا! جب پوشیدہ طور پر تمہاری ریاضت اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ تین دن تک بھی تمہیں روزی نہ دے تو تمہارا نفس کمزوری

محسوس نہ کرے۔ اگر تم اس درجہ تک نہیں پہنچے ہو تو زاہدوں کی چادر پر تمہارا بیٹھنا جہالت ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم کہیں صوفیاء میں رسوانہ ہو جاؤ پھر فرمایا کہ زاہد تجھے سرکہ اور رائی کی نسوار دیتا ہے اور عارف تجھے مشک و عنبر سونگنے کو دیتا ہے۔

حضرت سری سقطی کا فرمان

حضرت شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد نام ہے جو کچھ بھی دنیا میں ہے اس سے حظ نفس کو ترک کر دینے کا۔ ان حظوظ مال' حظوظ جاہ و مرتبت' لوگوں میں بڑائی اور شہرت' لوگوں سے اپنی تعریف سننا' یہ تمام خواہشات دنیاوی ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بندے کے زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے' جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔

اچھا زاہد

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے ایسا زاہد اپنی قبر کو مثل جنت کے پائے گا۔

زہد کیا ہے

حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے زہد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ زہد ایک غفلت کا نام ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور کسی ناچیز شے سے کنارہ کش ہونا غفلت نہیں تو کیا ہے۔

زاہدوں کے اعمال

حضرت شیخ سہل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے اعمال زاہدوں کے میزان میں ہوں گے اور زہد کا ثواب اس پر مستزاد ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا میں زاہد کے نام سے موسوم ہوتا ہے وہ آخرت میں ایک ہزار اچھے ناموں سے موسوم ہو گا اور جو یہاں راغب دنیا کے نام سے مشہور ہوتا ہے وہ آخرت میں ایک ہزار برے ناموں سے پکارا جائے گا۔

زہد کے تین مرتبے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ زہد کے تین مرتبے ہیں۔ ایک زہد فرض ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے رکنا' دوسرا زہد سلامتی کے لیے ہے اور وہ ہے مشتبہ چیزوں کو ترک کر دینا' تیسرا زہد فضیلت کے حصول کے لیے ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو بھی چھوڑ دینا اور یہ

زہد کا بہت ہی اعلیٰ مرتبہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زہد' زہد کو چھپانے کا نام ہے۔ جب زاہد لوگوں سے دور رہے تو اس کی جستجو رکھو اور جب زاہد لوگوں کی تلاش میں سرگرداں ہو تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

زاہد کون ہے؟

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زاہد وہ نہیں ہے جو دنیا کے ہوتے ہوئے اس سے کنارہ کش ہو بلکہ زاہد وہ ہے کہ جس کے پاس دنیا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آئی مگر اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور بھاگ گیا۔

حضرت ابو تمام کا قول

حضرت ابو تمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب آدمی نے زہد اختیار نہ کیا اور دنیا اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی تو وہ زاہد نہیں کہلائے گا۔

حضرت شہاب الدین سہروردی کا فرمان

زہد کے بارے میں حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ زہد' زہد اس سے الگ ایک چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے ارادے اور مرضی سے زہد کو اختیار کیا جائے اور جب زاہد اپنے ارادے اور اختیار سے زہد کو اختیار کرتا ہے تو اس کے ارادے کا تعلق اس کے علم سے ہوتا ہے اور اس کا علم قاصر و کوتاہ ہے۔ پس جب اسے ترک کے ارادے کی منزل پر لایا جاتا ہے اور اس کے اختیار سلب کر لیے جاتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر اپنے ارادے کا انکشاف فرما دیتا ہے پس اس موقع پر اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دنیا کو ترک کرتا ہے اس وقت اس کے زہد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کے نفس سے نہیں ہوتا۔

زاہد کو اللہ کی عطا

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زاہد کو اس کی خواہش سے زیادہ عطا کرتا ہے اور دنیا کی رغبت کرنے والے کو اس کی خواہش سے کم دیتا ہے اور قانع شخص کو اسی قدر عطا کرتا ہے جتنا وہ چاہتا ہے۔

عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درہم و دینار ترک کر دینے کا نام زہد ہے۔

زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں

ایک آدمی نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں کب زاہد بن سکتا ہوں؟ فرمایا جب تو نفس کی لذتوں سے منہ موڑ لے- آپ نے یہ بھی فرمایا کہ زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں-

زاہدوں کا ایثار

حضرت محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زاہدوں کا ایثار اس وقت ہوتا ہے جب وہ مستغنی ہوں اور جوانمردی کا ایثار اس وقت ہوتا ہے جب حاجت مند ہوں- چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (پ ۲۸' الحشر:۹)

"اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو-"

اجزائے زہد

حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی چیزیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں خواہ وہ کوفی ہوں یا شامی یا عراقی' وہ یہ ہیں- (۱) دنیا سے اعراض (۲) اپنی جان کی سخاوت اور (۳) مخلوق کے لیے خیر خواہی کرنا- ان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ان چیزوں کو ناپسندیدہ نہیں کہتا-

زہد کی نشانی

ابن حنیف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زہد کی نشانی یہ ہے کہ اپنی ملکیت کی چیزوں کو ہاتھ سے نکال کر انسان راحت محسوس کرے- نیز فرمایا کہ دل کا اسباب کی طرف خیال نہ کرنا اور اپنی ملکیت کی چیزوں سے ہاتھ جھاڑنے کا نام زہد ہے-

زہد کی تعریف

حضرت ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کی طرف دیکھے تو اس طرح دیکھے کہ ایک زوال پذیر چیز ہے تاکہ دنیا تمہاری نگاہ میں حقیر معلوم ہو اور تمہارے لیے اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے-

کیفیات زہد

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' زہد تین طرح کا ہے (۱) ترک حرام یہ عوام کا زہد ہے (۲) حلال چیزوں میں سے فضول چیزوں کا ترک کرنا یہ خاص لوگوں کا زہد ہے (۳) ان تمام چیزوں کا ترک کر دینا جو بندے کو اللہ کی طرف سے چھڑا کر اپنی طرف مشغول رکھتی ہیں یہ عارفین کا زہد ہے-

علامت زہد

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فقر کی محبت کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرنے کا نام زہد ہے کیونکہ اللہ پر بھروسہ کرنا بھی زہد کی علامت میں

سے ہے۔ یعنی زہد کی یہ تعریف نہیں ہے کیونکہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے بغیر زہد کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

زاہد کی قدر و قیمت

حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ دنیا میں زاہد شاذ و نادر ہوتے ہیں اور عارف آخرت میں نادر ہوں گے۔ یوں بھی کہا گیا ہے جو اپنے زہد میں سچا ہو گا دنیا خود بخود اس کی طرف کھنچی آئے گی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر آسمان سے ٹوپی گرتی ہے تو صرف اس شخص کے سر پر گرے گی جو اسے نہ چاہے گا۔

کسی صوفی سے پوچھا گیا' دنیا سے اعراض کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا دنیا کی چیزوں کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دینے کا نام زہد ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے زہد کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اپنی مملوکہ چیز سے ہاتھ کے خالی ہونے اور پھر دل کا اس کی طرف نہ لگنے کا نام زہد ہے۔ حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے زہد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ دنیا کو حقیر جاننے اور اس کے آثار کو دل سے محو کر دینے کا نام زہد ہے۔

زہد ایک فرشتہ ہے

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد ایک فرشتہ ہے جو صرف ان لوگوں کے دلوں میں سکونت اختیار کرتا ہے جن کے دل دنیا سے خالی ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر شبلی کا قول

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تمام دنیاوی چیزوں سے منہ موڑ کر اپنے دل کو خداوند کریم کی طرف متوجہ کر لینا' یہ زہد ہے۔ بس دنیا کو فراموش کر دو اور آخرت میں اپنی نیکی کا بدلہ بھول جاؤ۔ جو کچھ تمہارے لیے مقرر ہو چکا ہے وہ تمہیں پہنچ کر رہے گا اور جو تمہارا نہیں ہے وہ تمہاری کوشش سے بھی تم کو نہیں پہنچ سکتا۔

زہد اور وعظ

محمد بن الاشعث البیکندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص زہد کی گفتگو کرتا ہے اور لوگوں کو وعظ سناتا ہے اس کے باوجود لوگوں کے مال کی رغبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے آخرت کی محبت اٹھا لیتا ہے۔

لباس زہد

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوف (پشمینہ) پہننا زہد کی ایک

علامت ہے تو زاہد کے لیے مناسب نہیں کہ تین درہموں کا توصوف پہنے اور دل میں پانچ درہموں کی خواہش رکھے۔ نیز فرمایا کہ ہر اس چیز کو ترک کر دینے کا نام زہد ہے جو اللہ کی طرف مشغولیت سے روکے۔

حضرت ابو علی دقاق کا قول

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ آپ دنیا سے کیوں اعراض کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میں نے دنیا کی بیشتر چیزوں سے اعراض کیا تو پھر میں نے یہ پسند نہ کیا کہ باقی چیزوں کی طرف رغبت کروں۔

حضرت بایزید بسطامی

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گزارے ہیں۔ ایک دن ازل میں اور دوسرا دن آخرت میں اور تیسرا دن وہ ہے جو ان دونوں دنوں سے علیحدہ ہے۔ پھر ندا آئی کہ اے بایزید! تیری قوت سے باہر ہے کہ تو ہمیں برداشت کر سکے۔ میں نے عرض کیا کہ میری بھی یہی خواہش ہے۔ ندا آئی کہ تیری خواہش پوری ہو گئی۔ فرمایا کہ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے جب بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

زہد کن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے؟

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زہد چار چیزوں پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے (۱) کھانے میں کہ آخر وہ پاخانہ میں جائے گا (۲) لباس میں کہ آخر وہ پھٹ جائے گا (۳) بھائیوں میں کہ آخر ان میں مفارقت ہے (۴) دنیا میں کہ آخر وہ فنا ہو گی۔

ترک دنیا زہد ہے

حضرت ابو سلیمان ماژندانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم کو اللہ سے بے توجہ کر دے اس کو ترک کر دینا یہ زہد ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی کپڑا ایسا پہنے جس کی قیمت تین درہم ہو تو تیرے دل میں اس کپڑے کی خواہش نہ ہو جو اس سے بھی قیمتی ہو۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا ارشاد

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی زاہد نہیں دیکھا

اور ایسے ہی آپ سے زیادہ کوئی صابر نہیں پایا- جواب دیا کہ میرا سب زہد رغبت کے باعث اور صبر جزا کے لیے ہے- اس شخص نے اس ارشاد کو مفصل سننے کے لیے عرض کیا- فرمایا مصائب پر میرا صبر کرنا آتش دوزخ کے خوف سے ظاہر ہے اور یہ جزا ہے- دنیا میں میرا زہد آخرت کی رغبت ہے- یہ نصیب طلبی ہے پس صبر اس شخص کا قوی ہے جو اپنی جزا کو درمیان سے اٹھادے تاکہ اس کا صبر اللہ کے لیے نہ ہو' نہ سلامتی بدن کے لیے اور زہد اس شخص کا قوی ہے جو نہ تو بہشت کی خواہش پر مبنی ہو نہ بخشش کے لیے-

حقیقت زہد

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے زہد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ زہد حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص اگر ایسی چیز سے احتراز کرے جو اس کے پاس موجود ہے ہی نہیں تو حقیقت میں یہ زہد کہاں ہوا اور اگر وہ اپنی مملوکہ اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کرے جو اس کی ملکیت میں ہیں تو جب تک یہ چیزیں اس کے پاس موجود ہیں زہد اور ترک تعلق کا مفہوم صادق نہیں آسکتا- پس زہد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ وہ تلف نفس اور بذل مؤاسات ہے یعنی نفس کشی اور دوسروں کی غم خواری-

درجات زہد

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ زہد کے تین درجے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ کوئی شخص دنیا سے ہاتھ اٹھالے لیکن اس کا دل اسی میں لگا رہے تاہم اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ ریاضت و مجاہدہ سے کام لے اور صبر و قناعت کی راہ پر گامزن رہے ایسے شخص کو متزہد کہا جائے گا نہ کہ زاہد' حالانکہ زاہد کی منزل اول یہی ہے-

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کا دل بھی دنیا سے بے نیاز ہو جائے لیکن اسے اپنے زہد کا بڑا خیال رہتا ہو یعنی وہ زہد اختیار کرنے کو بہت بڑا کارنامہ تصور کرتا ہو- ایسا شخص زاہد ضرور ہے لیکن نقصان سے یکسر خالی نہیں-

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے زہد کا احساس زعم بھی نہ رہے اور نہ اسے وہ کوئی بڑا معرکہ و کارنامہ تصور کرے-

ایسے زاہد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو وزارت کا امیدوار ہو (اور اس کا اہل بھی) لیکن بادشاہ کے دروازے پر پہنچے تو ایک کتا (بھونک بھونک کر) اسے اندر داخل ہونے سے منع کرے اور وہ شخص اس کتے کو روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دے تاکہ اس کے راستے میں حائل نہ ہونے پائے اور پھر بادشاہ (کے حضور میں جا کر اس) کی طرف سے عہدۂ وزارت پر فائز ہو جائے۔ ایسے شخص کے نزدیک روٹی کے اس ٹکڑے کی کیا وقعت ہے جو اس نے کتے کو ڈال دیا تھا۔ (وہ اس کے لیے پچھتاتا تو نہ رہے گا) تو اس میں جو رمز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ تمام جہان ایک لقمہ ہے اور شیطان کی حیثیت اس کتے کی ہے جو سلطان حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو اندر جانے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر تو لقمہ اس کے آگے ڈال دے تو پھر وہ تیری راہ میں مزاحم نہیں ہو سکتا اور اس دنیا کی قیمت تو آخرت کے مقابلے میں روٹی کے اس ٹکڑے سے بھی کمتر ہے جو عہدۂ وزارت کے لیے کتے کو ڈالا جائے کیونکہ اس کی تو ایک حد اور انتہا ہے جب کہ آخرت کی کوئی انتہا اور نہایت نہیں ہے اور بے نہایت کے مقابلے میں اس شے کی کیا حقیقت ہے جس کی نہایت ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ فلاں شخص زہد کی باتیں کرتا ہے تو آپ نے پوچھا کہ کس چیز میں زہد کی باتیں کرتا ہے وہ؟ لوگوں نے کہا دنیا میں زہد کی۔ فرمایا' دنیا ہے کیا چیز کہ اس میں زہد کیا کریں۔ پہلے کوئی چیز بھی تو ہو کہ اس میں زہد کیا جا سکے۔

زہد کیوں اور کس چیز کے لیے اختیار کیا جاتا ہے؟ اس اعتبار سے بھی زاہدوں کو تین درجوں میں رکھا جا سکتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ آدمی اس غرض سے زاہد ہو جائے کہ عذاب آخرت سے رہائی مل جائے اور اپنے مرنے پر راضی ہو' یہ اہل خوف کا زہد ہے۔ ایک دن حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کل رات میں نے حق تعالیٰ کے سامنے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا یعنی اس سے جنت طلب کی (یعنی موت مانگی کیونکہ اس کے بعد ہی جنت مل سکتی ہے اور جنت جب ہی مل سکتی ہے کہ عذاب سے رہائی ملے اور عذاب سے رہائی کے لیے زہد کام آتا ہے۔)

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ زہد ثواب آخرت کے لیے اختیار کیا جائے اور یہ پورا زہد ہے کیونکہ زہد کا سبب رجا و محبت ہوتا ہے' اسی لیے اس کو اہل رجا کا خوف کہتے ہیں۔ یعنی امید

واروں کا زہد۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں نہ دوزخ کا خوف ہو اور نہ بہشت کی آرزو بلکہ حق تعالیٰ کی محبت دنیا اور آخرت دونوں کو بھلا دینے کا سبب بن گئی ہو اور غیر اللہ کی طرف دیکھنا اس کے لیے باعث شرم اور موجب رسوائی ہو۔ یہ درجہ کمال ہے۔ چنانچہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے بہشت کی بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ گھر سے بڑھ کر گھر والا ہوتا ہے۔ (یعنی کسی کے گھر جو جاتے ہیں تو در و دیوار سے ملنے کے لیے نہیں بلکہ گھر والے کی محبت وہاں کھینچ کر لے جاتی ہے) جس شخص کے دل میں محبت الٰہی جاگزیں ہو جائے اس کے لیے بہشت کی لذت میں کوئی کشش نہیں ہوتی۔ جس طرح بادشاہی کی لذت کے مقابلے میں چڑیا سے کھیلنے کی لذت کوئی درجہ نہیں رکھتی لیکن ایک بچے کے نزدیک چڑیا سے کھیلنا ہی ایسی لذت کا حامل ہے کہ وہ اسے بادشاہی کی لذت سے بھی زیادہ خیال کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی اس کا خیال درست ہوتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ بادشاہی کی لذت سے باخبر ہی نہیں ہوتا اور اس کی بے خبری کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے دیدار کے علاوہ اگر کوئی دوسری خواہش کسی شخص کو زہد پر راغب کرے تو وہ اسی بچے کی طرح ناقص العقل ہے جو بادشاہی کی لذت سے اس لیے بے خبر ہے کہ اسے اس کا پتہ ہی نہیں۔

اور جس چیز کو ترک کر کے زہد اختیار کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے بھی زہد کے مختلف درجے ہیں اس لیے کہ بعض لوگوں کا ترک تو صرف چند چیزوں تک محدود ہوتا ہے اور بعض ان سے زیادہ اور بعض ان سے بھی زیادہ چیزوں کے تارک ہوتے ہیں لیکن اس میں درجہ کمال یہ ہے کہ ہر اس چیز کو ترک کر دیا جائے جو نفس کو لذت و حظ پہنچاتی ہو اور راہ دین کے لیے اس کی کوئی ضرورت بھی نہ ہو کیونکہ دنیا عبارت ہے مال و جاہ سے' خورد و نوش سے' پہننے سونے اور مجلس آرائی سے کہ جہاں بیٹھ کر لطف صحبت اٹھائیں' درس دیں' حدیثیں سنائیں اور اپنے نفس کو محظوظ کیا کریں اور جو بات بھی نفس کی خاطر ہو وہ دنیا میں شمار کی جائے گی (لہٰذا قابل ترک) البتہ درس و تدریس' روایت و حدیث اور مجلس منعقد کرنے سے مقصود اگر یہ ہو کہ خلق خدا کو راہ ہدایت کی طرف دعوت دی جائے تاکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ

ہو جائیں تو ان امور کو دنیا میں شامل نہیں سمجھا جائے گا۔

حکایت زہد

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا قلب آئینہ بن گیا پھر پانچ سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا۔ چنانچہ پھر مسلسل پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد مجھے واصل الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

زاہد بغداد میں میں ایک مرتبہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ سے ملاقات کے وقت فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَا زَاھِدُ۔ لیکن خلیفہ نے کہا میں زاہد تو نہیں ہوں بلکہ آپ زاہد ہیں۔ آپ نے کہا کہ خدا کا یہ فرمان ہے ﴿قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ﴾ یعنی اے نبی! فرما دیجیے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے اور چونکہ تو قلیل شے پر قانع ہو گیا اس لیے زاہد ہے اور میں دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا تو پھر میں کیسے زاہد ہوں۔

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زہد کی بادشاہت، رعیت کی بادشاہت سے زیادہ باعظمت ہے کیونکہ رعیت کا بادشاہ لوگوں کو اپنے گرد لاٹھی کے زور سے جمع کرتا ہے اور ایک زاہد لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہے مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس قول کے مصداق خود بھی تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ رقہ (بغداد کا ایک نواحی مقام) تشریف لے گئے۔ اسی زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں آیا ہوا تھا اور اپنے لکڑی کے محل میں مقیم تھا۔ لوگوں نے ابن مبارک کی تشریف آوری کی خبر سنی تو جوق در جوق ان کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ پیدل اور سواروں کی کثرت سے اس قدر گرد اڑی کہ آسمان پر غبار چھا گیا۔ خلیفہ کی ایک ام ولد (وہ کنیز جس کی اولاد ہو جائے) نے

لکڑی کے محل کے برج پر چڑھ کر دیکھا کہ انسانوں کا ایک جم غفیر ہے جس میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا جاتا ہے اس نے بعض خدام سے پوچھا کہ یہ کیسا اژدھام ہے انہوں نے کہا کہ خراسان سے ایک بزرگ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ یہ سب لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہیں۔ یہ سن کر اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

واللہ بادشاہی یہ ہے۔ ہارون الرشید کی بادشاہی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں کیونکہ اس کے پاس لوگ لاٹھی اور کوڑے اور سپاہیوں اور خدمت گاروں کے زور سے آتے ہیں۔"

حکایت ایک دفعہ ایک شخص حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور کمالات کا شہرہ سن کر کسی دور دراز مقام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے وطن کے فلاں بزرگ نے دنیا سے یکسر قطع تعلق کر لیا ہے اور ایک پہاڑ میں معتکف ہو کر مصروف زہد ہو گئے ہیں۔ انہوں نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا سے یکسر قطع تعلق کر کے کسی غار میں معتکف ہو جانا کوئی جوانمردی نہیں ہے۔ مرد وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور دنیا میں گم ہو کر رہ نہ جائے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے اور ایک جہان آپ کے زیر فرمان تھا۔ جب آپ سوار ہوتے تھے تو آپ کے خدام چالیس ڈھالیں سونے کی اور چالیس گرز سونے کے آپ کے آگے اور پیچھے لے کر چلتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے شاہی بستر پر سو رہے تھے تو آدھی رات کے وقت آپ کو چھت پر آہٹ معلوم ہوئی۔ آپ نے آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ تو کسی نے جواب دیا کہ میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے نادان! اونٹ کا چھت پر کیا کام۔ کیا کبھی اونٹ چھت پر بھی ملا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ اے غافل! تو خدا کو اطلسی لباس اور شاہی تخت پر ڈھونڈتا ہے۔ کیا چھت پر اونٹ ڈھونڈنے سے یہ بات زیادہ تعجب کی نہیں کہ شاہی عیش و عشرت اور غفلت کے بستر پر خدا کو ڈھونڈا جائے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ غیبی آواز سن کر بڑے متاثر اور حیران ہوئے اور صبح جب آپ اپنے تخت شاہی پر بیٹھے اور دربار عام ہو رہا تھا تو ایک اجنبی اور پر شوکت آدمی دربار میں

داخل ہوا اس پر شوکت شخص کا کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ اسے اندر داخل ہوتے ہوئے کوئی بھی نہ روک سکا۔ یہ اجنبی جب دربار میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ یہ سرائے مجھے پسند نہیں۔ بادشاہ بولا کہ یہ سرائے کب ہے۔ یہ تو میرا محل ہے۔ اس اجنبی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ آپ سے پہلے یہ محل کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا میرے دادا کے پاس' اجنبی نے پوچھا آپ کے دادا سے پہلے کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے دادا کے والد کے پاس' اجنبی نے کہا تو گویا آپ سے پہلے اس میں آپ کے والد رہتے تھے اور آپ کے والد سے پہلے آپ کے دادا اس میں رہتے تھے اور آپ کے دادا سے پہلے ان کے والد اس میں رہتے تھے تو اے بادشاہ! اب خود ہی سوچ کہ سرائے اور کس کو کہتے ہیں' سرائے بھی تو وہی ہوتی ہے جس میں ایک جائے ارو دوسرا آئے' وہ بھی جائے اور تیسرا آئے۔ یہ کہہ کر وہ پر شکوہ اجنبی باہر نکل گیا اور گم ہو گیا۔ حضرت ابراہیم تخت سے اترے اور اس اجنبی کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ اسے پالیا اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ان واقعات کا گہرا اثر ہوا اور دنیوی سلطنت کو خیرباد کہہ کر آپ نے نو برس تک ایک غار میں سکونت اختیار کر کے بہت مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور پھر آپ آسمان ولایت کے ایک درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔

حضرت بایزید بسطامی کے مجاہدات

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے مجاہدات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ اگر میں اعلیٰ مجاہدات کا ذکر کروں تو تمہارے فہم سے بالاتر ہے لیکن میرا معمولی مجاہدہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اپنے نفس کو عبادت کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو وہ منحرف ہو گیا لیکن میں نے بھی اس سزا میں پورے ایک سال تک اس کو پانی سے محروم رکھا اور کہا یا تو عبادت کے لیے تیار ہو جاو رنہ تجھے اس طرح پیاس سے تڑپاتا رہوں گا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ ایک ارادتمند جو تیس سال سے آپ کا خادم بنا ہوا تھا وہ جب بھی سامنے آتا آپ پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے ایک مرتبہ اس نے عرض کیا نہ آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں کہ جب بھی سامنے آتا ہوں آپ نام پوچھتے ہیں فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میرے قلب و روح میں اس طرح اللہ کا نام جاری و ساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔

باب ۸

رزق

رزق حلال کھانا اللہ سے دوستی کا اولین تقاضہ ہے۔ اللہ کے بندے رزق کے لیے مطلقاً فکر نہیں کرتے، جو اللہ کی طرف سے مل جاتا ہے اس سے گزارا کر لیتے ہیں۔ اللہ پر بھروسہ ہی انہیں رزق سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ اکثر اللہ کے دوست خوراک جمع نہیں رکھتے کیونکہ وہ ایسا کرنے کو تصوف کے خلاف سمجھتے ہیں بلکہ بعض اللہ کے بندوں کی اس حد تک عادت ہوتی ہے کہ اگر ان کے پاس رزق خریدنے کے لیے دولت نہ ہو تو وہ خوش رہتے ہیں تاکہ نہ دولت ہوگی نہ یوم حشر کو حساب ہوگا مگر بعض اللہ کے بندے اس حد تک خوراک رکھنے کے قائل ہوتے ہیں کہ جو ان کے اہل و عیال کے لیے کچھ عرصہ کفایت کر سکے۔

رزق کے استعمال کے سلسلہ میں اللہ کے دوست جس امر کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں وہ رزق کا پاکیزہ اور حلال ہونا ہے کیونکہ حکم خداوندی ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیز کھاؤ اس لیے اللہ کے بندے اپنے دستر خوان کو رزق حلال سے مزین کرتے ہیں جس کا کھانا پاک اور لطیف ہو کیونکہ پاکیزہ رزق کھانے ہی سے اللہ تعالیٰ کے رزق حلال سے بھرا ہوا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

احکام خداوندی عزوجل

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

"اے ایمان والو کھاؤ! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔"

اللہ پاک اور منزہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی دنیا کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہوں مگر بندے کی سیرت اور کردار اسی صورت میں پاک ہو گی جب اس کے جسم میں لقمہ حلال جائے گا اور یہی پاکیزگی قربت خداوندی کا باعث بنتی ہے اور عبد کو مقام صبر و شکر تک پہنچاتی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۶۸)

"اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

کرۂ ارضی کے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ شیطان کی تدابیر اور حیلے اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ذہن میں شکوک و شبہات ڈال کر تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دے گا اور تم اس کی پیروی میں اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام نہ کر بیٹھو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو ایک اور انداز میں بیان فرمایا ہے۔

﴿ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ (پ ۷، المائدہ: ۸۸)

"اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔"

پاک اور حلال خوراک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کیونکہ رزق حلال ہی سے تقویٰ جنم لیتا ہے جو حصول معرفت اور روحانیت کا ذریعہ بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ رزق حلال کھائیں۔

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (پ ۱۰، الانفال: ۶۹)

"تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے

والا مہربان ہے۔"

غنیمت کا مال کھانے یا استعمال میں لانے کو جائز قرار دیا گیا ہے مگر شرعاً اس بات کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ مال غنیمت میں سے صرف وہ چیز جو حلال یا پاکیزہ ہو اسے ہی استعمال کیا جائے۔ مال غنیمت کی حرام چیزوں کو تلف کر دیا جائے جیسا کہ اگر مال غنیمت میں شراب وغیرہ ملے تو اسے ضائع کر دینا چاہیے کیونکہ مسلمانی کا تقاضہ یہی ہے کہ صرف حلال پاکیزہ چیزیں استعمال کی جائیں۔

﴿ يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ (پ ۱۸، المومنون:۵۱)

"اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔ میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو حلال کھانے کی ترغیب دی ہے حالانکہ پیغمبر تو پہلے ہی حلال کھاتے ہیں۔ دراصل اس آیت میں خطاب تو رسولوں کو ہے مگر عوام الناس کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم رزق حلال کھاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق دیا اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (پ ۲۵، الجاثیہ:۱۶)

"اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں (ان کے) زمانے والوں پر فضیلت بخشی۔"

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں رزق حلال اور طیب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حلال غذا وہ ہوتی ہے جسے اللہ کی طرف سے کھانے کا حکم ہے۔ صرف ایسی غذا کا استعمال شریعت نے جائز قرار دیا ہے مثلاً گیہوں، چاول، سبزیاں، گوشت، دالیں، پھل، پانی وغیرہ۔ مگر طیب وہ چیز ہوتی ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نجاست اور غلاظت سے بھی پاک ہو اور اس سے طبیعت پر کسی قسم کی کراہت اور گرانی محسوس نہ ہو یعنی

صورتاً اور خاصیتاً پاکیزہ ہو اور از روئے شریعت حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو۔

غذائیت کے لحاظ سے بعض اشیاء لطیف ہوتی ہیں ان کے استعمال سے جسم میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ جتنی کسی چیز میں لطافت زیادہ ہو گی اتنی ہی وہ جسم میں زیادہ پاکیزہ خاصیت پیدا کرے گی۔ اسی لیے تو مردان خدا حلال غذا کھانے کے ساتھ ساتھ اس کی لطافت کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ پاکیزہ اور کم کھانے سے انسانی جسم کی طہارت زیادہ دیر تک قائم رہ سکتی ہے۔ جس سے انسان عبادت اور ریاضت کی طرف زیادہ راغب رہنے لگتا ہے۔ چنانچہ طالبان حق و صداقت کے لیے مناسب ہے کہ وہ پاکیزہ صاف ستھری' پاک' مناسب' لطیف' مفید' صحت بخش غذا کھائیں۔

رزق حلال کی فضیلت

حلال روزی تلاش کرو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔ (بیہقی)

اپنے ہاتھوں کی کمائی

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

کتابت رزق حلال ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کتابت قرآن مجید کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں' کیونکہ وہ الفاظ کی صورتیں بناتے ہیں اور بے شک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔ (رزین)

پاکیزہ ذریعہ معاش

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا ذریعہ معاش پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔ (مسند امام احمد)

نیک اولاد نیک کمائی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سب سے پاک تمہارا وہ کھانا ہے جو تمہاری کمائی سے ہو اور بے شک تمہاری اولاد بھی کمائی سے ہے۔ (ترمذی' نسائی)

پاک کھانا کھانے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ (۲۳:۵۱) اور فرمایا اے ایمان والو! پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں روزی دی (۲:۱۷۲) پھر ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے' بال بکھرے ہوئے اور غبار آلودہ ہیں' اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام' اس کا پینا حرام' اس کا لباس حرام اور اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے بھلا اس کی التجا کیسے قبول کی جائے۔ (مسلم شریف)

روزی کے بنے ہوئے ذریعے کو نہ چھوڑو

حضرت نافع کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کی طرف اپنا مال تجارت بھیجا کرتا تھا۔ میں نے عراق کی طرف مال بھیجنے کی تیاری کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ اے ام المومنین! میں شام کی طرف مال تجارت بھیجا کرتا تھا مگر اب عراق کی طرف بھیج رہا ہوں فرمایا کہ ایسا نہ کرو' تمہیں اپنی نفع بخش تجارت سے کیا دشمنی ہے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے روزی کا ایک سبب بنا دے تو اسے نہ چھوڑے جب تک اس میں رکاوٹ نہ آئے یا نقصان نہ ہونے لگے۔ (احمد' ابن ماجہ)

حلال و حرام کی تمیز کرو

حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں صلح کرانا جائز ہے سوائے ایسی صلح کے جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کرے۔ مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال کرے۔ (ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ)

اناج کے بدلے اناج

حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اناج کے بدلے اناج برابر برابر ہو۔

(مسلم)

رزق حلال کے اصول

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سونے کے بدلے سونا' چاندی کے بدلے چاندی 'گندم کے بدلے گندم' جو کے بدلے جو' کھجوروں کے بدلے کھجوریں اور نمک کے بدلے نمک ایک دوسرے کی مثل برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہوں۔ جب ان کی قسمیں مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو جب کہ دست بدست لینا دینا ہو۔ (مسلم)

اپنی مرضی سے دوسروں کو دیا ہوا مال حلال ہے

ابو حرہ رقاشی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا جان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کسی پر ظلم نہ کرو' معلوم ہونا چاہیے کہ کسی دوسرے کا مال حلال نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ اپنی خوشی سے دے۔ (بیہقی' شعب الایمان)

درست چیز لینے اور دینے کا اصول

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک خطرہ محسوس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے گھوڑا مستعار لیا۔ جس کو مندوب کہا جاتا تھا۔ پس آپ سوار ہو گئے۔ جب واپس لوٹے تو فرمایا کہ ہم نے تو کوئی خطرہ نہیں دیکھا اور اسے ہم نے دریا کی طرح رواں پایا ہے۔ (بخاری)

تجارت کا ایک اصول

حضرت ابو بکر بن ابو مریم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی جو دودھ بیچا کرتی اور حضرت مقدام دودھ کی قیمت لے لیا کرتے۔ ان سے کہا گیا کہ سبحان اللہ آپ دودھ بیچ کر اس کی قیمت لیتے ہیں؟ فرمایا ہاں اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں پر وہ زمانہ بھی ضرور آئے گا جس میں فائدہ نہیں پہنچائیں گے مگر دینار و درہم۔ (مسند امام احمد)

رزق حلال کھانے کا کمال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چالیس روز تک حلال کی روزی کھاتا رہے جس میں حرام کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو' حق تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے بہتے ہیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق (حدیث کا نصف آخر یوں ہے کہ) اس کا دل دنیا کی دوستی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ (حلیہ ابو نعیم)

صحابہ کرام کے ارشادات

رزق کی قدر کرو

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ رزق کی قدر کرو اللہ اس میں برکت دے گا۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے پاک صاف رزق کھاؤ اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

رزق کی تلاش

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا! مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا اس لیے اپنے رزق کو تلاش کر کے حاصل کیا کرو۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جہاں سے اجل آتی ہے وہیں سے رزق آتا ہے۔ صدقے کے ذریعے اپنے رزق کو اتارو۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے فرزند آدم! آنے والے دن کی فکر نہ کر کیونکہ اس دن اگر تیری زندگی ہے تو خدا تیرا رزق بھی اسی کے ساتھ لائے گا۔

رزق دو طرح کا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ طالب اور مطلوب' جو دنیا کو طلب کرتا ہے اس کو موت ڈھونڈتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے نکل جاتا ہے اور جو آخرت کو تلاش کرتا ہے اسے دنیا ڈھونڈتی ہے حتیٰ کہ اس کی روزی اسے مل جاتی ہے۔

محتاجوں کی روزی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا نے سرمایہ داروں کے مال میں محتاجوں کی روزی رکھی ہے اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دولت مند نے اسے محروم رکھا۔ خدائے بزرگ ان لوگوں سے اس کا جواب طلب کرے گا۔

کسب معاش میں اچھا راستہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ترغیب دی ہے کہ خدا دنیا سے جو

کچھ دے وہ لے لو۔ جو تم سے منہ پھیرے تم بھی ادھر نہ دیکھو۔ اگر یہ نہ کرو تو کسب معاش میں اچھا راستہ اختیار کرو۔

اللہ کی راہ کا اصول

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ رزق عطا فرمائے اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں اتنا ہی زیادہ رزق استعمال میں لائے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی نصیحت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کثرت رزق کے فتنے میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ حقیقتاً دنیا اور دنیا کی دولت بیکار ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا طرز عمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زندگی کے اعمال و فرائض میں پاک روزی حاصل کرنے اور سچ بولنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر کوئی عابد اس قدر عبادت کرے کہ اس کی پیٹھ مثل کمان کے جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ مانند تیر کے لاغر ہو جائے۔ قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ نہ نفع دیگی اس کو اس قدر عبادت اور مشقت' جب تک کہ وہ حلال روزی تلاش نہ کرے اور جب تک کہ وہ سچ بولنا اختیار نہ کرے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ شخص کس قدر فریب کار ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے اور مکرو فریب اور جور و ستم کے ساتھ روزی حاصل کرتا ہے اور صبح سے شام تک بے دریغ جھوٹ بولتا ہے' کیا ایسے شخص کو کسی وقت بھی رضائے حق' اخلاص' لطافت طبع' رقت قلب' لطافت روح اور اثر پذیری کی نعمت حاصل ہو سکتی ہے اور کیا اس شخص کی پند و موعظت' تعلیم و تربیت اور ارشاد وہدایت میں کوئی اثر پیدا ہو سکتا ہے؟۔

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہایت قوی ہیکل' وجیہہ اور بے حد بارعب تھے۔ بیت المال سے آپ کو چار ہزار درہم ملتے تھے لیکن آپ ان کو غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ جب آپ مدائن کے حاکم تھے اس زمانے میں بھی کھجور کی چٹائی وغیرہ بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ آپ کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا آدھا حصہ بچھاتے اور آدھا

اوڑھتے' عمر بھر مکان نہ بنایا۔ جہاں موقع مل جاتا کسی کے مکان کے سائے میں پڑ رہتے۔

ایک دن آپ نے خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا اور خود آٹا گوندھنے لگے ایک شخص آیا' اس نے دیکھ کر کہا کہ آپ کا خادم کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے یہ امر پسند نہیں کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں۔ اس لیے ایک کام میں خود کر رہا ہوں اس میں حرج ہی کیا ہے۔

رزق کے متعلق اقوال

حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں اگر ایک لقمہ حلال میں سے کم کھاؤں تو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ صبح تک نماز میں کھڑا رہوں۔ کیونکہ رات اس وقت ہوتی ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور مومن کے دل میں رات اس وقت ہوتی ہے جب کہ معدہ کھانے سے پر ہوتا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حلال خالص وہ ہے جس میں خدا کو فراموش نہ کرو۔ آپ کے ایک شاگرد کو بہت بھوک لگی۔ چند دن گزر گئے تو استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ اے استاد! موت کیا ہے؟ جواب ملا۔ ﴿حَيٌّ وَّلَا يَمُوْتُ﴾ کا ذکر۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک کے متوکلین ہرگز غم رزق میں گرفتار نہیں ہوتے کیونکہ روز اول جو مقسوم ہو چکا ہے بہر حال ملے گا۔ درویش کو شغل خدا میں مشغول رہنا چاہئے اور اطمینان قلب کے ساتھ اطاعت خدا کرنی چاہیئے۔ پھر دیکھے کہ کتنی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول اور ہے کہ اے درویش! سو سال تک اگر تم رزق کی خاطر دوڑ دھوپ اور ساری دنیا میں تگ و دو کرو۔ ایک ذرہ کے قریب تمہارے مقدر میں اضافہ نہ ہو گا۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ لقمہ سب سے زیادہ رزق حلال میں سے ہے جو انسان محنت کر کے حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جو رزق حلال کما نہ سکے اسے نکاح نہ کرنا چاہیئے۔

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو اپنے پیٹ میں رزق حلال کے سوا کچھ نہ ڈالو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ اہل و عیال کے لیے رزق حلال کمانا ابدالوں کا کام ہے۔

بعض نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شہر سے چلے جاؤ تمہاری روزی میں اضافہ ہو جائے گا یا قسمت اچھی ہو جائے گی' یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس شخص کی بے یقینی پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس بارے میں اندیشہ کرتا ہے اور یہ برا اندیشہ اسے پریشان رکھتا ہے۔ اے درویش! تم کہیں چلے جاؤ' تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ ہے اور جو مقدر ہے تمہیں ضرور ملے گا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ہزار سال بھی اگر روزی کے پیچھے مارے مارے پھرو' ہرگز زیادہ نہیں ہو گی۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ ہر حال میں صادق الیقین رہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ روزی کے لیے غمگین ہونا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس کا رزق تجھ پر ہے اسے گھر سے نکال دے اور جس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اسے گھر پر رہنے دے۔ مزید فرمایا کہ لقمہ حلال کو ڈھونڈا مگر دنیا میں اسے نہ پایا۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زبان سے ہر کوئی کہتا ہے کہ میرے رزق کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے مگر دل سے یقین نہیں کرتا اور خواہش رکھتا ہے کہ فلاں چیز مجھے ملے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں لوگوں کو پانی پلا کر گزارہ کرتے تھے آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر پانی لاد کر لایا کرتے اور اس کی فروخت سے آپ اور آپ کے اہل و عیال گزر بسر کرتے تھے اور فرماتے اے اللہ! مجھے ہمیشہ حلال دے۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میری روزی میرا مقدر مجھے مل کر رہے گی۔ کوئی اسے نہ گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حقیقی زہد رزق حلال کھانے میں ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رزق حلال کمانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے' بشرطیکہ وہ ہر نماز وقت پر ادا کرے اور شریعت کی حد سے باہر قدم نہ رکھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک مجلس میں فرمایا کہ کھانا حلال کھاؤ اور حلال کمائی کا کپڑا پہنو اور توبہ کرو اور حرام کمائی کا کپڑا نہ پہنو۔ جب ایسا کرو گے تو بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لیے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز قبول ہو گی۔(انیس الارواح)

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اے بندے! اللہ تجھ سے اور تیرے احوال سے غافل و بے خبر نہیں۔ وہ تو ایسا پروردگار عالم ہے کہ کفار' منافقین اور فساق کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ پھر اے مومن و موحد! اے اس کی اطاعت و عبودیت اختیار کرنے والے! وہ تجھے کس طرح فراموش کر سکتا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اللہ کے رزق اور اس کی نعمتوں کا مسرت و شادمانی سے استقبال کیا کرو اور اسے خوشی خوشی قبول کرو کیونکہ یہ چیز آئندہ کے لیے بھی اضافۂ رزق اور برکات کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ رزق حلال کا حساب ہو گا اور رزق حرام حاصل کرنے کا عذاب ہو گا کیونکہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رزق حلال کا ایک لقمہ غصہ کو کھا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زندگی گزارنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ رزق حلال حاصل کرو اور حلال طریقوں ہی سے اسے خرچ کرو۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پیٹ کا شکریہ ہے کہ اسے حلال رزق سے پر کیا جائے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر اللہ کی عبادت میں محویت اور لطف چاہتے ہو تو خود رزق حلال کما کر کھاؤ۔

حضرت امام علی شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف والوں کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رزاق جانتے ہوئے یہ یقین رکھو کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔

حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رزق حلال تلاش کرو کیونکہ اس سے حلال خون پیدا ہوتا ہے جس کی بناپر انسان نیک کاموں کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حکایات اولیاء

رزق حلال استعمال کرو: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے سوال کیا کہ کیا جماعت حق میں شمولیت چاہتے ہو اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی رتی بھر پروا نہ کرتے ہوئے خود کو غیر اللہ سے خالی کرلو اور رزق حلال استعمال کرو کیونکہ صوم و صلوٰۃ اور جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ محسوس نہ کرلے کہ اس کی روزی کس قسم کی ہے۔

حکایت: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک درویش کے پاس گئے اس درویش کا بیان ہے کہ میں دل میں بہت خوش ہوا کہ آپ میرے پاس تشریف لائے ہیں مگر اتفاق سے اس روز گھر میں آٹا موجود نہ تھا مگر آپ کے آنے کی وجہ سے میں اسی دن رزق حلال سے آٹے کا تھیلا لے آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق حلال کے باعث تمہارے آٹے میں برکت عطا فرمائے اور فرمایا کہ اس میں سے خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ مگر اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش اور دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کے لیے آتے رہے اور وہی آٹا پکتا رہا مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لے گئے تو ہم ایک مدت دراز تک اسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے اور آٹا مطلق ختم نہ ہوا جب میں نے حضرت کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل و عیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی۔

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ رزق حلال اور بزرگوں کی اطاعت سے برکت پیدا ہوتی ہے اگر کوئی اپنے مرشد کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو برکت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اللہ والوں کے حکم کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم رہنا چاہیئے۔

حکایت

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ یقیناً متلاشی رہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ قبل از وقت یا بعد از وقت یا بروقت کہہ دوں تو کہیں گے کہ گذشتہ شے کی جستجو لاحاصل ہے اور اگر یہ کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ موجود شے کی جستجو سے فائدہ کیا۔ لیکن ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تلاش رزق نہ فرض ہے نہ سنت' اس لیے اس کی جستجو ہی بے سود ہے کیونکہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رزق تو خود تمہارے پاس پہنچتا ہے تمہیں جستجو کی کیا ضرورت ہے۔

ولی کا اصول تجارت

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ گزر اوقات کے لیے تجارت کیا کرتے تھے آپ نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ اپنا مال زیادہ سے زیادہ بیس فی صد منافع پر فروخت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے۔ یکایک باداموں کا نرخ بڑھ گیا۔ ایک دلال آیا اور کہا کہ یہ بادام بیچ دیجیے آپ نے فرمایا کس قیمت پر؟ اس نے کہا نوے دینار مل جائیں گے۔ آپ نے فرمایا میں نے عہد کر رکھا ہے کہ بیس فیصد سے زیادہ منافع نہ لوں گا۔ دلال نے کہا تو پھر میں آپ کے مال کو نقصان پر نہیں بیچتا۔ شیخ نے فرمایا تو تیری مرضی۔ میرا مقصد زر اندوزی نہیں ہے اس لیے میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اجودھن میں قیام کے دوران تنگی معاش کا یہ عالم تھا کہ ہم جنگل سے لکڑیاں لاتے' پانی بھرتے اور کریر لاتے اور ان کو ابال کر ہم خود بھی اور حضرت بابا صاحب بھی روزے افطار کرتے تھے۔ ایک روز ہم نے کہیں سے قرض کا نمک لے کر کریروں میں ڈال دیا۔ جب کھانا حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا درویشوں کو چاہیئے کہ فاقے سے مر جائیں مگر لذت نفس کے لیے کسی سے قرض لے

کر اس کا احسان نہ اٹھائیں کیونکہ قرض و توکل میں بعد المشرقین ہے۔ لہٰذا فقیروں کا قرض سے دور رہنا فرض عین ہے۔ اس کے بعد مجھے حضرت بابا فرید نے ایک کمبل عطا کیا ہے جسے وہ ہمیشہ استعمال کیا کرتے تھے اور اپنی زبان سے مجھے دعا دی کہ تو کبھی تنگدست نہیں ہو گا اور حکم دیا کہ کسی سے قرض مت لینا اور دہلی جا کر جس کسی کا قرض دینا ہے فوراً ادا کر دینا۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی پہنچا تو میں نے مرشد روشن ضمیر کے حکم کی تعمیل کی اور شیخ نجیب اللہ متوکل کو تمام حالات بتائے وہ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم دونوں کے نصیب کھل گئے۔

حکایت

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ عرب کے ایک عالم آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ عرض کی کہ کپڑا بنتا ہوں آپ نے فرمایا کہ شیخ احمد نہروالا بھی نوربافی کیا کرتے تھے۔ پھر شیخ احمد نہروالا کے حالات زندگی بیان فرمائے کہ کسب و ہنر کا لقمہ پاک ہے۔ اللہ کے ابدال جو پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ پہاڑ سے لکڑیاں، گھاس، جڑی بوٹیاں، پہاڑی میوے لا کر شہروں میں فروخت کرتے ہیں اور جو اجرت ملتی ہے اس کا کھانا لے کر دوبارہ پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور دوبارہ ریاضت الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا نظریہ رزق

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو رزق حلال کمانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی سے سوال کیا کہ کیا تم جماعت حق میں شامل ہونا چاہتے ہو؟ جب اس شخص نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی ذرہ برابر پروانہ کرو اور خود کو غیر اللہ سے خالی کر لو اور رزق حلال استعمال کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ، جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک اسے یہ احساس نہ ہو کہ اس کا رزق کن ذرائع سے آتا ہے اور اس کی روزی کا وسیلہ کیا ہے۔ کسی نے آپ کے سامنے ایسے شخص کی تعریف کی جو ہر وقت مجاہدات میں مصروف رہتا تھا۔ چنانچہ شوق ملاقات میں جب آپ اس عبادت گزار شخص کے ہاں پہنچے تو اس نے آپ سے تین روز تک اپنے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کی درخواست کی اور جب آپ نے تین روز تک مسلسل اس کے خصائل اور

حالات کا جائزہ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ اس عبادت گزار نوجوان کی جتنی تعریف سنی تھی وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا اور یہ دیکھ کر آپ نے نادم ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس قدر کاہل ہیں اور یہ شب بیداری کرتا ہے لیکن پھر اچانک آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ ابلیس کے فریب میں مبتلا نہ ہو۔ لہٰذا یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ نوجوان رزق حلال کھاتا ہے یا رزق حرام اور جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے تو پھر آپ نے اسے اپنے ہاں تین روز تک مہمان ٹھہرایا اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جس کے بعد نوجوان کی پہلی سی حالت باقی نہ رہی اور جب اس نے حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے رزق حلال میسر نہ ہونے کی وجہ سے شیطان اپنا کام دکھا رہا تھا مگر میرے گھر کے حلال رزق نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور اب تجھے یقیناً احساس ہو گیا ہو گا کہ تمام عبادات و ریاضت کا انحصار صرف حلال روزی پر ہے۔

حکایت

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ طوس تشریف لے جا رہے تھے دوران سفر رفیقوں نے گاؤں میں قیام کرنے کا ارادہ فرمایا جو چوروں اور ڈاکوؤں کا گاؤں تھا۔ چند صوفیاء درویش قافلے سے نکل کر چلے تاکہ وہاں کا جائزہ لیں کہ حضرت کہاں تشریف فرما ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم گاؤں کے نمبردار اور ڈاکوؤں کے سالار کے ہاں قیام کریں گے۔ بتایا گیا کہ وہ بڑا بدمعاش و بدقماش ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ جو کہا ہے وہ کرو۔ چنانچہ اسے اطلاع دی گئی کہ حضرت ابو سعید ابوالخیر اس کے ہاں اتریں گے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس ناپاک گھر میں پاک کپڑے بچھا دیئے جائیں تاکہ شیخ اور مریدین بیٹھ سکیں۔ پھر وہ سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت صاحب کو طعام حلال کہاں سے کھلاؤں گا کیونکہ اس کے ہاں تو سب کچھ حرام کی کمائی کا تھا۔ بھاگم بھاگ اپنی ماں کے پاس گیا۔ سارا ماجرا بتایا تو اس کی ماں نے ہاتھوں سے طلائی چوڑیاں اتار کر دیں کہ یہ اس کی والدہ نے اپنی حلال کی میراث سے دی تھیں۔ نمبردار نے چوڑیاں فروخت کر کے حضرت شیخ کے لیے کھانے کا بندوبست فرمایا اسے رہ رہ کر ماں کی بات کا خیال آ رہا تھا کہ شاید شیخ اسی لقمہ حلال کو جانتے ہوئے یہاں تشریف لائے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی اس نے حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سنیں اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوا۔ گاؤں کے بیشتر لوگ بھی چوری ڈاکے سے تائب ہو گئے۔ جب

طلائی چوڑیوں سے حاصل شدہ رقم ختم ہو گئی جس سے حضرت صاحب اور آپ کے مریدین کے لیے طعام کا بندوبست ہو سکتا تھا تو آپ تشریف لے گئے۔

حکایت ایک دفعہ کچھ سید حضرات بغرض ملاقات حضرت احمد حرب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو آپ ان کے ساتھ بے حد احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا باہر نکلا اور اس کی یہ حرکت سادات کو بہت ناگوار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نظرانداز فرما دیں کیونکہ اس بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا جب میرے ہمسایہ کے ہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا اور اس نے مجھ کو بھی کھلایا تھا اسی وجہ سے یہ بچہ گستاخ پیدا ہوا۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم سلطنت کو ٹھکرا کر درویشی اور حق شناسی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ آپ سادہ لباس پہن کر محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ حضرت عراق کے ایک قصبے میں ایک باغبان کی حیثیت سے کام کر رہے تھے کہ باغ کے مالک کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ اس باغ کے پاسبان حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس نے حضرت کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضرت کی مزدوری میں اضافہ کر دیا۔ اس راز کے بے نقاب ہونے سے حضرت کا دل پریشان ہو گیا۔ حضرت نے باغ کی چابی مالک کے حوالے کر دی اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ باغ کے مالک نے کہا میں ہر طرح سے آپ کو آرام پہنچاؤں گا۔ آپ نہ جائیے۔ حضرت نے فرمایا پہلے ہم مزدور تھے اور اب ایک بزرگ ہیں۔ ہم تقویٰ' طہارت اور بزرگی کو بیچنا نہیں چاہتے' یہ کہہ کر حضرت دمشق کی طرف چلے گئے۔

خدائی رزق ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چند ساتھی سیوستان کے ملک میں سفر کر رہے تھے۔ شہر کے باہر ایک غار تھی اور اس غار میں ایک درویش سکونت گزین تھے۔ مشغول الی اللہ اس حد تک کہ میں نے ان جیسا کوئی سالک نہ دیکھا اس کے پاس پہنچے۔ تھوڑی دیر ملاقات میں مصروف رہے اس کے بعد بات شروع کی اور حکایت بیان کی کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیاحی کرتا رہا۔ ایک دفعہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو ایک پہاڑ میں رہتا تھا کہ ایک صحرا کے درمیان تھا جہاں کوئی

پرندہ تک نظر نہ آتا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ درویش یہاں رہتا ہے۔ یہاں صحرا میں روزی کہاں میسر ہے۔ جونہی میرے دل میں یہ بات آئی روئے سخن میری طرف فرما کر کہا کہ اے درویش! روزی کے بارے میں کیوں حیران ہوتا ہے' کیا خدائے کریم کو رازق نہیں جانتا کیونکہ کلام پاک میں لکھا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے میرے بندو! خواہ تم آبادی میں ہو یا ویرانے میں جو تمہارا نصیب ہے تمہیں ضرور ملے گا اور کہا بیٹھو ابھی قدرت خداوندی کا مشاہدہ کرواتا ہوں۔ جب اس بزرگ نے یہ بات کی میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ مجھے فرمایا آگے آ' اور اس پتھر کو جو میرے سامنے ہے اٹھا۔ میں نے فرمان کے مطابق پتھر اٹھایا اور توڑ دیا۔ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا' مجھے فرمایا کہ اسے دیکھ میں نے دیکھا کہ اس کے منہ میں گھاس کا تنکا تھا اور وہ کھا رہا تھا اس وقت بزرگ نے فرمایا اے درویش! وہ ذات جو کیڑے کو پتھر کے اندر روزی پہنچا کر زندہ رکھ رہی ہے' میرے رزق کا انتظام صحرا میں نہیں کر سکتی؟۔

پھر وہ رات میں اس درویش کے پاس رہا۔ جب افطار کا وقت آیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا' دو روٹیاں اور ان پر کچھ حلوہ رکھے حاضر ہوا۔ آداب بجالایا۔ کھانا پیش کیا اور واپس چلا گیا۔ جب درویش تلاوت سے فارغ ہوئے' مجھے بلایا اور فرمایا آؤ افطار کرو' تم تو کہتے تھے کہ کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ جب دن ہوا میں اس بزرگ کی خدمت میں آداب بجالایا اور واپس ہوا۔ پس اے درویش! میں نے اس پیر کی بات دل میں رکھ لی۔ اس مقام پر آگیا اور سکونت اختیار کر لی۔ خدا بہتر جانتا ہے آج کم و بیش تیس سال ہونے کو ہیں کہ رزق عالم غیب سے پہنچایا جاتا ہے اور آنے والے مسافروں کو بھی اس ویرانے میں ان کا نصیب ملتا ہے۔ شیخ الاسلام نے بیان کیا کہ جب شام کا وقت ہوا میں نے اور مسافر نے ان کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک آدمی کھانے کا خوان سر پر رکھے ہوئے ظاہر ہوا۔ اس درویش کے سامنے رکھا' ہم نے اس بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا ہم نے اسے خوان سے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن وہ کم نہ ہوا پھر اس بزرگ نے زمین پر پاؤں مارا' پانی کا چشمہ نکل آیا ہم نے جی بھر کر پانی پیا۔ اس کے بعد وہ خوان طعام غائب ہو گیا۔ جب دن چڑھا میں نے رخصت ہوتے ہوئے ان سے مصافحہ کرنا چاہا' کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے' مجھے بڑا تعجب

ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے، جونہی میرے دل میں یہ بات آئی انہوں نے فرمایا اے عزیز! میں ایک دن غار سے باہر تجدید وضو کے لیے گیا غار کے سامنے ایک دینار پڑا ہوا تھا- میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھالوں کہ یہ بھی رزق ہی ہے جو عالم غیب سے آیا ہے- میں نے اٹھانے کا ارادہ کیا کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے جھوٹے دعویٰ دار! تو نے ہم سے توکل کا یہی عہد کیا تھا- پیسے کو دیکھ کر ہاتھ بڑھا دیا کہ اسے حاصل کر لے اور رزق سمجھ لے- تو نے ہمیں نہ دیکھا جب یہ آواز آئی میں نے چھری اٹھائی اور اس ہاتھ کو کاٹ دیا اور باہر پھینک دیا- اے عزیز! جو ہاتھ خدا کی رضا کے بغیر اٹھے، اسے کاٹنا ہی بہتر ہے-

حکایت ایک دفعہ ایک آدمی نے فراخی رزق کے لیے سفر شروع کیا- شہر بہ شہر پھرا لیکن اپنی مقرر روزی سے ذرہ برابر زیادہ حاصل نہ کر سکا- چنانچہ اپنے شہر میں پرانی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں واپس آگیا- لوگوں نے پوچھا سناؤ میاں! کیا حال ہے- جواب دیا اے مسلمانو! میرے مقسوم رزق سے زیادہ مجھے ہرگز نصیب نہ ہو سکا- اس لیے جیسا گیا تھا ویسا واپس آگیا- ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے-

گر کشی صد ہزار بادے چست
نخوری بیش از انکہ روزی تست

ترجمہ: (اگر لاکھوں تیز ہواؤں کے جھونکے بھی کھائے، تجھے وہی کچھ ملے گا جو تیرا مقسوم ہے-)

حکایت ایک دفعہ ایک شخص تنگ دستی سے عاجز آکر اپنے شہر سے دوسرے شہر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شاید دوسرے شہر میں فراخ دستی میسر آجائے- اس گاؤں میں ایک بزرگ تھے جو اس کو وداع کہنے کے لیے آئے اور پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ کہا کے بد نصیبی کی وجہ سے- اس بزرگ نے کہا کہ بھائی! جب اس شہر میں پہنچے تو میرا سلام وہاں کے خدا کو کہنا- اس آدمی کو حیرانی ہوئی پوچھا اے خواجہ! کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ تو اس نے کہا اے نادان! جب تو یہ جانتا ہے کہ اس شہر اور اس شہر میں خدا ایک ہی ہے یہاں اور وہاں جو کچھ تیرے مقدر میں ہے ضرور دے گا اور ذرہ برابر اس میں کمی بیشی نہ کرے گا- تو پھر کس لیے روزی کے بارے میں رنج اٹھاتا ہے- اطمینان قلب سے خدا کی یاد میں لگ جا، پھر دیکھ کیا

ظہور پذیر ہوتا ہے۔

رزق کے چار درجات مشائخ نے رزق کے چار درجے کیے ہیں۔ اول رزق مقسوم، دوم رزق مذموم، سوم رزق مملوک، چہارم رزق موعود۔ پھر تشریح فرمائی: رزق مقسوم وہ رزق ہوتا ہے جو کہ روز ازل تقسیم کر دیا گیا ہے اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ جو کچھ اس شخص کی قسمت میں کر دیا گیا لازماً اس کو ملے گا۔ رزق مذموم وہ رزق ہے جو کہ کسی انسان کو ملے اور وہ اس کے لیے کافی ہو لیکن وہ اس پر صبر نہ کرے جبکہ خداوند کریم اس کے رزق کی ضمانت قرآن حکیم دے رہا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا رزق مملوک وہ رزق ہے کہ انسان روپے کپڑے اور سامان ذخیرہ کرے کہ اس کی تجارت کرے گا۔ شاید خدا کے فضل سے اس میں برکت پیدا ہو اور بڑھتا رہے۔ لیکن اہل سلوک اس بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ تجارت تو وہ کریں جنہیں خداوند کریم کے فضل پر تکیہ نہ ہو۔ درویشوں کو روپیہ پیسہ اور سامان و اسباب کا ذخیرہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ انہیں سب کچھ راہ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے اور ایک اور ایک قطرہ تک باقی نہ رکھنا چاہیئے اور رزق موعود وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کا وعدہ صالحین و عابدین سے فرمایا ہے اور کلام اللہ شریف میں جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ یعنی صالحین کو اندیشہ معاش سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ ان سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بن مانگے ان کو ملے گا اور جتنا ضرورت ہو گا دے گا۔

اصول فقر جب کوئی انسان فقیری کا دعویٰ کرتا ہے اور امراء و ملوک کے پاس طلب زر کے لیے جاتا ہے اور کچھ مانگتا ہے تاکہ اس کی روزی چلے حقیقت میں وہ فقیر صاحب نعمت نہیں ہوتا۔ اگر وہ صاحب نعمت ہوتا تو مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا اور کسی سے ہرگز توقع نہ رکھتا، جہاد درویش کا مقام ہے وہاں تو کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔ کیونکہ قدرت نے درویش پر اپنی نعمت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور اپنی مملکت کے خزانے اس کو عطا کر دیئے ہیں تاکہ جس کو چاہیں وظیفہ برائے گزر اوقات تقسیم فرمائیں ان کو تو کسی کی محتاجی نہیں ہوتی بشرطیکہ درویش ہو۔

اللہ کے بندوں کا رزق حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شریعت اور

طریقت میں مرد صادق وہ ہے کہ روزی کے بارے میں دلگیر نہ ہو اور فراغ خاطر سے اطاعت خدا میں مشغول رہے۔ اس بات کو حق جانے کہ جو ازل سے اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اسے ضرور مل کر رہے گا' ذرہ برابر اس میں کمی واقع نہ ہوگی۔ سالہا سال اگر کوئی تگ و دو کرتا رہے اسے وہی کچھ ملے گا جو ازل سے اس کے نام مقدر کر دیا گیا ہے اور مقدر روزی بن مانگے ہی مل جائے گی۔ فقر کے راستے میں ثابت قدم وہی انسان ہے کہ روزی کے بارے میں پریشان نہ ہو کہ آج مل گیا ہے کل کیا کھاؤں گا ایسے لوگ اصحاب طریقت کے نزدیک بد دین اور بد دیانت کہلاتے ہیں۔ جس طرح موت انسان کی تلاش میں ہے اور اس کے کندھوں پر بیٹھی ہے اسی طرح رزق کی بھی مثال ہے' جہاں کہیں انسان جاتا ہے اے درویش! بے غم ہو جا کہ تیرا رزق تیرے کندھوں پر سوار ہے تو خدا کے کام میں فارغ دلی سے لگ جا تا کہ جو کچھ خدا کی بادشاہی میں ہے سب تیرا ہو جائے کیونکہ میں نے اولیاء کے تذکرے میں دیکھا ہے کہ جب مسلمان طلب دنیا میں لگ جاتے ہیں تو دنیا ہرگز ان کے پاس نہیں آتی اور ان سے یوں بھاگتی ہے جیسے مسلمان مردار سے بھاگتا ہے۔

حکایت

خواجہ حسن ابو الخیر خاقانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے ان کی مونچھیں بڑھ گئیں ایک حجام ملا۔ خواجہ سے عرض کیا آیئے مونچھیں درست کروا لیجیے۔ خواجہ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ حجام نے کہا کہ پھر کبھی دے دیجیے گا۔ جب اس مزین نے آپ کے بال درست کیے۔ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ سر اوپر اٹھایا اور کہا اے اللہ! میں کس سے درخواست کروں۔ جونہی خواجہ نے یہ کہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے درخت سے سرخ دینار جھڑنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ زمین ان سے بھر گئی مزین حیران رہ گیا۔ خواجہ نے مزین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتا ہے اٹھا لے اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اللہ کی مزدوری کا صلہ

ایک دفعہ ایک عارف باللہ کو بارہ دن گزر گئے اور روزی کا سامان پیدا نہ ہوا۔ موصوف کے بچوں کی برداشت حد سے گزر گئی۔ خواجہ کے دامن گیر ہو گئے کہ حضرت! یا تو ہمارے لیے روزی کا سامان کیجیے ورنہ اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دیجیے کہ ہم بھوک کے عذاب سے عاجز و بے چین ہو گئے ہیں۔ خواجہ نے نرمی سے بچوں سے کہا کہ بیٹا آج صبر کرو کل میں مزدوری کے لیے جاؤں گا اور تمہارے لیے

سامان زیست لے آؤں گا۔ آخر دوسرے دن خواجہ نے وضو فرمایا اور ویران علاقے میں چلے گئے۔ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ عصر کی نماز تک وہاں رہے اور پھر واپس آ گئے۔ بچے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے اور کھانے کا تقاضہ کرنے لگے۔ خواجہ نے انہیں تسلی دینے کے لیے کہہ دیا کہ جس آدمی کے گھر میں مزدوری کے لیے گیا تھا اس نے کہا کہ کل آنا دو دن کی اکٹھی مزدوری تمہیں دے دوں گا۔ جب اس طرح دو دن گزر گئے' بچے بھوک سے بلبلا اٹھے اور کہنے لگے اے باپ! ہم بھوک سے جاں بلب ہیں اور تمہیں ہماری روزی کی فکر نہیں' وہ بزرگ پھر وعدہ کر کے گئے اور ویرانہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے جب نماز عصر کا وقت آیا فرشتوں کو حکم ہوا کہ دس من آٹا' شہد کا مٹکا اور دس ہزار دینار سرخ بہشت سے لے جاؤ اور اس صابر بزرگ کے گھر دے آؤ اور اس کے بچوں سے کہنا' تمہارا باپ جس گھر میں دو روز سے کام کرتا رہا ہے اس نے مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم ہمارے کام میں کوتاہی نہیں کرو گے تو ہم بھی تمہیں مزدوری دینے میں کمی نہیں کریں گے۔ جب وہ بزرگ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ باورچی خانے سے دھواں نکل رہا ہے اور عجیب رونق اور شادی کا سماں ہے۔ بچے خوش خوش بھاگتے ہوئے آگے آ گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ خواجہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اگر ہم راسخ العقیدہ ہو جائیں تو خدا سو گنا زیادہ عطا فرماتا ہے۔



باب:۹

علم کے فضائل

علم کی کوئی حد نہیں کیونکہ اسے حاصل کرتے ہوئے زندگی ختم ہو جاتی ہے پھر بھی علم مکمل نہیں ہوتا اس لیے دنیا کے ہر علم کا احاطہ کر لینا ممکن نہیں۔ بہر حال علم کے بغیر عمل کا درست ہونا مشکل ہے اس لیے علم دین کا اس حد تک حاصل کرنا ضروری ہے جس سے عمل درست ہو سکے اور نفع حاصل ہو سکے۔ ایسا علم جو عملی زندگی کے لیے نفع بخش نہ ہو اس کا حاصل کرنا اچھا نہیں ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ علم کا میدان بہت وسیع ہے اور عمر مختصر' اس لیے تمام علوم کا حاصل کرنا فرض نہیں۔ مثلاً علم نجوم، علم طب، علم حساب اور عجائبات عالم کا علم وغیرہ صرف اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جتنا شریعت سے متعلق ہو۔ مثلاً علم نجوم اتنا کہ رات کے عالم میں تعین اوقات ہو سکے۔ طب صرف اس قدر کہ صحت کی حفاظت ہو سکے اور حساب اتنا کہ علم فرائض کے لیے ضروری ہو یا مدت عدت کا تعین کرنے میں معاون ہو۔ مختصر یہ کہ علم وہی فرض ہے جس پر عمل ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا' میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں' بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے' تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے" اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ بولے) پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے فرمایا اے آدم! بتا دے انہیں سب (اشیاء) کے نام جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں

جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔" (البقرہ: ۳ تا ۳۲)

یہ عزت و شرافت اور فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی بدولت ملی جس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان میں علم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو اپنا خاص علم مرحمت فرمایا اور ان ہی حضرات کے علم سے ساری دنیا منور ہوئی۔ اور علم کی روشنی سب کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ملی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو بھی سب سے پہلے اسی علم کی ترغیب اور تعلیم دلائی جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ﴾ (پ ۳۰، العلق: ۱ تا ۵)

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے' پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا' آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا علم عطا فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو علم سکھانا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ انسانیت کو علم ملنے سے علم و معرفت کا سورج انسان پر درخشاں ہو گیا جس کے نور کی نہ کوئی حد ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہونے والا ہے۔ رب اکرم نے کرم فرمایا کہ علم کی عظمت اور اہمیت پوری طرح واضح کر کے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ قلم و تحریر کے ذریعہ انسان کے علم کو جو وسعت اور فراوانی بخشی گئی ہے۔ اس کا اندازہ کسی کے بس کا نہیں ہے۔ اس چیز کے پیش نظر قرآن مجید میں بار بار علم کی عظمت و اہمیت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

علم کی ضرورت

علم کا حاصل کرنا چونکہ ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حاصل کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ دین و دنیا کے کام اس کے بغیر بخوبی انجام نہیں پا سکتے لہٰذا بعض علوم فرض قرار دیئے گئے ہیں جن کے جانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ حصول علم کی فضیلت بے پناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہمیت کے پیش نظر فرمایا ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (پ ۸' الاعراف: ۵۲)

"اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت و رحمت ایمان والوں کے لیے"۔

علم کی اصل بنیاد اللہ کی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے تمام حقائق کو واضح کر دیا ہے جس پر انسان عمل پیرا ہو کر صحیح زندگی گزار سکتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو گی۔ یہ بات انسان کے لیے باعث رحمت ہے اور یہ سب کچھ انسانوں کو حقیقی علم ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جو اہل ایمان کا وصف ہے کہ وہی اللہ کی کتاب سے علم حاصل کرتے ہیں۔

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ (پ ۱' البقرۃ: ۱۲۰)

"اور (سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آ چکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور نہ مدد گار۔"

یہ خطاب مسلمانوں کے لیے ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کے نبی ﷺ آپ کے پاس اللہ کی کتاب لے کر آئے ہیں جو در حقیقت علم کا خزانہ ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اگر حقیقی علم آنے کے بعد بھی تو راہ راست سے ہٹے گا تو پھر اللہ تیرا مدد گار نہ ہو گا۔ اور نہ ہی تو اللہ کی دوستی کے قابل ہو گا۔

علم کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ علم والے اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر صدق دل سے ایمان لے آتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (پ ۳' آل عمران: ۷)

"اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے' سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔"

قرآن پاک کی آیات دو قسم کی ہیں ایک محکم اور دوسری متشابہ' وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم دے رکھا ہے اور وہ اس علم میں پختہ ہیں تو وہ صرف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ بالکل درست ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ صاحب علم لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (پ ۳' آل عمران:۱۸)

"اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔"

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی گواہی خود دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے' اسی طرح اللہ کی وحدانیت کے گواہ اس کے فرشتے بھی ہیں۔ اسی طرح علم والے بھی اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں کہ کیونکہ وہ علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا درجہ اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (پ ۲۸' المجادلہ:۱۱)

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

علم انسان میں رحم' ہمدردی اور اخلاق حسنہ پیدا کرتا ہے۔ آداب محفل میں سے ایک اخلاقی ادب یہ ہے کہ مجلس میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگ بعد میں آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کر کے اسے بیٹھنے کی جگہ دے دیں اور اگر انہیں کھڑا ہونے کی ضرورت پڑے' تو

بھی وہ کھڑے ہو جائیں اور یہ احساس علم کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو وسعت قلبی کا علم دیا گیا ہے جس کی بنا پر وہ اچھا اخلاق پیش کرتے ہیں' یہ دراصل ان پر اللہ کا بڑا کرم ہے اور اس کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور ایسے صاحب علم اللہ کو بہت پسند ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی شان میں یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک دولت سے بہتر نیک عمل ہے جس کا ثواب ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ (پ ٢٠' القصص: ٧٩ تا ٨٠)

"تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا' بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری۔ اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔"

دنیا کی دولت ظاہراً بڑی متاثر کرنے والی ہے مگر اہل علم کے نزدیک اس کی زیادہ اہمیت نہیں بلکہ ان کے ہاں ایمان اور نیک عمل کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کا اجر اور ثواب بہت زیادہ ہے' اس لیے اہل علم کی قدر و قیمت دولت والوں سے بڑھ کر ہے خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

اہل علم کی شان اس لحاظ سے بھی منفرد اور اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مثالیں قرآن مجید میں دی ہیں ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں' ارشاد ہے کہ:

﴿ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴾ (پ ٢٠' العنکبوت' ٤٣)

"اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں انہیں علم والے ہی سمجھتے ہیں۔"

اہل علم اللہ کی کتاب کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اس کے حق ہونے کا ان کو پوری طرح علم ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴾ (پ ۱۳' الرعد: ۴۳)

"اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔"

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ اگر کافر آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کی بدبختی ہے آپ کو ان کی گواہی کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ واضح کر دیں کہ میری رسالت اور صداقت کی گواہی دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہ لوگ بھی میری سچائی اور میرے نبی ہونے کی شہادت دے رہے ہیں جن کو اس کتاب مقدس کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر آیا ہے کہ اہل علم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (پ ۲۳' الزمر: ۹)

"تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان' نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

فضیلت علم

عالم کی فضیلت حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ پر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے' آسمانوں اور زمین کے رہنے والے' حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں' لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (ترمذی)

طلب علم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے

راستے میں طلب علم کے لیے نکلنے والا واپسی تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

طالب علم کی فضیلت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تلاش علم میں کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کے عمل پر رضامند ہوتے ہوئے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں (بھی) عالم کے لیے طلب مغفرت کرتی ہیں۔ عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کرام درھم و دینار وراثت نہیں چھوڑتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے اچھا خاصا حصہ پایا۔ (ابوداؤد' ترمذی)

جنت کا راستہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم)

نفع بخش علم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے' صدقہ جاریہ' نفع بخش علم یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا مانگتی ہے۔ (مسلم)

علم حدیث کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو خوش و خرم رکھے جس نے مجھ سے حدیث کو سن کر اس کو من و عن نقل کیا اور بعض سننے والے سنانے والے سے زیادہ یاداشت رکھتے ہیں۔ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی بروایت ابو الدرداء)

دین کی سمجھ کا ملنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (بخاری)

علمی بات پہنچانے کی فضیلت

حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم

ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرہ کو ترو تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی تو وہ بعینہٖ دوسروں تک پہنچائی' بہت سے پہنچانے والے سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔(ترمذی)

دو آدمی قابل رشک ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمی قابل رشک ہیں۔ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اسے اس کے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کی پس وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

علم خاصۂ نبوت ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے وہ اس بارش کی مثل ہے جو زمین پر برسی پس اس کے ایک حصہ نے جو عمدہ تھا اسے قبول کیا اور خوب گھاس اور چارہ اگایا اور کچھ ٹکڑے غیر آباد تھے انہوں نے پانی کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا۔لوگوں نے اس سے پانی پیا (جانوروں کو) پلایا' کھیتی باڑی کی اور کوئی حصہ جس کو بارش پہنچی چٹیل میدان ہے۔نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے۔ پس یہی مثال اس آدمی کی ہے جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اور اس چیز نے جس کے ساتھ اس کی طرف سر اٹھاتا ہی نہیں (توجہ نہیں کرتا) اور وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔(بخاری)

سمجھانے کا انداز

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات فرماتے تو اس کو تین بار کہتے تاکہ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ لے اور جب کہیں کسی مجمع میں جاتے تو تین بار سلام کرتے۔(بخاری)

علم پر فخر کرنے کی مذمت

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ اس وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے یا یہ سوچے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا۔(ترمذی' ابن ماجہ)

عالم اور متعلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ملعون ہے اور تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت، عالم اور متعلم کے سوا جو کچھ اس میں ہے سب معلون ہے۔ (ترمذی)

علم کا حقیقی مقصد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے ایسا علم جس سے محض رضائے الٰہی کا حصول مطلوب ہوتا ہے، صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (ابوداؤد)

علم چھپانے کی ممانعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ (ابوداؤد)

تین عمل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر تین عمل سب سے بڑھ کر ہیں علم کا حاصل کرنا، جہاد، کسب حلال، اس لیے کہ طالب علم اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور غازی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور کسب حلال کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

اہل علم کی شان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے جب علم کو واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلا لے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلاء کو بنالیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے "خداوند! جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا اس سے مجھے نفع عطا فرما۔ میرے علم میں اضافہ فرما اور مجھے علم نافع عطا فرما۔ ہر حالت میں اللہ کی حمد ہے اور میں دوزخیوں کی سی حالت سے پناہ مانگتا ہوں۔" (ابن ماجہ، ترمذی)

علم حاصل کرنے کی برکت

حضرت انس بن مالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے

ہیں کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ ایسے لوگوں کو دیکھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر رکھا ہے تو وہ علم سیکھنے والوں کو دیکھ لے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو طالب علم کسی عالم کے دروازے پر چکر لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے اور ہر حرف کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھتا ہے۔ اور ہر قدم کے عوض اس کے لیے جنت میں ایک شہر بناتا ہے۔ وہ زمین پر چلتا ہے تو زمین اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ اس کی صبح و شام مغفرت کی حالت میں ہوتی ہے۔ فرشتے اس کے لیے گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں' یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے رہائی بخشی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

اللہ کے لیے علم حاصل کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرتا ہے اس کے دنیا سے اٹھ جانے سے پہلے پہلے علم اس پر غالب آئے گا۔ وہ بالآخر اللہ کے لیے ہو کر رہے گا اور جو کوئی اللہ کے لیے علم حاصل کرتا ہے وہ دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کی مانند ہے اور جو شخص علم کا ایک باب سیکھتا ہے اس کے لیے ابو قبیس پہاڑ کے برابر اس سونے سے بہتر ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

قرب قیامت کی علامت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف علم کو قبض کر کے نہیں اٹھائے گا بلکہ علم والے اٹھتے جائیں گے حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو رئیس بنالیں گے۔ انہی سے سوالات اور مسائل میں رجوع کریں گے وہ غلط باتیں بنائیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

بصیرت دین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دین میں بصیرت حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

علمی مجلس کی برکت

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے وہاں پر دو مجلسیں دیکھیں' ایک میں اللہ کا ذکر ہو رہا تھا اور دوسرے فقہی

مسائل میں مشغول تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں مجلسیں خیر پر ہیں البتہ ایک دوسری سے بہتر ہے' یہ ذکر کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ چاہے تو عطا کردے اور چاہے تو نہ دے اور یہ لوگ مسائل سیکھتے اور سکھاتے ہیں اور میں بھی معلم بن کر ہی آیا ہوں لہٰذا یہ ان سے افضل ہیں' پھر آپ ﷺ ان ہی لوگوں کے پاس بیٹھ گئے۔

علم کی برکات

حضرت ابوبکرؓ کا قول

آپ کا ارشاد ہے کہ علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا' لیکن مال کی وجہ سے ضرور خدائی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ شریف جب علم سیکھتا ہے تو متواضع ہو جاتا ہے لیکن ادنیٰ یا پنچ جب پڑھتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔

علم کی قوت جب حد سے بڑھ جائے تو مکاری اور عیاری پیدا کرتی ہے اور جب ناقص ہو تو حماقت اور گنوار پن پیدا کرتی ہے۔

مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا بیان

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو سمجھو کیونکہ وہ علم کا سرچشمہ ہے اور دلوں کی بہار ہے۔

علم کے متعلق ایک اور موقع پر فرمایا کہ قبل اس کے کہ تم بزرگ بنو علم حاصل کرو۔

آدمیوں کی تین قسمیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ تین طرح کے ہیں' عالم ربانی اور متعلم۔ یہ دونوں تو نجات کی راہ پر گامزن ہیں اور باقی لوگ مخلوط اور گھٹیا قسم کے ہیں جو ہر آواز کے پیچھے چل دیتے ہیں اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں عمل کرنا علم سے بہتر اور ایک زمانہ آئے گا جس میں علم سیکھنا عمل سے بہتر ہو گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگر چین تک جانا پڑے کہ علم کو طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسئلہ سیکھنا رات بھر کے قیام سے مجھے

زیادہ پسند ہے۔

جس حالت میں مرے گا اسی میں اٹھے گا

عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ عمل نہیں ہو سکے گا اور علم ضائع ہو جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم کو اپنا تکیہ بنالینا اس سے بہتر ہے کہ تو جہل کو اپنا تکیہ بنائے۔ پھر وہ شخص حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اپنی بات دہرائی حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ لوگوں کا حشر اسی حالت پر ہو گا جس پر وہ مرے ہوں گے۔ عالم کو عالم اٹھایا جائے گا اور جاہل کو جاہل۔ پھر وہ شخص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اپنی بات پیش کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کسی چیز کو حاصل کر کے اسے اتنا ضائع کرنے والے نہیں بنو گے جتنا کہ اس کو چھوڑنے سے۔

علم سیکھنا نیکی ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا نیکی ہے' اس کی طلب عبادت ہے' اس کا تکرار تسبیح کا درجہ رکھتا ہے' اس میں بحث و گفتگو جہاد ہے اور کسی جاہل کو اس کا سکھانا صدقہ ہے۔ اس کے اہل پر اس کو لگانا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ سن لو علم اہل جنت کے مراتب کا راستہ ہے۔ وحشت کے وقت انس کا ذریعہ ہے۔ سفر میں ساتھی اور رفیق ہے۔ تنہائی میں ہم کلام ہے۔ خوش حالی میں رہنما ہوتا ہے۔ تنگ دستی میں مدد گار بنتا ہے۔ مجلس احباب میں زینت ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو بلندی بخشتا ہے کہ انہیں امور خیر کی قیادت اور امارت نصیب ہوتی ہے۔ لوگ اس کے اقوال کی اتباع کرتے ہیں۔ افعال میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ملائکہ ان کی دوستی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اپنے پر ان پر پھیلاتے ہیں۔ ہر رطب و یابس (تر اور خشک چیز) سمندر کی مچھلیاں' زمین کے کیڑے مکوڑے' جنگل کے درندے اور جانور سب ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اس لیے کہ علم دلوں کو جہل کی بجائے حیات بخشتا ہے۔ آنکھوں کو تاریکی میں نور بخشتا ہے۔ بدنوں کو ضعف سے قوت دیتا ہے۔ ایک بندے کو نیک اور ابرار لوگوں کے مقامات تک پہنچاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے اعلیٰ درجات پر فائز کرتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ اس کا مذاکرہ رات

کے قیام کے برابر ہے۔ صلہ رحمی اسی سے قائم ہوتی ہے۔ حلال و حرام کی تمیز اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ علم امام ہے، عمل اس کا تابع ہے، سعید لوگوں کو نصیب ہوتا ہے بد نصیب اس سے محروم رہتے ہیں۔

علم مال سے افضل ہے

ایک روایت میں ہے کہ اہل بصرہ میں باہم مذاکرہ ہونے لگا بعض نے کہا کہ علم مال سے افضل ہے اور بعض نے مال کو علم سے بہتر بتایا۔ بالآخر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا اور فیصلہ چاہا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم افضل ہے۔ قاصد بولا اگر ان لوگوں نے دلیل مانگی تو کیا کہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی۔ دوسری یہ کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی خود تجھے حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ علم کی دولت اپنے محبوب بندوں کو ہی دیتا ہے اور مال اپنے محبوب بندوں کو بھی دیتا ہے اور غیر محبوب لوگوں کو بھی بلکہ جن سے محبت نہیں ہوتی انہیں مال بہت دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

﴿ وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴾ (پ ۲۵، زخرف: ۳۳)

"اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمان کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے۔"

چوتھی یہ کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال کم ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ مال دار مرجاتا ہے تو اس کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے اور عالم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے۔ چھٹی یہ کہ مال دار مرجاتا ہے اور صاحب علم زندہ جاوید ہے۔ ساتویں یہ کہ صاحب مال سے ایک ایک درہم کا سوال ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں پر لگایا اور صاحب علم کو ایک ایک حدیث پر جنت میں درجہ ملے گا۔

علم کی عظمت

حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ جس نے قرآن کا علم سیکھا اس کی قیمت بڑھ گئی۔ جس نے علم فقہ سیکھا اس کی قدر بڑھ گئی، جس نے حدیث سیکھی اس کی دلیل قوی ہوئی، جس نے حساب سیکھا اس کی عقل پختہ ہوئی، جس نے نادر باتیں سیکھیں اس کی طبیعت نرم ہوئی اور جس شخص نے اپنی عزت نہیں کی اسے علم نے کوئی فائدہ

نہ دیا۔

حکایت سلطان محمود غزنوی کو اس مشہور حدیث ((العلماء ورثة الانبیاء)) (علماء انبیاء کے وارث ہیں) کی صحت پر پورا یقین نہ تھا' اسے قیامت کے آنے کے بارے میں شبہ تھا اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے۔ ایک دفعہ رات کے وقت سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل کسی طرف جا رہا تھا۔ ایک خادم طلائی شمع دان لے کر آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں اس کی نظر ایک طالب علم پر پڑی جو مدرسہ میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس کے پاس چراغ جلانے کو تیل نہ تھا۔ جب پڑھتے پڑھتے بھول جاتا تو قریب ہی بنیے کی دکان پر جاتا اور اس کے چراغ کی روشنی میں کتاب کو پڑھ لیتا تھا۔ سلطان کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا۔ اس نے وہ طلائی شمع دان طالب علم کو دے دیا۔ اسی رات سلطان کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا "اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔"

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے سلطان کے تینوں شکوک رفع ہو گئے۔ (تاریخ فرشتہ)

چار چیزوں کا علم حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کیا اور تمام دنیا کے علوم سے رہائی پائی۔ ان سے پوچھا گیا' کون سی چار چیزوں کا علم ہے؟ کہا اول یہ کہ میں نے جانا کہ میرا رزق مقدر ہے اور کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا اس طرح طلب زیادت سے نجات پائی۔ دوم یہ کہ میں نے جانا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر حق ہے اور وہ میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا میں اس حق کو ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔ سوم یہ کہ میں نے جانا کہ میرا ایک طالب ہے یعنی موت جس سے مفر نہیں۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ چہارم یہ کہ میں نے جانا کہ میرا ایک خدا ہے میرے حال سے پوری طرح واقف۔ میں اس سے شرمسار رہا اور ناشائستہ افعال سے بچا۔ جب بندہ کو علم ہو کہ خدائے پاک ناظر ہے تو اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جس کے باعث روز قیامت شرمندہ ہونا پڑے۔

اہل علم کو چادر محبت کا عطیہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرنے میں لگ جاؤ۔ علم کے پیچھے پڑ جاؤ کہ

اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادر محبت ہے جو شخص علم کا طالب ہوتا ہے اللہ اس کو چادر محبت اوڑھاتا ہے۔ پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضاجوئی کا کوئی کام اس سے کرا لیتا ہے۔ پھر اگر وہ دوبارہ خطا کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر بھی اس سے رضاجوئی کا طالب ہوتا ہے۔ تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس ہر دفعہ کی رضاجوئی کرانے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اس کا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہنچ جائے۔ (احیاء العلوم)

عالم کا حق

امیرالمومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ سوال نہ کرو اور جواب میں اس کو طعنہ نہ دو۔ جب وہ تھک جائے تو اصرار نہ کرو اور جب اٹھے تو اس کا کپڑا نہ پکڑو۔ اس کے راز افشا نہ کرو۔ اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس کی لغزش کی تلاش میں نہ رہو۔ اگر وہ لغزش کرے تو اس کا عذر قبول کرو، اللہ کی رضا کی خاطر اس کی عزت و توقیر کو خود پر لازم سمجھو۔ جب تک وہ اللہ کے احکام کی حفاظت کرے اس کے آگے مت بیٹھو۔ اگر اسے کوئی حاجت ہو تو سب لوگوں سے پیشتر اس کے لیے اٹھو۔

علمائے کرام کا ادب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ان کا خچر قریب کر دیا گیا کہ اس پر سوار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رکاب تھام لی۔ حضرت زید نے فرمایا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم! آپ رکاب چھوڑ دیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہم کو یہی حکم ہے کہ علماء اور بزرگوں سے اسی طرح ادب سے پیش آئیں۔ حضرت زید نے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا اور ہم کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔ (احیاء العلوم)

عالم ستر ہزار عبادت گزاروں سے بہتر ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ عالم افضل ہے یا عابد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے شخص! تیرے اس قول سے فرشتوں کو بھی تعجب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک سست عالم ستر ہزار محنتی اور رات بھر اٹھ کر نماز پڑھنے والے

اور دن بھر روزہ رکھنے والے عابد سے بہتر ہے۔ (تذکرۃ الواعظین)

عالم کی صحبت کی برکتیں

حضرت فقیہہ ابو اللیث سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص عالم کی صحبت میں بیٹھے اگرچہ اس سے علم حاصل کرنے کی قدرت نہ ہو پھر بھی اس کو سات فضائل حاصل ہوں گے (۱) دینی طالب علم کی سی فضیلت پائے۔ (۲) جب تک وہ شخص اس عالم کے پاس بیٹھا رہے گا گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ رہے گا۔ (۳) جس وقت وہاں سے رخصت ہو گا تو اس پر رحمت کا نزول ہو گا (۴) جب تک اس کے نزدیک بیٹھا رہے گا اس وقت تک اس پر برابر رحمت اور برکت کا نزول ہوتا رہے گا (۵) جب تک وہ سنتا رہے گا اس کے نامہ اعمال میں برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (۶) فرشتے اس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیں گے (۷) اس کا ہر ایک قدم اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور اس کے درجات بلند ہو جائیں گے اور اس کی نیکیاں بڑھادی جائیں گی۔ (تذکرۃ الواعظین)

حکایت

حضرت ابراہیم بن رستم جو امام اعظم کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی کے شاگرد ہیں۔ شہر مرو میں علم و عرفان کی بارش سے مخلوق کو فیض یاب کر رہے تھے، دباغوں (چمڑہ رنگنے والے) کے محلہ میں مقیم تھے اور ان کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو خاص دعوت دیکر اپنے دربار میں بلایا اور بہت دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا۔ آپ نے آپ سے عہدہ قضاۃ قبول کر لینے کی درخواست کی۔ حضرت نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف درس و تدریس کے مشغلہ کو ہی پسند کرتا ہوں اور واپس تشریف لے آئے۔

اس کے چند یوم بعد خلیفہ مامون الرشید کا وزیر فضل ذوی الریاستین، حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ دباغوں کے بچوں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ وزیر ان کے حلقہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا لیکن نہ تو آپ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ پڑھانے سے اپنی توجہ ہٹائی۔ وزیر کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب سے رہا نہ گیا اور بولا ابراہیم! تعجب ہے کہ خلیفہ کا وزیر تمہاری ملاقات کے لیے چل کر آیا ہے اور تم ان دباغوں (چمڑہ پکانے والوں) سے اپنی توجہ ہٹا نہیں سکے اور وزیر کی تعظیم کے لیے اٹھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ آپ ابھی کچھ کہنے

بھی نہ پائے تھے کہ آپ کا ایک شاگرد بول اٹھا۔ ہاں جناب! ہم لوگ اب چمڑے کے دباغ نہیں ہیں بلکہ اس دین کو پختہ کر رہے ہیں جس نے ابراہیم کو اتنی بلندی بخشی ہے کہ خلیفہ ان سے رابطہ قائم کرنے کا خواش مند ہے اور اس کا وزیر بھی اس کی ملاقات کو خود چل کر آتا ہے۔(تاریخ بغداد' ص ۷۳)

حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد

آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص جب علم حاصل کرتا ہے تو اسے عزت اور شرف حاصل ہو جاتا ہے اور جب وہ طاعت و عبادت کرتا ہے تو اس کا عمل بہتر ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر اسے پیر کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر دو یعنی اس کے علم اور عمل کو توڑ دے اور انہیں اس کی نظروں سے گرا دے۔ وہ شخص علم اور عمل کے غرور میں مبتلا ہو جائے اور اس طرح نقصان اٹھائے۔

علم تین ہیں

محمد بن فضل البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم تین ہیں (۱) علم من اللہ (۲) علم مع اللہ اور (۳) علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے جس کے ذریعہ سب انبیاء اور اولیاء نے باری تعالیٰ کو جانا۔ جب تک اس علم کو مخصوص طریقوں سے سیکھا سکھایا نہ جائے اس وقت تک اس کے ذریعے خدا کو نہیں جانا جا سکتا کیونکہ اس علم کے بغیر خدا کو پانے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں اور بندہ کا علم معرفت حق کے لیے علت اور سبب نہیں بلکہ اس کی معرفت بھی خدا ہی کی ہدایت اور توفیق سے ہے اور علم من اللہ علم شریعت ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی طرف سے حکماً دیا گیا اور اس کا مکلف بنایا گیا ہے اور علم مع اللہ مقامات طریق حق اور درجات اولیائے کرام کے بیان سے متعلق ہے۔ الغرض معرفت بغیر شریعت درست نہیں ہوتی اور شریعت کی کار فرمائی اظہار مقامات کے بغیر صحیح نہیں اترتی۔

علم دل کی حیات ہے

ابو علی تقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم دل کی حیات ہے مرگ جہالت سے اور آنکھ کا نور ایمان ہے کفر کی ظلمت و تاریکی سے' جس کو علم معرفت نہیں اس کا دل جہالت کے ہاتھوں مر چکا ہے اور جس کو علم شریعت نہیں اس کا دل نادانی کے مرض میں مبتلا ہے۔ کفار کا دل مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ معرفت خداوندی سے محروم ہیں۔ اہل غفلت کا دل بیمار ہوتا ہے کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے احکام سے نابلد ہیں۔

زہد اور علم

ابوبکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے علمی گفتگو کو بغیر زہد اختیار کیے کافی سمجھا وہ بے دین ہوا اور جس نے فقہ کو بغیر تقویٰ کے اپنایا فاسق ہوا۔ جو علم توحید کا زبانی علم بردار ہو اور اس کی ضد شرک وغیرہ سے دست بردار نہ ہو زندقہ کا مرتکب ہے اور جو علم شریعت وفقہ کو بغیر عمل حاصل کرے فاسق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل اور مجاہدہ کے بغیر محض توحید جبر ہے اور موحد قول کے اعتبار سے جبری اور فعل کی رو سے قدری ہوتا ہے تاکہ اس کی روش جبر اور قدر کے بین بین درست رہے۔

علم پر عمل کرنا بہت مشکل ہے

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر مجھے کوئی مشقت علم حاصل کرنے سے زیادہ سخت نہ معلوم ہوئی۔ الغرض آگ پر چلنا آسان ہے مگر علم کے مطابق عمل کرنا مشکل۔ جاہل کے لیے ہزار بار پل صراط کو طے کرنا ایک علمی مسئلہ کو سیکھنے سے زیادہ آسان ہے' فاسق کے لیے ایک مسئلہ کو عملی جامہ پہنانا جہنم میں قیام کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ المختصر تجھے علم سیکھنا چاہیے اور اس میں کمال حاصل کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسانی علم کا کمال علم خداوندی کے سامنے جہالت ہے۔ پس اس قدر جان کہ تو کچھ نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بندگی کے علم سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور بندگی و عاجزی بندہ اور خداوند کے درمیان ایک عظیم پردہ ہے۔

علم سیکھنا جہاد سے افضل ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی چیز جہاد فی سبیل اللہ سے افضل نہیں بجز طلب علم کے یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے جو شخص علم کا ایک باب سیکھنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے فرشتے اپنے پروں سے اسے گھیر لیتے ہیں' پرندے فضاؤں میں' درندے اور جانور جنگلوں میں' مچھلیاں سمندروں میں اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے بہتر ۷۲ صدیقین کا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ خوب سن لو کہ علم کو حاصل کرو اور علم کے لیے سکینت' تحمل اور وقار سیکھو۔ جس سے علم سیکھو اس کے سامنے تواضع اختیار کرو اور شاگردوں کے پاس بھی تواضع ہی سے رہو۔ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ نہ کرو اور نادانوں سے بحث نہ کرو' اس کے ذریعے امراء کے ہاں آمد و رفت اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی ظاہر نہ کرو'

ورنہ تم ان جابر علماء سے ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنے اور دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے گئے۔ ایسا علم سیکھو جو اللہ کی عبادت میں تمہارے لیے آڑ نہ بنے اور عبادت یوں کرو جو طلب علم میں رکاوٹ نہ ہو کہ عبادت کا نفع بھی علم کے ساتھ ہی ہے۔ ایسے لوگوں کی طرح نہ بنو جو علم کو چھوڑ کر عبادت میں لگ گئے حتیٰ کہ جب جسم سوکھ گئے اور خوب لاغر ہو گئے تو تلواریں سونت کر لوگوں کے مقابل نکل کھڑے ہوئے۔ اگر علم حاصل کیا ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتے اور علم کے بغیر عامل راستے سے ہٹے ہوئے شخص کی طرح ہے کہ وہ جس قدر بھی بھاگے گا دور ہی ہوتا جائے گا اور اس کے لیے اصلاح کی نسبت فساد کی صورتیں زیادہ پیش آتی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اے ابو سعید! آپ نے یہ باتیں کہاں سے حاصل کیں تو کہنے لگے میں علم کی اس راہ میں ستر بدری صحابہ سے ملا ہوں اور چالیس برس وطن سے باہر سفر میں بسر کیے۔

علم شرافت میں اضافہ کرتا ہے

صالح المری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امیرالمومنین کے پاس گیا اس نے مجھے اپنی مسند پر بٹھایا۔ میں نے کہا حسن نے سچ ہی فرمایا تھا۔ امیرالمومنین نے پوچھا کہ حسن نے کیا فرمایا تھا؟ صالح نے کہا کہ حسن نے فرمایا تھا کہ علم شریف آدمی کی شرافت میں اضافہ کرتا ہے اور ایک غلام کو آزاد لوگوں کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ اگر یہ علم نہ ہوتا تو صالح مری کی کیا اوقات تھی کہ امیرالمومنین کی مسند پر بیٹھ جاتا۔

حکایت

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا۔ اسود بن مریع وعظ کہہ رہے تھے تمام اہل مسجد ان کے پاس جمع تھے اور ان کے پیچھے کی جانب کچھ اہل فقہ بیٹھے ہوئے فقہی مذاکرات میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس علمی حلقے اور مجلس وعظ کے درمیان نماز پڑھی۔ فارغ ہو کر سوچنے لگا کبھی کہتا کہ اسود کی مجلس میں چلا جاؤں، کیا معلوم انہیں قبولیت و رحمت نصیب ہو تو مجھے حصہ مل جائے۔ کبھی کہتا کہ علمی حلقہ میں جا بیٹھوں۔ شاید کوئی ایسا مسئلہ سن پاؤں جو پہلے سے نہ سنا ہو اور اس پر عمل نصیب ہو جائے۔ میں اسی کشمکش میں وہاں سے چل دیا اور کسی کے پاس بھی نہ بیٹھا۔ اگلی رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ اگر تو علمی حلقہ میں بیٹھ جاتا جہاں فقہ کا

مذاکرہ ہو رہا تھا تو ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے پاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا طرز عمل

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کے لیے کب تک علم حاصل کرنا مناسب ہے؟ فرمایا جب تک اس کے لیے جہالت قبیح شمار ہو گی تب تک طلب علم اچھا ہی اچھا ہے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بستر مرگ پر تھے اور ایک آدمی پاس بیٹھا ہوا ان کے لیے کچھ علمی مضامین لکھ رہا تھا۔ کسی نے کہا اس حالت میں بھی یہ علمی مشغلہ؟ ارشاد فرمایا ممکن ہے کوئی مفید بات ایسی مل جائے جو پہلے آج تک نہ ملی ہو۔

حضرت امام حسن کا بیان

حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ ہر علم کے لیے ایک بیان ہے' ہر بیان کے لیے ایک زبان ہے' ہر زبان کے لیے ایک عبادت اور ہر عبادت کے لیے ایک طریقہ' ہر طریقہ کے لیے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے۔

علم کی چار قسمیں ہیں۔ اول علم معرفت' دوم علم عبادت' سوم علم عبودیت' چہارم علم خدمت۔ جس عبادت میں علم نہ ہو اس میں کوئی نیکی نہیں اور جس علم میں سمجھ نہ ہو اس میں کوئی خوبی نہیں اور جس پڑھنے میں سوچ نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ جس کا علم یقین تک' یقین خوف تک' عمل ورع تک' ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ تین قسم کے لوگوں سے احتراز کرو۔ اول غافل علماء سے' دوم کاہل قاریوں سے' سوم جاہل صوفیوں سے۔

علم، عمل کے لیے ضروری ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم، عمل کے لیے آواز دیتا ہے اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی حالت

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو' تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اس کا طالب ہو گا یہ اس سے کھیلے گی)

ایک بزرگ کا قول

اور ایک بزرگ کا قول ہے کہ علم تخم ہے، عمل کھیتی ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دے آپ آج شام کو فوت ہو جائیں گے تو آپ اس دن کیا کام کریں گے؟ فرمایا طلب علم میں گزار دوں گا۔

کہتے ہیں کہ علماء اپنے زمانہ کے چراغ ہوتے ہیں اور ہر عالم اپنے زمانہ کا چراغ ہے جس سے اس کے ہم عصر لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ فقیہہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔ پوچھا گیا کس طرح؟ فرمایا اس لیے کہ جب تم اسے دیکھو اللہ کا ذکر اس کی زبان پر ہے۔ کسی چیز کا حلال ہونا بیان کر رہا ہے، کسی کا حرام ہونا۔

سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے آقا نے تین سو درہم میں خریدا اور آزاد کر دیا۔ میں سوچنے لگا کہ اب کیا مشغلہ اختیار کروں۔ بالآخر میں نے سب پیشوں اور مشاغل پر علم کو ترجیح دی۔ ابھی کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ خلیفہ وقت میری زیارت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے اسے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔

حضرت بشر حافی کا علمی مقام

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیشتر آپ ہی کی معیت میں رہتے اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث و فقیہہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے اپنے علوم پر تو مکمل عبور حاصل ہے لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی وجہ سے امام صاحب اکثر آپ سے استدعا کرتے کہ مجھے خدا کی باتیں سناؤ۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا قول

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا جا رہا تھا تو میں نے کہا سنبھال کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔ اس نے کہا آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ اس کے قول سے میں آج تک

متاثر ہوں۔

علم کی بات

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لیے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آئی۔

علم سیکھنا ضرورت دین ہے

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ بھی اللہ کے لیے خرچ کرتے تو اس کا مصرف صرف طلباء اور اہل علم ہوتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ ان عطیات کا سلسلہ عام اور وسیع کر دیں تو بہت سے لوگوں کو اس سے یکساں فائدہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ علم دین سیکھنا اور سکھانا ضروریات دین میں شامل ہے اگر اہل علم اور طلباء کو ضروریات دنیوی پریشان خاطر کر دیں اور وہ سکون اور للہیت سے علم میں مشغول نہ رہ سکیں تو یہ ایک بہت بڑا نقصان ہو گا جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اپنا مال خصوصیت کے ساتھ اہل علم کو دے کر میں دین کے اس اہم سلسلے کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

حکایت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم کی بیحد تعظیم کرتے تھے۔ آپ حدیث پڑھاتے وقت باوضو، کمال ہیبت و وقار سے بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔ حدیث پڑھاتے وقت ایک زانو ہی بیٹھے رہتے تھے۔ جب تک درس ختم نہ ہوتا ہرگز زانو نہ بدلتے۔ ایک بار درس حدیث کے وقت بچھو نے نیش مارے اور شدت تکلیف سے رنگ مبارک متغیر ہو کر پیشانی پر پسینہ آگیا مگر آپ نے زانو نہ بدلا۔ درس کے بعد لوگوں نے رنگ متغیر ہو کر پیشانی پر پسینہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے بچھو کی نیش زنی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ یہ بات صرف تعظیم حدیث کی وجہ سے تھی۔

حکایت

حضرت ابوالحسن شاذلی کے مریدوں میں امام احمد ابوالعباس کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا زہد و تقویٰ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ آپ علم کا بحر بیکراں تھے ایک مرتبہ کسی نے امام شاذلی سے پوچھا کہ آپ نے اپنی تعلیمات اور وعظ و نصیحت کو تحریری شکل بھی دی

ہے کہ نہیں؟ جواباً آپ نے فرمایا کہ میں نے اگرچہ کسی تصنیف کو کتابی شکل میں مرتب نہیں کیا لیکن اپنے اصحاب و مریدین کو اس طرح تصنیف کیا ہے کہ رہتی دنیا تک میری تعلیمات محفوظ رہیں گی اور میری جامع اور مشرح تصنیف سید امام احمد ابو العباس ہیں جو میری تعلیمات کی مستقل اور چلتی پھرتی تصویر ہیں اور یہی میرے علم کے اصلی وارث بھی ہیں اور ان سے بہتر کوئی میری تعلیمات کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

اور یہ امام شاذلی کی تعلیمات کا فیضان اور نظر کرم کا اثر تھا جس نے ان کے مریدوں میں ابو العباس جیسی جریدۂ روزگار شخصیت پیدا کی۔ آپ کا فرمان تھا کہ موتی کو سمندر سے نکلتے وقت یہ مت پوچھو کہ یہ کس نے نکالا ہے بلکہ موتی کو دیکھو کہ اس کی قدر و قیمت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی تعلیم اور اچھی بات کو غور سے سنو اور اس پر غور و فکر کرو۔ تعلیم دینے والے کی طرف مت دھیان دو۔

حکایت

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کوفہ کے گورنر ابو ہبیرہ نے جب وہ بصرے کے دورے پر آیا تو کسی ضرورت کی وجہ سے طلب کیا۔ آپ جب گورنر سے مل کر واپس آ رہے تھے تو آپ نے علماء کو گورنر کے دروازے پر ملاقات کا منتظر پایا۔ آپ نے ان کی خوب خبر لی اور فرمایا' تم گندوں اور خبیثوں کے پاس جانا چاہتے ہو اور تمہاری اپنی حرکتوں نے اہل علم کو رسوا کر دیا ہے۔ جتنا علم تم لوگوں کے پاس ہے اگر تم استعمال کرو اور دیانت داری کا مظاہرہ کرو تو یہ امیر و حاکم لوگ خود چل کر تمہارے دروازے پر آئیں مگر تم نے عالم ہوتے ہوئے بھی اپنے معیار' اپنے وقار اور اپنے علم کو بے وقعت اور بے معنی کر دیا اور یوں تمہاری عزت بھی کوڑی کی نہیں رہی۔

حضرت ابو علی دقاق کا ارشاد

شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے مریدوں اور ارادتمندوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بنیاد بقال بننا چاہتا ہے اس کے لیے تو بہت سے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جو اس کو پسند نہیں کرتا اس کے لیے ایک کوزا اور چند برتن کافی ہیں یعنی اگر علم کو مراتب و نمود کے لیے حاصل کیا جائے تو زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اگر معقول علم کا مقصد صرف زاد آخرت کا مہیا کرنا ہو تو پھر عبودیت کی شرائط سے ہی واقف ہونا اور اپنے قلیل علم پر عمل کرنا ہی مقصود اصل

ہے۔

حصول علم کا وسیلہ

حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دن تنہائی میں یہی سوچ رہے تھے کہ حصول علم کا وسیلہ کہاں سے ہو گا کہ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے کہ کوئی انہیں بلا رہا ہے۔ آدم نے اپنے اردگرد دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ یہ پھر اپنے خیالوں میں کھو گئے اسی عالم میں انہوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "اے شیخ آدم! تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے؟" انہوں نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ حیرت اور تجسس سے کہا "تم کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو، مجھے نظر کیوں نہیں آتے؟" جواب میں وہی آواز سنائی دی۔ "شیخ آدم! کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟ تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے؟" آدم نے جواب دیا۔ "میں آواز سن رہا ہوں اسی لیے میں نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو، مجھے نظر کیوں نہیں آتے؟ جواب ملا۔ "یہ ندائے ہاتف غیب ہے، دیکھنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ دکھائی کچھ بھی نہ دے گا۔" آدم نے عرض کیا "بار الہا! تو قرآن پڑھنے کا حکم ایک ایسے شخص کو دے رہا ہے جو امی ہے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ ہاتف غیب نے کہا "شیخ آدم! یہ میرا حکم ہے کہ تو قرآن پڑھ، آخر پڑھتا کیوں نہیں؟" آدم نے جواب دیا "اے اللہ! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ میں امی ہوں اور مجھ کو پڑھنا لکھنا بالکل نہیں آتا۔ اللہ! جب تک تیرا اشارہ شامل حال نہ ہو میں کس طرح قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو چشم زدن میں خواندہ ہو سکتا ہوں۔"

ہاتف غیب نے کہا کہ ادھر دیکھ اس سمت۔ آدم نے آواز کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک ہاتھ موجود تھا جس سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ ہاتھ آہستہ آہستہ ان کے سینے کی طرف بڑھنے لگا۔ آدم چند قدم پیچھے ہٹے مگر اس ہاتھ نے پیچھے نہیں ہٹنے دیا اور اس کے سینے پر حرکت کرنے لگا۔ اس حرکت کے ساتھ ہی آدم کو یہ محسوس ہونے لگا کہ وہ علوم ظاہری سے مالا مال ہوتے جا رہے ہیں۔ انہیں چشم زدن میں علم کی دولت سے نواز دیا گیا تھا۔

اس آواز نے انہیں ایک بار حکم دیا "آدم قرآن پڑھو، آخر پڑھتا کیوں نہیں؟" آدم کے سامنے نہ قرآن تھا نہ اور کوئی کتاب۔ لیکن اس کے باوجود وہ روانی سے قرآن پاک پڑھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ آواز انہیں کوئی اور حکم دے گی لیکن اس کے بعد یہ آواز نہیں سنائی

دی۔

حضرت مولانا روم کا واقعہ

ایک روز مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ قونیہ میں اپنے شاگردوں اور معتقدوں کے ہمراہ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ یہ واقعہ ۶۴۲ھ کا ہے۔ مولانا کے پاس قلمی نسخوں (کتابوں) کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لوگ عرفان اور حکمت کی باتیں سن رہے تھے اسی اثناء میں ایک خستہ حال درویش، جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اس کے چہرے مہرے سے مسافرت ٹپک رہی تھی۔ انتہائی بے سر و سامانی کے عالم میں آپ کے پاس آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ مولانا شاگردوں کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں اور پاس کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو اس نے کتابوں کی طرف اشارہ کر کے مولانا سے پوچھا' یہ کتابیں کون سی ہیں۔ مولانا نے جواب دیا "چیزے است کہ تو نمی دانی" مطلب یہ کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ درویش نے جب یہ بات سنی تو اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے کتابیں اٹھائیں اور حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو درویش کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا' کہنے لگے ارے میاں! تو نے یہ کیا کیا' ایسی نادر و نایاب کتابوں کو برباد کر دیا۔ مولانا کی رندی ہوئی آواز سن کر وہ درویش مسکرایا اور بولا تم فکر مت کرو تمہاری کتابوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مولانا نے کہا نقصان کیسے نہیں پہنچے گا۔ یہ قلمی نسخے تھے ان کی کوئی نقل نہیں ہے اور جب کاغذ کی کتابیں پانی میں گر گئی ہیں تو وہ کیسے ضائع نہیں ہوں گی' ان کا تو ستیاناس ہو گیا ہے۔ یہ باتیں سن کر درویش نے اپنا ہاتھ تالاب میں ڈالا اور ساری کی ساری کتابیں تالاب میں سے نکال کر باہر رکھ دیں۔ سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ ان کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی گیلی نہیں ہوئی تھی سب کی سب خشک اور محفوظ تھیں۔ یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر مولانا نے اس درویش سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا اور کس طرح کیا؟ درویش نے مولانا کو ان کا ہی جواب لوٹایا اور فرمایا "چیزے است کہ تو نمی دانی" یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ مولانا نے یہ جواب سنا اور سکتے میں آ گئے اور اس درویش سے پوچھنے لگے کہ آپ کہیں شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تو نہیں ہیں؟ اس درویش نے کہا ہاں! میں شمس تبریزی ہوں اور مجھے خدا نے تمہاری تربیت کے لیے بھیجا ہے۔ مولانا ان کے قدموں میں گر گئے اور حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

باب: ۱۰

سفر

سفر اللہ سے دوستی کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ جب تک دوست محبوب کی تلاش میں نہ پھرے' اچھا قدر دان نہیں بنتا۔ اس لیے اللہ اپنے دوستوں کو زمین پر سیر و سیاحت کی توفیق دیتا ہے جب وہ اس کی توفیق سے قریہ قریہ' شہر شہر' ملک ملک پھرتے ہیں تو انہیں قدم قدم پر رب کی یاد اور رحمت نظر آتی ہے' بے شمار مشاہدات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ چیزیں جو اس نے انسان کے لیے باعث عبرت بنائی ہیں انہیں دیکھ کر عبرت پکڑتے ہیں۔ تربیت کا بہت سا حصہ سفر کے ذریعہ پورا ہوتا ہے' اس لیے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنایا اسے مسافر ضرور بنایا۔ خواہ اس نے تھوڑا سفر کیا یا زیادہ' اسے اس منزل سے ضرور گزرنا پڑا۔ بیشتر اولیاء نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑے بڑے طویل سفر اختیار کیے۔ زندگی کا بہت سا حصہ سفر میں گزارا اور آخر رب کو پایا۔

سفر کا مطلب ہے روشن کرنا' چونکہ سفر انسان کی بصیرت اور عقل میں روشنی پیدا کرتا ہے اسی لیے اسے سفر کہا جاتا ہے۔ اسی بصیرت کے حصول کی خاطر اللہ کے بندوں نے سفر کو ضرورت قرار دیا ہے۔ سفر میں جب مسافر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھتا ہے تو اس پر اللہ کی حکمت کے اسرار کھلتے ہیں۔ پھر سفر میں اللہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ نشست و برخاست میں اللہ پر اعتماد کیا جاتا ہے جس سے توکل کی دولت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کا فضل مانگا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ سفر مسافر کے لیے ہر لحاظ سے فائدہ مند ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سفر دو ہیں۔ ایک ظاہری سفر اور دوسرا باطنی سفر' اور سفر باطن سے مراد سفر دل ہے یعنی دل کا ملکوت آسمان و زمین' حق تعالیٰ کے صنائع اور عجائبات اور راہ دین کی منازل میں گامزن ہو جانا' اور یہی سفر مردان خدا کا سفر کہلاتا ہے کہ جسم

اس دنیاوی گھر میں ہوتا ہے اور دل بہشت بریں میں ہوتا ہے۔ جس کی وسعتیں طول وعرض میں سات زمینوں اور سات آسمانوں پر محیط بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ کیونکہ عالم ملکوت عارفوں کی بہشت ہے اور بہشت وہ مقام ہے جہاں کسی قسم کی ممانعت' مخالفت یا مزاحمت اس میں جانے والوں کے لیے نہیں اور یہی وہ مقام ہے جس کی طرف حق تعالیٰ دعوت دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔"

اور جو شخص اس سفر سے عاجز رہا اسے چاہیے کہ کم سے کم ظاہری سفر سے عاجز نہ رہے اور جسم کو ہی جگہ جگہ لے جائے اور مستفیض ہونے کی سعی کرے۔ اگرچہ ایسے شخص کی مثال ایسی ہے کوئی چل کر کعبہ تک جائے لیکن فقط اس کا ظاہر دیکھنے کے لیے اور اول الذکر کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جہاں پر بیٹھا ہو کعبہ خود اس کے نزدیک چلا آتا ہے اور اس کا طواف کرتے ہوئے خود اپنے اسرار و رموز سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور بڑا فرق ہے ان دونوں میں۔

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ سفر کے بارے میں اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ حضرات ابتداء میں سفر اور انتہا میں اقامت اور بعض ابتدا میں اقامت اختیار کرتے ہیں اور انتہا میں سفر کرتے ہیں اور بعض محض اقامت پذیر رہتے ہیں سفر نہیں کرتے اور بعض ہمیشہ سرگرم سفر رہتے ہیں' کبھی اقامت پذیر نہیں ہوتے۔

سفر سے متعلق آیات

سفر کی ضرورت اور اہمیت کو پروردگار عالم نے خود بڑا واضح فرمایا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ (پ ۱۴' نحل: ۳۶)

"اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری۔ تو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سفر کی اہمیت بیان کی ہے کہ سفر اس لحاظ سے ضروری ہے تاکہ جو کچھ مختلف مقامات پر ماضی میں ہوا ہے اسے انسان خود آنکھوں سے دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایک اور مقام پر روزوں کے ضمن میں سفر کا ذکر فرمایا ہے اور مسافر کو روزہ رکھنے سے رعایت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (پ ۲، البقرة: ۱۸۴)

"گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سفر کا یوں ذکر کیا ہے کہ سفر میں اگر کوئی دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو اس کی صورت یہ اختیار کر لو کہ کوئی اپنی چیز ضمانت کے طور پر رکھ کر قرضہ لے لو اور اپنا وقت گزار لو۔

﴿ وَ اِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴾ (پ ۳، البقرة: ۲۸۳)

"اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو (رہن) ہو قبضہ میں دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سفر کا یوں تذکرہ کیا ہے کہ سفر کی حالت میں اگر غسل کی ضرورت پڑ جائے اور پانی میسر نہ ہو تو اس صورت میں تیمم کر لیا جائے۔

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴾ (پ ۵، النساء: ۴۳)

"اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سفر میں امیر بنانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سفر میں تین آدمی ہوں، تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ (بخاری)

تنہا سفر ناپسندیدہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ تنہائی میں کیا ہے تو میں نہیں جانتا کہ کوئی سوار رات کو تنہا سفر کرے۔ (بخاری)

سفر سے واپسی میں جلدی کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو تمہیں سونے، کھانے اور پینے سے روک دیتا ہے۔ جب تم سفر سے اپنی حاجت پوری کر لو تو اپنے گھر والوں میں پہنچنے کی جلدی کرو۔ (بخاری)

تین سوار قافلہ ہیں

عمرو بن شعیب، ان کے والد ماجد، ان کے جد امجد علیہم الرضوان

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہیں۔ (ترمذی)

سفر سے حضور ﷺ کی واپسی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ آئے جب کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ (بخاری)

واپس آنے کا وقت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی زیادہ دنوں تک غائب رہے تو رات کے وقت اپنے گھر والوں میں نہ آئے۔ (مسلم)

رات کو سفر کرنا بہتر ہے

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی تاریکی میں سفر کیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

صبح یا شام واپس آنا

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں میں رات کے وقت تشریف نہ لاتے بلکہ صبح و شام کو تشریف فرما ہوتے۔ (مسلم)

سفر میں سونے کا طریقہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر میں ہوتے اور رات کو اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کے قریب آرام فرماتے تو کلائی کھڑی کر لیتے اور سر مبارک کو اپنی ہتھیلی پر رکھتے۔ (مسلم)

قوم کا سردار ان کا خادم ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں قوم کا سردار ان کا خادم ہے جو ان کی خدمت میں سبقت لے جائے اس کے عمل سے شہادت کے سوا اور کوئی چیز نہیں بڑھ سکتی۔ (بیہقی)

سر شام واپس آنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اچھا وقت جب کہ آدمی اپنے گھر والوں میں سفر سے واپس آئے‘

رات کا ابتدائی حصہ ہے۔(ابوداؤد)

سواری کی نگہداشت کی تاکید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواریوں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے تابع کیا ہے تاکہ تمہیں ایک شہر سے دوسرے تک پہنچا دیں جہاں تم جان توڑ کر ہی پہنچ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے اس پر اپنی حاجتیں پوری کیا کرو۔(ابوداؤد)

جانوروں کو سفر میں ان کا حق دو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہریالی کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین سے اس کا حق دو اور جب قحط سالی میں سفر کرو تو جلدی سے مسافت طے کر لیا کرو اور جب رات کو اترو تو راستے سے بچنا کیونکہ وہ رات کو درندوں کے راستے اور کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب تم قحط سالی میں سفر کرو تو جلدی کرو کہ اس کی ہڈیوں کی مینگ نہ نکل آئے۔(مسلم)

سفر میں اکٹھے رہنا بہتر ہے

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ پس اس کے بعد کسی منزل پر نہیں اترے مگر ایک دوسرے کے قریب رہتے یہاں تک کہ کہا جاتا کہ اگر کپڑا پھیلایا جائے تو سب کو ڈھانپ لے گا۔(ابوداؤد)

سفر میں شیطان سے بچنے کی تاکید

سعید بن ابو ہند نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اونٹ شیاطین کے لیے ہوتے ہیں اور بعض گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہیں۔ شیاطین کے اونٹ وہ ہیں جو میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے جنہیں فربہ کیا ہوا ہے وہ ان میں سے کسی اونٹ پر سواری نہیں کرتا' شیاطین کے گھر میں نے نہیں دیکھے۔ سعید کہا کرتے کہ میرے خیال میں یہ وہ پنجرے ہیں جنہیں لوگ ریشم سے ڈھانپتے ہیں۔(ابوداؤد)

سفر میں جانے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ میں بھیجا تو وہ جمعہ کا دن پڑا' ان کے ساتھی صبح کو چلے گئے اور انہوں نے کہا کہ میں پیچھے رہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں پھر انہیں جاملوں گا۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لی تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تمہیں صبح کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانے سے کس چیز نے روکا؟ عرض گزار ہوئے' میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لوں پھر انہیں جاملوں گا۔ فرمایا کہ زمین پر جو کچھ ہے تم سارا بھی خرچ کرو تو صبح کے وقت جانے کی فضیلت کو نہ پاسکو گے۔(ترمذی)

واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس نہ لوٹتے مگر دن میں چاشت کے وقت' آتے ہی پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے پھر اس میں لوگوں کی خاطر بیٹھتے۔ (بخاری)

سفر میں کتے اور گھنٹی کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں رہتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔(مسلم)

سفر سے واپسی کا ادب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی رات کے وقت آئے تو اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ یہاں تک کہ وہ موئے زیر ناف صاف کر لے اور بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کرے۔ (بخاری)

زائد سواری سے دوسروں کی خدمت کرو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرمایا کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں مارنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دے دی جائے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس وافر زاد راہ ہے تو اس کو دے جس کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے مال کی قسمیں بیان فرمائیں جس سے ہمیں محسوس ہونے لگا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔(مسلم)

دوسرے کو سواری پر بٹھانے کی تاکید حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس گدھا تھا اور عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سوار ہو جائیے اور وہ پیچھے ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے جانور پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حق دار ہو مگر اسے میرے لیے کر دو۔ عرض گزار ہوا کہ میں نے یہ آپ کی نذر کیا۔ پس سوار ہو گئے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

مقاصد سفر

اللہ کے بندے چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سفر اختیار کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک جو بھی سفر ہوتا ہے اس کا مقصد حقیقی معنوں میں رب کی تلاش ہوتا ہے۔ اگر علم حاصل کرتے ہیں تو بھی رب کی معرفت حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اگر حج کرنے جاتے ہیں تو بھی خاص اللہ کی عبادت سمجھ کر جاتے ہیں۔ اگر کسی نیک بندے کی ملاقات کے لیے سفر اختیار کرتے ہیں تو بھی مقصد اللہ کو راضی کرنا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال سب مقاصد جن کے لیے سفر کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مشائخ اور اسلامی بھائیوں سے ملاقات سفر کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مشائخ اور اسلامی بھائیوں سے ملاقات کریں۔ اس طرح ہر مرید اپنے مخلص بھائی کی زیارت سے مزید فائدہ اٹھاتا ہے اور جس طرح لوگوں کی گفتگو سے استفادہ کیا جاتا ہے اسی طرح ان کا دیدار بھی فائدہ بخش ہوتا ہے اسی بنا پر بزرگوں نے کہا کہ اگر تمہارے لیے کسی کا دیدار سود مند نہیں ہے تو اس کا کلام بھی تمہارے لیے سود مند نہیں ہو سکتا۔

اس خصوص میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مخلص اور راست باز انسان اپنے کردار سے اتنا فائدہ پہنچا دیتا ہے جتنا اپنے اقوال سے نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے اقوال سے زیادہ اس کے کردار سے فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ جب ایک مخلص شخص اپنے مہمان طالب علم کو اٹھتے بیٹھتے'

خلوت میں، جلوت میں، گفتگو میں اور خاموشی میں غرض یہ کہ ہر حال میں اس کو دیکھتا ہے۔ ہر حال میں اس پر نظر پڑتی ہے تو اس مشاہدہ اور اس نظر سے طالب علم بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر جس کے احوال و افعال میں خلوص نہیں ہے تو ایسے شخص کی گفتگو بھی اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ ایسے شخص کی تمام تر گفتگو نفسانی خواہشات سے بھرپور ہو گی اور یہ ایک کلیہ ہے کہ دل جس قدر نورانی ہوتا ہے کلام بھی اسی قدر نورانی ہوتا ہے اور نورانیت قلب بقدر استقامت ہوتی ہے۔ انسان میں جس قدر استقامت ہو گی قلب بھی اسی قدر نورانی ہو گا اور وہ فرائض بندگی اور حق عبودیت ادا کرتا ہو گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علمائے کرام اور صاحبان باطن کی ایک نظر تریاق کا اثر رکھتی ہے جب ان میں سے کوئی کسی مخلص انسان کی طرف دیکھتا ہے تو اپنی بصیرت کے باعث وہ اس بات کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اس مخصوص قابلیت جو مسند فیض کے لیے ضروری ہے اس صاحب بصیرت انسان پر فوراً منکشف ہو جاتی ہے۔ اس طرح مخلص اور سچے عقیدت مندوں کی محبت ان کے دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے اور پھر وہ ایسے مخلصوں کو محبت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں چونکہ یہ حضرات خداوند تعالیٰ کے مردان لشکر ہیں اس لیے ان بزرگوں کی نگاہ کیمیا اثر کی بدولت مخلصوں کو بلند مراتب حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کا حال کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور اس کو ایک حیات تازہ میسر آ جاتی ہے کوئی منکر اس حال سے کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور اس کو ایک حیات تازہ میسر آ جاتی ہے کوئی منکر اس حال سے انکار کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اژدہوں کو یہ خاصیت عطا کی ہے کہ جب وہ کسی انسان کو نظر بھر کر دیکھ لیتے ہیں تو اس کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ جانوروں کی ایک نظر جب ہلاک کر سکتی ہے تو کیا انسان کی ایک نظر کایا نہیں پلٹ سکتی؟۔

حضرت ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ وہ منیٰ کی مسجد خیف میں چکر لگاتے رہتے اور لوگوں کے چہروں کو بغور دیکھا کرتے تھے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے بعض ایسے بھی بندے ہیں کہ اگر وہ کسی شخص کی طرف نظر بھر کر دیکھ لیں تو وہ سعادت سے مالا مال ہو جاتے ہیں پس میں ایسی ہی نظر کی تلاش میں پھر رہی ہوں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سفر کا ایک مقصد عبادت ہے، اس لیے کہ انبیاء، اولیاء، صحابہ کرام یا تابعین کی قبور کی زیارت کے لیے جانا وغیرہ بلکہ علمائے دین اور بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت سے کم نہیں اور ان کی دعا میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں، جن میں ایک تو یہ ہوتی ہے (اور یہی کیا کم ہے) کہ ان کی پیروی کرنے پہ طبیعت مائل ہونے لگتی ہے (یعنی جی چاہتا ہے کہ ہم بھی ویسے ہی نیک بن جائیں) پس ان کا دیکھنا بھی عبادت ہی ٹھہرا اور نہ صرف یہی ایک عبادت بلکہ دوسری عبادتوں کے لیے تخم ریزی کا کام بھی دے جاتا ہے کیونکہ جب ان کی باتیں اور پندو اقوال دل میں گھر کر لیتے ہیں تو فوائد کئی گنا ہونے لگتے ہیں۔ یعنی جوں جوں ان کے اقوال یاد آئیں گے آدمی یکے بعد دیگرے نیکیاں کرتا چلا جائے گا اور زندہ بزرگوں کی زیارت کے علاوہ وفات پانے والے بزرگوں کی شہادت گاہوں اور قبروں کی زیارت کے لیے جانا بھی روا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "تم اپنی سواریوں کو نہ کسو مگر تین مساجد کے لیے یعنی مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کی مساجد" تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ اور کسی جگہ سے تبرک نہ لو کہ یہ سب برابر ہیں۔ اب اس میں جس طرح زندہ علماء کا ذکر نہیں آیا اسی طرح وفات پانے والے علماء وغیرہ کا ذکر بھی موجود نہیں ہے پس انبیاء اور اولیاء کے مزاروں کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا روا ہے۔ (احیاء العلوم)

(۲) آثار عبرت کا مشاہدہ

سفر کا دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ مسافر دوران سفر آثار و عبرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ایسے مقامات کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے، جب انسان کی نظر افکار کے میدانوں میں پھرتی ہے اور وہ روئے زمین کے مختلف حصے، بلند و بالا پہاڑوں اور بزرگوں کی قدم گاہوں کی زیارت اور سیر کرتا ہے اور جمادات کے ذروں سے سبحان اللہ کا غلغلہ اس کے کانوں میں پہنچتا ہے ان ذروں کی تسبیح سنتا ہے اور ادھر ادھر کے قطعات ارضی کی زبان حال کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے (کہ یہ مختلف قطعات زمین اپنی زبان حال سے اس کو کیا پیام دے رہے ہیں) تو ان عبرت خیز مناظر کے مشاہدے اور عبرت آگین آثار کے مطالعہ سے اس کی روح بیدار ہوتی ہے اور نظر میں ہوشیاری آتی ہے کیونکہ قدرت کے بہت سے آیات و آثار اس صورت میں اس کے

مشاہدے سے گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ (پ ۲۵، حم السجدۃ: ۵۳)

"ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔"

سفر کے ذریعے جو مشاہدہ ہوتا ہے اس سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے سفر علم کی بنیاد بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اول کے علماء اور فضلاء نے حصول علم کے سفروں میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ اللہ کی زمین پر پھر کر اس کا مشاہد کرنا عین رضائے الٰہی بھی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (پ ۲۰، العنکبوت: ۲۰)

"تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

﴿ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (پ ۴، آل عمران ۱۳۷ تا ۱۳۸)

"تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام جھٹلانے والوں کا۔ یہ لوگوں کو بتانا اور دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے"۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے طلب علم کے لیے باہر نکلتا ہے تو جب تک لوٹ کر گھر واپس آتا ہے وہ اللہ کے راستہ پر گامزن رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد السائحون کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا۔

شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اپنے مشائخ کی اسناد کے ساتھ حضرت ہارون سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے، ہم ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کے پاس گئے تو وہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ وصیت کیا خوب ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگ تمہارے تابع

ہیں' لوگ تمہارے پاس چاروں طرف سے مذہبی بصیرت اور دین کو سمجھنے کے لیے آئیں گے پس جو لوگ آئیں اس وقت تم ان کو نیکی کی تعلیم دو۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ)) "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

ان آیات سے یہ بات عیاں ہے کہ کائنات میں موجود اللہ کی نشانیوں پر غور کیا جائے اور اپنے علمی تجربات میں اضافہ کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص حصول علم کے لیے نکلا ہو وہ واپس آنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔"

اس کے متعلق حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس غرض سے سفر کرے کہ خشکی' تری' جنگل' بیابان' شہر اور ویرانوں میں حق تعالیٰ کی صنعتوں کے جو ہزارہا نمونے بکھرے پڑے ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرے کہ کتاب میں ان کا ذکر پڑھ لینا اور بات ہے لیکن بچشم خود دیکھنا چیزے دیگر اور پھر ہر قسم کی مخلوقات کو جن میں حیوانات اور نباتات شامل ہیں اور سارے جہان میں بھری پڑی ہیں خود دیکھے اور پہچانے کہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنے خالق اور صانع کی تسبیح میں مشغول ہے اور اسی کی وحدانیت پر شاہد ہیں اور وہ شخص جس کی آنکھیں اس طرح کھل جائیں کہ انسان اور حیوانات تو کیا جمادات کی باتیں سمجھنے لگے جن کے نہ حرف ہوتے ہیں نہ آواز اور خط الٰہی کو پڑھ سکے جو تمام موجودات کے چہرے پر مرقوم ہے۔ حالانکہ وہ حروف عبارت کی صورت میں نہیں ہیں اور پھر انہی کی مدد سے مملکت الٰہی کے اسرار و رموز سے آگاہ ہو جائے تو اس شخص کو اس چیز کی حاجت نہیں ہوتی کہ زمین کے گرد طواف کیا کرے کیونکہ وہ ملک السموات کو دن رات اپنے گرد محو طواف پاتا ہے اور اسے صاف دکھائی دیتا ہے کہ ہر شے نے اپنے عجائب اس کے سامنے بے نقاب اور اپنے تمام راز اس کے آگے فاش کر دیئے ہیں اور پکار پکار کر اسے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہوتے ہیں کہ "اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے۔" بلکہ دوسری مخلوقات تو کیا اگر کوئی شخص خود اپنی آفرینش اور اپنے اعضاء و صفات کے عجائب پر غور کی نگاہ ڈالے تو ساری عمر اپنی ذات کو ایک نظارہ گاہ خیال کرتے ہوئے اسی کی دید میں صرف کر سکتا ہے بلکہ اپنے عجائبات کا بھی اس وقت مشاہدہ

کرے جب چشم ظاہر سے گزر کر اس مقام پر پہنچ جائے جہاں دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ بزرگوں سے ایک نے کہا کہ لوگ دہائی دیتے ہیں کہ آنکھیں کھولو' آنکھیں تاکہ قدرت کے عجائبات کا مشاہدہ کر سکو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ فطرت کے عجائبات دیکھنے کا شوق ہے تو آنکھیں بند کر لو اور سچ پوچھو تو دونوں ہی ٹھیک کہتے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ پہلی منزل میں ظاہر کی آنکھ ہی کھل سکتی ہے جس سے ظاہری عجائبات ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسری منزل اس کے بعد آتی ہے جب دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور تب باطن کے عجائبات اپنی تمام دل فریبیوں کے ساتھ دل کے اندر جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں اور ظاہری عجائبات کی ایک انتہا ہوتی ہے یعنی (محدود ہوتے ہیں) کیونکہ وہ بہر حال عالم اجسام سے متعلق ہوتے ہیں لیکن باطنی عجائبات کی نہایت و انتہا نہیں ہوتی کیونکہ ان کا تعلق عالم ارواح اور دنیائے حقیقت سے ہوتا ہے اور حقائق ظاہر ہے کہ لامتناہی و لامحدود ہوتے ہیں اور پھر ایک حقیقت اور روپ تو ہر صورت کی بھی ہوتی ہے۔ صورت چشم ظاہر کے حصے میں آتی ہے اور حقیقت چشم باطن کا حصہ ہے اور صورت نہایت مختصر ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص زبان کو دیکھ کر کہہ دے یہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے یا دل کو دیکھ کر کہے کہ خون سیاہ کا لوتھڑا سا ہے اب اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ چشم ظاہر نے زبان و دل کو کیا سمجھا جب کہ ان کی حقیقت اس سے کس قدر مختلف ہے اور تمام اجزائے عالم بلکہ کائنات کے ذرے' ذرے کے بارے میں یہ ہی مثال صادق آتی ہے اور ہر وہ شخص جس نے ظاہری آنکھ کے سوا اس سے زیادہ کچھ پایا ہی نہیں' اس کا درجہ جانوروں سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں' تاہم اس حقیقت سے بھی مفر نہیں کہ بعض اشیاء ایسی ہیں جن کے لیے ظاہری آنکھ حقیقت تک نہ بھی پہنچا سکے لیکن حقیقت تک رسائی کے لیے ایک ذریعہ ضرور ہوتی ہے یعنی چشم باطن کے لیے کلید کی حیثیت ضرور رکھتی ہے پس اس وجہ سے عجائبات فطرت کو چشم ظاہر سے دیکھنے کے لیے سفر اختیار کرنا خالی از فائدہ بہر کیف نہیں ہوتا اور چشم ظاہر کی مدد سے چشم باطن کو کھولنے کے لیے سفر کرنا گویا کہ لازم ہے۔

(۳) تزکیۂ نفس

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے عزیزوں سے قطعی محبت ہو جائے۔ نفس جن چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو ان سے آزاد ہو جائے اور جن چیزوں کی طرف نفس کی

رغبت ہے وہ ختم ہو جائے اور اس طرح نفس کو عزیزوں' دوستوں اور وطن کی جدائی کی تلخیاں گوارا ہو جائیں پس جس نے ان علائق محبت کی جدائی پر صبر کر لیا اور ان کو اپنے لیے گوارا بنا لیا اس کو بارگاہ الٰہی سے صبر عطا ہوتا ہے گویا کہ اس نے ایک بہت عظیم فضیلت حاصل کر لی۔

سفر کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ نفس کے تمام راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور نفس کی رعونت' اس کی خود پسندی اور دعاوئی بٹ جاتے ہیں۔ نفس اس سے عاری ہو جاتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ حقائق بغیر سفر کے انسان پر آشکار نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے سفر کو سفر کہتے ہیں کہ وہ اخلاق کو نمایاں کر دیتا ہے' نفس کی برائیاں سفر میں ظاہر ہو جاتی اور جب انسان پر اس کے نفس کی برائیاں اور اس کا مرض ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس کے علاج کے لیے تیار ہو جاتا ہے (علاج کی طرف توجہ کرتا ہے)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مبتدی کے نفس پر سفر کا اثر ایسا ہوتا ہے جس طرح نماز روزہ اور تہجد کے نوافل اثر کرتے ہیں جس طرح نفل خواں (عابد و زاہد) اپنی نفلی عبادت سے غفلت کے مقامات کو چھوڑ کر قرب الٰہی کے مقام کی طرف سفر کرتا ہے' اسی طرح ایک مسافر جب صرف خدا کے لیے حسن نیت کے ساتھ قطع منازل کرتا ہے' دشت پیمائی اور بیاباں نوردی کرتا ہے تو وہ لذات دنیا کو ترک کر کے سیر الی اللہ کا قصد کرتا ہے (اس کا یہ سفر سیر الی اللہ بن جاتا ہے)

(۴) گمنامی کا شرف

سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے مبتدی کو گمنامی (کا شرف) حاصل ہوتا ہے' وہ گمنامی قبول کرتا ہے اور حسن قبول (عوام) کو ترک کر دیتا ہے کیونکہ جب کسی راست باز اور مخلص کی صداقت پورے طور پر آشکار ہو جاتی ہے' تو خلق کی طرف سے اس کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک راست باز انسان جو اخلاص کے دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے مخلص ہے اور اس کا دل نور معرفت و صداقت سے آباد ہے اس کو قبول عام میسر نہ آتا ہو۔ میں نے ایک بزرگ کا یہ قول سنا ہے کہ وہ اپنے احباب و اصحاب سے کہتے تھے کہ خلق خدا کا میرے پاس آنا جانا ہو' اس لیے نہیں کہ اس سے میں اپنے نفس کو خوش کروں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ

لوگ میرے پاس آئیں یا نہ آئیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ مخلوق کا آنا جانا صحت حال کی علامت ہے' اگر لوگوں کی میرے پاس آمد و رفت ہو گی تو اس سے مجھے اپنی صحت حال کا اندازہ ہو جائے گا۔ پس جب کوئی طالب حقیقت اس قبول عوام میں مبتلا ہو تو اس میں یہ خطرہ ہے کہ کہیں وہ اس قبولیت کی بنا پر مخلوق کی طرف مائل نہ ہو جائے کہ بسا اوقات ایسی صورت میں نفس نکوئی کے راستے سے اس میں مداخلت کرتا ہے اور اسباب محمودہ کے ساتھ اس میں راہ پالیتا ہے۔ اس وقت وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ خلق میری طرف اس وجہ سے رجوع ہوئی ہے کہ میں ابرار میں سے ہوں' اس وقت نفس وجہ مصلحت اور بزرگان خدا کی خدمت کی فضیلت اس کو دکھاتا ہے اور وہ جو کچھ اس کے پاس موجود ہے اس کو خرچ کرنا بہتر سمجھنے لگتا ہے۔ ان امور کو وہ اپنے لیے مستحسن بایں اعتبار سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے باعث خلق خدا اس کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ حالانکہ نفس اور شیطان اس کو اسباب دنیا سے سکون حاصل کرنے اور قبول خلق سے لطف اندوزی کی طرف اس کو کھینچ لیتے ہیں اور اس طرح اکثر نفس اور شیطان دونوں غالب آجاتے ہیں اور اس میں تصنع اور تکلف پیدا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور اس طرح طالب حقیقت گدڑی پوش کی روحانیت متاثر ہوتی ہے اور اس میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔

میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے مرید سے فرمایا کہ اب تم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہو کہ اب تمہارے اندر بدی (شر) کے راستے سے شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ تم سے گناہ ظاہری سرزد نہیں ہو گا لیکن وہ طریق خیر کے ذریعہ تمہارے اندر داخل ہو سکتا ہے' یہ بڑا نازک مقام ہے۔ اس مقام پر قدم ڈگمگا جاتے ہیں لہٰذا جب کوئی راست باز اور مخلص کسی ایسی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو خداوند بزرگ و برتر اپنی سابقہ عنایتوں اور پیش آنے والی مرحمتوں سے امداد غیبی کے ذریعہ اس کو سفر کے لیے آمادہ فرما دیتا ہے اور اس وقت وہ دوست اور آشناؤں سے قطع تعلق کر کے اپنے اس مقام کو ترک کر دیتا ہے جہاں اس پر قبول خلائق کا دروازہ کھلا تھا اب وہ ہر ایک سے منقطع ہو کر محض خدا کا ہو کر سفر کے لیے نکلتا ہے یہ ایک بہترین مقصد سفر ہے جو صادقین کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے منفرد اور مجرد بن جاتا ہے سوائے اللہ کے کسی سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔

(۵) حصول معاش کے لیے سفر

سفر کا ایک مقصد حصول معاش بھی ہے' کاروبار' تجارت یا ملازمت کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا بھی عین اسلام کے مطابق ہے کیونکہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر رزق حلال تلاش کرنے کی تلقین کی ہے لہٰذا جب کبھی اس قسم کے مسافر کو دوران سفر خرچہ کی ضرورت پیش آئے تو اسے بھی زکوٰۃ کی شق ابن السبیل کے تحت دیا جا سکتا ہے۔

﴿ وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ﴾ (پ۲۹' المزمل:۲۰)

"اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو۔"

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴾ (پ۲۹' الملک:۱۵)

"وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام (تابع) کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔"

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے سفر کے بارے میں لکھا ہے کہ مقصد تو اس کا ظاہر ہے کہ دنیا کی طلب ہی ہوتی ہے۔ تاہم یہ سفر مباح ہے اور اگر نیت یہ ہو کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھ سکے تو یہ نہ صرف مباح بلکہ عبادت میں شامل ہے لیکن مراد اگر محض دنیاوی شوکت و حشم کا حصول ہو تو یہ سفر اللہ کی نہیں بلکہ شیطان کی راہ میں ہے بلکہ یہ کہنا موزوں تر ہو گا کہ یہ سفر محض رنج کا سفر ہوتا ہے اور اس کی عمر اس کی نذر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ضرورت سے زیادہ کی طمع جب پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی انتہا کون لا سکا ہے اور جتنا مرضی جمع کرتا رہے آخر وہ تمام مال و متاع ناگہاں یک بارگی اس سے چھن جاتی ہے یا اسی مسافرت میں کہیں موت آ دبوچتی ہے اور سارا مال شاہی خزانے کی ملکیت ہو جاتا ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ اس کے وارث اس پر قابض ہو جائیں اور سب کچھ اپنی خواہشات و شہوات کو پورا کرنے میں خرچ کر دیں اور اس کی یاد کبھی بھول کر بھی نہ کریں اگر وہ کوئی وصیت چھوڑ گیا ہو تو اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت تک محسوس نہ کریں اور اس کے

قرضے وغیرہ بھی ادا نہ کریں۔ کیونکہ سارا وبال تو بہر کیف اسی کی گردن پر ہو گا اس سے زیادہ غبن فاحش اور کیا ہو گا کہ جمع مال کی مشقت و اذیت بھی وہ برداشت کرے اور وبال بھی اسی کی گردن پر رہے اور مزے کوئی اور لوٹتا رہے۔ (کیمیائے سعادت)

(٦) سفر برائے حج فریضۂ حج کے لیے سفر کرنا عبادت ہے اور جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس کے لیے یہ سفر بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حج پر جانے کے لیے ترغیب دی گئی ہے۔

﴿ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ (پ ١٧، الحج: ٢٧ تا ٢٨)

"اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔"

﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (پ ٤، ال عمران: ٩٧)

"اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے۔"

ان آیات سے عیاں ہے کہ سفر کا ایک مقصد حج بھی ہے۔

(٧) جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سفر دین اسلام کی حمایت، فروغ، تحفظ اور سر بلندی کے لیے جو بھی کوشش کی جاتی ہے، اسے جہاد کہا جاتا ہے مگر اس کا اصل مقصد اللہ کی راہ میں لڑنا ہے، اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے۔ اس لیے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (پ ۱۰' التوبہ: ۴۱)

"کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔"

﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (پ ۱۱' التوبہ: ۱۲۱)

"اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور جو نالاطے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جہاد کا بڑا صلہ ملے گا لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ راہ خدا میں صبح کا سفر یا شام کا سفر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

جہاد کے سفر میں اگر کسی مسافر کو مالی ضرورت درپیش ہو تو ایسے مسافر کی زکوٰۃ سے اعانت کرنا درست ہے۔

(۸) سفر برائے تبلیغ دین

اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے سفر بڑا افضل ہے۔ کیونکہ تبلیغ کا مطلب ہے نیکی کا پیغام اور دین کے احکام بندوں تک پہنچانا' اس کا اصل مقصد تو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا ہے تاکہ وہ اسلام کی حقیقت سے باخبر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور اللہ کا دین تمام دنیا پر مسلط ہو جائے چنانچہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سفر کرنا ناگزیر ہے۔ اس لیے اس سفر میں اگر کسی مسافر سے زاد راہ ختم ہو جائے تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا جائز ہے کیونکہ سفر تبلیغ کا مقصد رضائے الٰہی ہے۔

قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے اللہ کے رسول! تیرے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے اسے دوسروں تک پہنچا دیں چونکہ نبی اکرم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اس لیے اب یہ فریضہ امت کے سپرد ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو دنیا کے ہر انسان تک پہنچائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ

الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (پ ۴' آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔''

اس آیت کی رو سے مسلمانوں پر تبلیغ فرض ہے اسی کے پیش نظر صحابہ کرام اور اللہ کے ولیوں نے اپنی زندگیوں کو اس کام کے لیے وقف کر دیا اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ دین کی خاطر بڑے طویل سفر اختیار کیے اور سفر کے بے حد دقتیں برداشت کیں تو ایسے حالات میں جب کہ مبلغ اسلام دین اسلام کی خاطر سفر میں ہو تو اس کی اس مد سے خدمت کی جائے بشرطیکہ اسے ضرورت درکار ہو۔

صوفیاء کرام کے ارشادات

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام سے خطاب کیا کرتے تھے کہ جب جاڑے نکل جائیں' بہار کا موسم آ جائے اور درختوں پر نئے پتے نکل آئیں تو اس وقت سیر و سفر خوب ہے۔

طالبو سفر کرو حضرت شیخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے قاریو! اے طالبو! سفر کرو سفر! تاکہ تم خوش رہو پاک و صاف رہو اس لیے کہ پانی جب زیادہ دیر تک ایک جگہ ٹھہرا رہتا ہے تو وہ متغیر ہو جاتا ہے رنگ اور مزہ سب بدل جاتا ہے' یہ ارشاد سن کر ایک بزرگ نے کہا کہ سمندر بن جاؤ تاکہ متغیر نہ ہو سکو سمندر کا پانی ایک جگہ قائم رہتا ہے لیکن متغیر نہیں ہوتا۔

ہمیشہ سفر شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایسے ہی مسافر طبقے سے تھا ان کا گروہ ہمیشہ حالت سفر میں رہتا تھا وہ آپ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ چالیس دن سے زیادہ کسی جگہ مقیم رہے تو ان کے توکل میں فرق آ جائے گا اس لیے کہ اس عرصہ میں لوگ ان کو اچھی طرح جان لیں گے اور ان کا رجوع شروع

ہو جائے گا اس طرح یہ واقفیت توکل کے منافی ایک بنیادی عیب بن جائے گی۔

پیغام روایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے ذریعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ پیغام ارسال کیا کہ ان سے کہہ دو کہ کب تک خواب راحت میں رہو گے قافلہ تو روانہ ہو گیا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے پیامبر کو جواب دیا کہ جاؤ میرے بھائی سے کہہ دو کہ "مرد وہ ہے جو تمام رات سوئے اور صبح دم قافلہ سے پہلے ہی منزل پر پہنچ جائے۔" یہ سن کر ذوالنون مصری نے فرمایا' مرحبا ان کو مبارک ہو' یہ وہ کام ہے جہاں تک ہم نہیں پہنچ سکے۔

سفر میں فاقہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے ایک جنگل میں قیام کیا اور گیارہ دن تک کچھ نہیں کھایا آخر کار نفس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں جنگل کی گھاس ہی کھالوں تاکہ پیٹ میں کچھ پڑ جائے اس وقت میں نے دیکھا کہ جنگل کی سبزی میری طرف بڑھ کر آ رہی ہے۔ یہ دیکھتے ہی میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جب میں نے پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سبزہ واپس ہو گیا تھا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس سبزے سے کیوں بھاگے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرے نفس کو اس سبزے سے مدد حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو گیا تھا نفس چاہتا تھا کہ اس کو کھا کر بھوک کو مٹاؤں۔

حضرت نوری کا قول شیخ نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ انہوں نے فرمایا تصوف نام ہے حظوظ نفسانی کو ترک کر دینے کا لہٰذا جب ایک مبتدی نفس کے لذائذ کو ترک کر کے سفر اختیار کرتا ہے تو اس کا نفس قرار پا کر نرم پڑتا ہے جس طرح نفلوں کی مداومت سے نفس نرم پڑتا ہے۔ سفر کے ذریعے نفس ایسا صاف اور نرم پڑ جاتا ہے جس طرح دباغت کے عمل سے چمڑا صاف' ملائم اور نرم پڑ جاتا ہے اور اس کا کھردرا پن ختم ہو جاتا ہے اس کی فطری خشکی اور بدبو ختم ہو جاتی ہے اور جس طرح غیر مدبوغ چمڑا دباغت کے بعد لباس کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی طرح مسافر کے نفس کی سرکشی بھی سفر سے دور ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ اس میں فطرت ایمانی عود کر آتی ہے۔

چار چیزوں کی ضرورت ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسافر کو سفر میں چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) علم جو اس کی رہنمائی کرے (۲) پرہیز گاری جو اسے ہر بری بات سے روکے (۳) شوق جو اسے مطلوب تک پہنچنے پر اکساتا رہے۔ (۴) خلق جو اسے (ادنیٰ درجہ کے اخلاق سے) بچاتا ہے۔

اشیائے سفر حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں خرقہ‘ مصلی‘ لوٹا‘ رسی‘ جوتا اور عصا ساتھ رکھنا چاہیئے تاکہ خرقہ سے بدن ڈھانپے‘ مصلی پر نماز پڑھے‘ لوٹے سے وضو کرے اور عصا کی مدد سے ایذا دینے والے جانوروں سے محفوظ رہے۔ ان چیزوں میں اور بھی فوائد ہیں۔ حالت وضو میں جوتا پہنے رہے تاکہ مصلی پر آ سکے۔ اگر کوئی درویش اقتدائے سنت میں کچھ اور چیزیں مثلاً کنگھی‘ ناخن تراش‘ سوئی اور سرمہ بھی ساتھ رکھے تو روا ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ اگر اور سامان بھی ساتھ ہو تو پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ درویش فی الوقت کس مقام پر ہے اگر ارادت کا مقام ہے تو ہر چیز کی حیثیت ایک رکاوٹ‘ ایک بت‘ ایک دیوار اور ایک حجاب کی ہے اور صرف نفسانی رعونت اور سرکشی کا اظہار ہے۔ اگر درویش تمکین و استقامت کے مقام پر ہے یعنی وہ ثابت قدم ہے اور نفسانی خواہشات پر کلی اختیار رکھتا ہے تو اسے سب سامان رکھنا روا ہے۔

آداب سفر حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسافر کو ہمیشہ سنت کی اقتداء کرنی چاہیئے اور جب کسی مقیم سے ملاقات ہو تو عزت و احترام سے سامنے آئے‘ سلام کرے‘ پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے کیونکہ یہ سنت نبوی (علیہ الصلوٰۃ و السلام) ہے جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالے جب پاؤں دھوئے تو پہلے دایاں اور پھر بایاں دھوئے۔ دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کرے اور پھر درویشوں کی خدمت میں مشغول ہو جائے‘ مقیموں پر کسی شکل میں اعتراض نہ کرے۔ کسی کے ساتھ معاملے میں زیادتی نہ کرے۔ اپنے سفر کے مصائب بیان نہ کرے۔ مجلس میں بیٹھ کر علم کی باتیں یا روایات و حکایت بیان نہ کرے کیونکہ یہ سب چیزیں رعونت پر دلالت کرتی ہیں‘ سب کا دکھ بانٹے اور فی سبیل اللہ اوروں کا بوجھ برداشت کرے۔ یہ چیز برکات خداوندی کا باعث ہے اگر مقیم یا اس کے خادم کوئی بات کہیں اور اس کو سلام یا زیارت کی دعوت دیں تو تابہ امکان ان کی مخالفت نہ کرے۔ بجائے خود اہل دنیا سے روا داری کا قائل نہ ہو‘ عذر یا تاویل سے ٹال دے‘ اپنی کسی محال

ضرورت کا بوجھ ان پر نہ ڈالے۔ راحت نفس اور حصول خواہش کے لیے امراء کی درگاہوں پر جانا مذموم ہے۔ الغرض مسافر اور مقیم کے جملہ معاملات میں حق تعالیٰ کی رضا جوئی مدنظر رہنی چاہیئے' باہمی اعتماد ہو' ایک دوسرے کو برا نہ کہے' عدم موجودگی میں غیبت نہ کرے' خدائے برتر غیبت کو نہایت برا کہتا ہے۔ اہل حقیقت فعل کو دیکھ کر فاعل پر نظر رکھتے ہیں۔ خلقت بہر حال مخلوق حق تعالیٰ ہے اگر کسی میں عیب ہے یا وہ بے عیب ہے' حجاب میں ہے یا عین مشاہدہ میں' عیب جوئی فاعل (حق تعالیٰ) پر اعتراض ہے۔ آدمی ہونے کی حیثیت سے مخلوق پر نظر کرے تو سب سے آزاد ہو جائے اور سمجھ لے کہ سب حجاب میں ہیں' مغلوب' مقہور اور عاجز ہیں۔ ہر فرد ہمیشہ اسی تقویم پر رہتا ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا۔ مخلوق کو خدا کی سلطنت میں کوئی تصرف نہیں اور کسی چیز کی اصلیت بدلنے پر جز بہ ذات حق کوئی قادر نہیں اور توفیق اللہ کے قبضہ واختیار میں ہے۔ (کشف المحجوب)

سفر کے متعلق حکایات

حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن خیرات بانٹ رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بچے کو ہمراہ لیے وہاں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! میں نے آج تک کسی باپ بیٹے میں اتنی مشابہت نہیں دیکھی جتنی اس بچے اور اس کے باپ کے درمیان پائی جاتی ہے۔ وہ شخص بولا امیر المومنین! اب اس شخص کا عجیب و غریب قصہ بھی سن لیجیے۔ ہوا یہ کہ اس کی ماں حمل سے تھی کہ مجھے سفر پہ جانا پڑ گیا وہ کہنے لگی کیا تو مجھے اس حالت میں چھوڑ کر سفر پر روانہ ہو جائے گا؟ میں نے کہا (اے نیک بخت!) جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اسے اللہ کے سپرد کیے جاتا ہوں۔ سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ دور سے آگ جلتی ہوئی نظر آئی' میں نے لوگوں سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تیری بیوی کی قبر ہے اور روزانہ یہی منظر دیکھنے میں آتا ہے۔ میں نے کہا وہ تو صوم و صلوٰۃ کی پابند تھی' یہ کیا بات ہوئی۔ غرض وہاں پہنچا اور قبر کو کھودنے کے بغیر نہ رہ سکا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اندر (لحد میں) ایک چراغ رکھا ہے اور یہ بچہ اس کی روشنی میں کھیل رہا ہے' اتنے میں ایک غیبی آواز نے گویا مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "اس

بچے کو تو نے ہمارے سپرد کیا تھا اور ہم تجھے عطا کرتے ہیں' اگر تو نے اس کی ماں کو بھی ہمارے سپرد کیا ہوتا تو اس کو بھی ہم تیرے حوالہ کر دیتے۔"

حکایت حضرت ابو علی رباطی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ مروزی کی صحبت میں رہا ان کی صحبت میں میرے آنے سے پہلے ان کا دستور تھا کہ وہ زاد راہ اور سواری کے بغیر جنگل کو نکل جاتے۔ جب میں ان کی صحبت میں آگیا تو مجھے فرمایا کہ تو حاکم بننا پسند کرے گا یا میں حاکم رہوں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی حاکم رہیں۔ فرمایا کہ پھر تمہیں اطاعت کرنی ہو گی۔ میں نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے ایک تھیلا لیا' اس میں زاد راہ رکھا اور اسے اپنی پشت پر اٹھایا۔ جب میں کہتا کہ یہ تھیلا مجھے دے دیجیے تاکہ میں اسے اٹھاؤں۔ فرماتے میں حاکم ہوں اور تمہیں میری اطاعت کرنی چاہیئے۔

رباطی فرماتے ہیں کہ ایک رات بارش ہوئی اور آپ چادر لیے صبح تک میرے اوپر سایہ کرتے رہے تاکہ میں بارش سے بچا رہوں۔ میں دل میں کہتا کہ کاش میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ حاکم ہیں۔ پھر مروزی نے فرمایا کہ جب تو کسی انسان کی صحبت اختیار کرے تو اس کی صحبت میں اسی طرح رہ جس طرح میں تمہاری صحبت میں رہتا ہوں۔

حکایت حضرت ابوالحسن مصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مجھے طرابلس سے شجری کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ہم کئی دنوں تک بغیر کچھ کھائے پیے چلتے رہے میں نے زمین پر پڑا ہوا ایک کدو دیکھا اور میں کھانے لگا۔ شجری نے میری طرف دیکھا مگر زبان سے کچھ نہ کہا لہٰذا میں سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے برا سمجھا ہے۔ میں نے اسے پھینک دیا۔ پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانچ دینار دلوائے اور ہم شہر میں آگئے۔ میں نے دل میں کہا آپ ہمارے لیے ضرور کچھ نہ کچھ خریدیں گے۔ مگر آپ وہاں سے گزر گئے اور کچھ نہ خریدا۔ پھر آپ یہود یہ پہنچے یہ راستہ میں ایک گاؤں کا نام ہے' تو فرمایا کہ وہاں ایک مال دار آدمی ہے جب ہم اس کے پاس جائیں گے تو وہ ہماری خدمت میں مشغول ہو جائے گا۔ میں یہ پانچ دینار اسے دوں گا تاکہ وہ انہیں ہمارے اور اپنے عیال کے لیے خرچ کرے۔ چنانچہ ہم وہاں سے چلنے لگے تو فرمایا اے ابوالحسن! کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا نہیں تم تو ایک کدو کی خاطر مجھ سے خیانت کرتے ہو اور پھر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ ایسا نہ ہو گا اور

انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔

حکایت شیخ ابو مسلم فارس بن غالب انصاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے۔ دیکھا تو آپ تخت پر چار تکیے لگائے سو رہے ہیں۔ پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک مصری چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ان کے اپنے کپڑے میل کی وجہ سے چمڑے کی طرح ہو رہے تھے۔ جسم تکلیف سے سوکھا ہوا تھا۔ رنگ ریاضت سے زرد ہو رہا تھا۔ دل میں کراہت پیدا ہوئی اور سوچا کہ میں بھی درویش ہوں یہ بھی درویش ہے' اسے اس قدر آرام میسر ہے اور میں مشقت سے نڈھال ہو رہا ہوں۔ شیخ ابو سعید نے نخوت باطن کی کیفیت بھانپ لی اور فرمایا اے ابو مسلم! تو نے کس کتاب میں پڑھا ہے کہ خودبین بھی درویش ہوتا ہے؟ سنو میں نے صرف حق تعالیٰ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے تخت پر بٹھایا' تو نے صرف اپنے آپ کو دیکھا اور بجز خاک نشینی کے کچھ نہ پایا' ہمارے نصیب میں مشاہدہ ہے اور تیرے نصیب میں مجاہدہ۔ یہ دونوں طریقت کے مقامات ہیں مگر ذات حق ان سے منزہ ہے اور درویش مقامات اور احوال سے فانی اور آزاد۔ شیخ ابو مسلم فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور تمام عالم میری نظر میں تاریک ہو گیا۔ ہوش بجا ہوئے تو میں معافی کا خواست گار ہوا اور آپ نے مجھے معاف کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ میں دیدار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا؎

آنچه گوشم نتو آنست شنیدن بخبر
همه چشم بعیاں یکسره دیدآں ببصر

"جو چیز میرے کان نہ سن سکے وہ میری آنکھ نے ظاہر دیکھ لیا۔" (کشف المحجوب)

حضرت ابراہیم خواص کا طرز عمل مزین کبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دن ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ ایک بچھو کو ان کی ران پر دوڑتا دیکھا۔ میں نے اٹھ کر اسے مارنا چاہا مگر آپ نے مجھے منع کر دیا اور فرمایا کہ اسے رہنے دو کیونکہ ہر چیز ہماری محتاج ہے اور ہم کسی چیز کے محتاج نہیں۔

تین سال کا سفر

ابو عبداللہ نصیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال سفر کیا اور میں نے نہ کبھی اپنی گدڑی پر پیوند لگایا اور نہ میں کسی ایسی جگہ گیا جہاں مجھے معلوم ہو کہ میرا کوئی رفیق ہے اور نہ کسی کو اس بات کی اجازت دی کہ میرے ساتھ چلتے ہوئے کوئی چیز ساتھ لے۔

حکایت

کہتے ہیں کہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سفر میں اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لے جاتے تھے مگر پھر بھی ان کے ساتھ سوئی اور مشکیزہ ہمیشہ رہتا۔ سوئی تو کپڑوں کو سینے اور پیوند لگانے کے لیے کہ اگر پھٹ جائے تو کہیں ستر نہ کھل جائے اور مشکیزہ طہارت کے لیے' آپ ان چیزوں کو دنیاوی تعلق کی چیزیں نہ کہتے تھے۔

حکایت

حضرت ابو عبداللہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں طرسوس سے ننگے پاؤں نکلا۔ میرے ساتھ ایک رفیق تھا۔ ہم چلتے چلتے ملک شام کی بستی میں پہنچے تو ایک شخص میرے پاس جوتا لے کر آیا مگر میں نے اسے قبول نہ کیا میرے ساتھی نے مجھے کہا کہ جوتا پہن لیں کیونکہ آپ تھک چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ جوتا آپ کو میری وجہ سے عطا کیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنا جوتا آپ کی موافقت اور آپ کے حق صحبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اتارا تھا۔

سفر کی مشکلات

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سفر میں جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ تین اور آدمی بھی تھے آپ جنگل میں کسی مسجد میں پہنچے اور وہاں رات گزاری مسجد کا کوئی دروازہ نہ تھا اور سردی شدت کی پڑ رہی تھی۔ وہ سب سو گئے' جب صبح ہوئی تو خواص کو دروازے پر کھڑا دیکھا۔ انہوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا مجھے ڈر تھا کہ کہیں تمہیں سردی نہ لگے اس لیے وہ رات بھر وہاں کھڑے ہو رہے۔

حکایت

میں نے ابو صادق بن حبیب کو فرماتے سنا کہ انہوں نے نصر آبادی کو فرماتے سنا کہ ایک بار میں جنگل میں گزرتے ہوئے کمزور ہو گیا اور اپنی جان سے مایوس ہو گیا کہ یکا یک میری نگاہ چاند پر پڑی۔ حالانکہ اس وقت دن تھا' پھر بھی میں نے چاند پر یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ﴾ لہٰذا میں نے اس تکلیف کو معمولی سمجھا اور اسی وقت سے یہ بات (یعنی خرق عادات کرامات) میرے لیے واضح ہو گئی۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ! میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں کو اس سے خوش رکھنا اور اچھا بدلہ دینا۔ یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دی تو والدہ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا کہ آپ کا مسافر۔ چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا تو روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

حکایت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدائی زندگی سے ہی کسی مرشد کی تلاش ہوئی جو آپ کی حق کی پیاس بجھا سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنے طفولیت کے عہد میں ہی دنیاوی معمولات سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ آپ کے گھر والوں نے آپ کو بہت سمجھایا کہ دنیا میں رہنے کے لیے دنیا سے دوری کسی طرح مستحسن نہیں مگر آپ اپنے ارادے میں پکے تھے۔ اس کشمکش میں ایک روز آپ شہر سے جنگل کی طرف چل نکلے۔ جب آپ جنگل کی طرف جا رہے تھے تو آگے سے ایک قافلہ آ رہا تھا' قافلے والوں نے اکیلے نوجوان کو جنگل کی طرف جاتے دیکھا تو اس کو جنگل کے حالات کے متعلق بتایا' درندوں کے خطرات سے آگاہ کیا مگر آپ نے کسی کی کوئی بات سنے بغیر سفر جاری رکھا' چلتے چلتے رات ہو گئی۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا' آپ ہاتھوں سے گھنی جھاڑیاں ہٹاتے اور راستے بناتے جا رہے تھے آخر آپ تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے' یہاں بیٹھنے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ میرے پاس وضو کا کوئی انتظام نہیں۔ اندھیرا اس قدر ہے کہ پانی کو تلاش کرنا ناممکن ہے پھر میں وضو کس طرح کروں گا۔ آپ انہی خیالات میں گم تھے کہ اچانک آپ کو محسوس ہوا کہ آپ کے پاس کسی اور چیز کا بھی وجود موجود ہے۔ جب آپ نے ادھر ادھر ہاتھ مار کر دیکھا تو پتہ چلا کہ جانور ہے جس کی کھال گیلی ہو رہی ہے۔ آپ نے اس کو غیبی اشارہ سمجھا اب آپ جانور کی معیت میں چلتے گئے یہاں تک کہ رات تمام ہوئی اور سورج کے نکلنے کے آثار نظر آنے لگے۔ جانور آپ کو ایک چشمہ پر لے آیا۔ جہاں آپ نے وضو کیا۔ آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے

کہ جس جانور کی رہنمائی میں آپ چل رہے تھے وہ کوئی عام جانور نہیں تھا بلکہ بھیڑیا تھا- آپ وضو کر کے واپس جنگل کی طرف آئے اور آکر نماز شروع کی- جب نماز ختم ہو چکی تو آپ نے چشم حیرت سے دیکھا کہ آپ کے اردگرد تمام جنگلی درندے بیٹھے ہوئے ہیں مگر آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے نہیں' اس جنگل میں آپ نے درندوں میں کئی دن گزارے۔ آپ نے ان ایام میں نہ پیا نہ کھایا بلکہ آپ کو اس کی حاجت ہی نہ ہوئی- کئی دنوں کے بعد آپ کو اپنے اصل مقصد کا خیال آیا کہ مجھے تو کسی ولی کامل کو تلاش کرنا ہے- یہاں سے آپ نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا چلتے چلتے کئی پہاڑوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے آپ ایک غار کے قریب پہنچے- ابھی آپ غار کے اندر جانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ غار کے اندر سے ایک نہایت خوب صورت عورت نکلی- آپ اس کا قیامت خیز حسن دیکھ کر حیران رہ گئے- اس عورت نے آپ سے سوال کیا تو کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے اور اس وقت کیا سوچ رہا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ میں تمہیں اپنے ارادوں کے متعلق کیوں بتاؤں جس کے لیے سوچ رہا ہوں وہ میری سوچ خود ہی جان لے گا-

عورت نے آپ کو بڑی تحقیر آمیز نظروں سے دیکھا اور بولی کہ تمہیں اس بات کا بڑا گھمنڈ ہے کہ تو کئی دنوں سے اس بیابان میں بھوکا پیاسا سفر کر رہا ہے- جنگل کے خطرناک درندے تیرے تابع ہیں اور جب تک تمہیں ایسے زعم رہیں گے تو کامیاب نہیں ہو سکتا- مجھ کو دیکھو میں ایک مدت سے اس غار میں رہ رہی ہوں- نہ میں نے کبھی کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے مگر زندہ ہوں- اللہ کی شکر گزار ہوں او غرور کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی-

یہ باتیں سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب تک میں اپنی دلی اور ذہنی کثافتوں کو دور نہ کروں گا حقیقی منزل نہیں پا سکتا- اس مقصد کے لیے آپ مہینوں بھوکے پیاسے ایک غار میں عبادت و ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے- ہر وقت آپ کی یہی دعا ہوتی کہ اے اللہ! مجھے اپنے انعام و اکرام سے نواز' تاکہ میں بھی تیرا مقرب بندہ بن جاؤں- آپ گھنٹوں اللہ کے آگے گریہ و زاری میں مصروف رہتے' ایک روز آپ نے دیکھا کہ آپ کے گرد بہت سے لوگ موجود ہیں اور یہ سب بھی آپ کی طرح تلاش اللہ کے لیے اپنے گھروں سے نکلے ہیں- ان میں صاحب ہمت بھی ہیں اور کمزور بھی- بہادر اور تنہا صعوبتیں برداشت کرنے والے بھی

ہیں اور کمزور اور سہارے کے محتاج بھی ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک آپ کے پاس آیا اور عرض کی اے اللہ کے نیک بندے! تو مجھے بھی اپنے ساتھ رکھ لے تاکہ میں بھی اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہو جاؤں۔

آپ نے جواب دیا "میں تو خود ایک بوجھ ہوں میں تمہیں کیا سہارا دے سکوں گا۔" اس شخص نے عرض کی "میں آپ کی حتی المقدور خدمت کروں گا" اس شخص کی ضد اور شوق دیکھ کر آپ اس کو ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔

دونوں مہینوں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے مگر ان کو کوئی خاص بات محسوس نہ ہوئی جس کے وہ متمنی تھے۔ اپنی محنت کا اثر دیکھنے کی خواہش میں دوبارہ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ایسا گم ہوئے کہ اپنا آپ ہی بھول گئے۔ ایک روز اسی عبادت کی مشغولی کے عالم میں آپ کو اپنے چاروں طرف روشنی نظر آئی۔ آپ کے دل کو اطمینان ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھی کو بتلایا کہ اب ہم منزل کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ ساتھی بڑا خوش ہوا اس نے سوچا جب نور کی بارش برسے گی تو اس پر بھی نورانی چھینٹے پڑیں گے۔

اب حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو محسوس ہونے لگا کہ انہیں ضرور قرب الٰہی حاصل ہو جائے گا آپ اسی خوشی میں سرشار خدا کی یاد میں بیٹھے تھے کہ غار میں ایک نہایت کریہہ شکل آدمی داخل ہوا۔ آپ اور آپ کا ساتھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے اس کے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ میرا نام عبدالمطلب ہے اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے اس چند روزہ عبادت و ریاضت کے بعد یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ نے وہ تمام منازل طے کرلی ہیں جن پر جا کر انوار کی بارشیں ہوتی ہیں؟

آپ اس شخص کی باتیں سن کر اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ آپ پر بے بضاعتی اور درماندگی کا دورہ پڑا اور آپ زار و قطار رونا شروع ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تو مٹ گیا اور برباد ہو گیا۔ اس پر آنے والے ہیبت ناک شکل والے آدمی نے کہا "آپ بالکل برباد نہیں ہوئے اور نہ ہی مٹ گئے ہیں۔"

آپ نے فرمایا "تم نے ہی تو مجھے کہا ہے کہ میں نے اللہ سے جو امیدیں وابستہ کی ہیں ان سے محروم رہوں گا۔"

اس پر اس شخص نے کہا "میں نے صرف یہی کہا ہے کہ تو جو عبادت، ریاضت اور مجاہدے کر رہا ہے وہ ولایت کے لیے کیوں کر رہا ہے، ان کی بدولت تمہیں اپنی فلاح کیوں درکار ہے، تم یہ سب کچھ صرف خدا کے لیے کیوں نہیں کر رہے؟" یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ مجھے اب سارا کچھ از سرنو شروع کرنا ہو گا۔ آپ کو واقعی احساس ہو گیا کہ عبادت کسی لالچ اور امید یا سبب سے نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سوچ کر آپ گھنٹوں روتے رہے۔ اب پھر آپ کو کسی کامل مرشد کی تلاش کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ کا ساتھی بھی آپ کی حالت سے پریشان تھا، اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں کسی کامل ولی کی تلاش کروں۔ آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ وہ چلا گیا آپ اس کی واپسی کے منتظر رہنے لگے۔ کوئی دس گیارہ روز کے بعد وہ شخص واپس آیا اور عرض کی کہ یہاں سے کوئی بارہ تیرہ کوس دور ایک پہاڑ ہے اور وہاں ایک غار میں ایک کامل ولی کا آستانہ ہے۔ ہم ان تک پہنچ کر ان سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوشی ہوئی، اسی وقت چلنے کی تیاری شروع کر دی اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ دونوں نے اپنا سفر طے کیا جب اپنی منزل کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی، پہاڑی سفر تھا، قدم قدم پر ٹھوکریں لگتیں مگر جذبہ تھا کہ آپ کو کشاں کشاں منزل کی طرف لیے جا رہا تھا۔ جب آپ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں آپ کو دامن کوہ میں ایک غار نظر آیا جس پر بہت سے لوگ کھڑے تھے اور غار کے اندر ایک بزرگ تھے جو باری آنے پر سب کے ساتھ مصافحہ کر رہے تھے۔ اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو گمان ہوا کہ اتنے رش میں شاید ہماری باری ہی نہ آئے۔ چنانچہ آپ اتنے لوگوں کے بحر بیکراں کو دیکھ کر ان بزرگ پر رشک کرنے لگے اور دل میں سوچنے لگے کہ کس قدر خوش قسمت بزرگ ہیں جن کے لیے خدا نے اپنی مخلوق کو مسخر کر رکھا ہے۔ آپ کے ذہن میں ایک چیز جو بار بار آ رہی تھی وہ یہ تھی کہ دنیا میں تدبیر کیا ہے اور اختیار کسے کہتے ہیں؟ ساری رات آپ کھڑے رہے اور صبح تک آپ کی باری نہیں آئی، اسی ہجوم میں آپ نے ایک شخص کو ان بزرگ کے متعلق یہ کہتے سنا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جن کو ہمارے ذوق و شوق کا کوئی احساس نہیں ہے، اگر یہ صاحب علم ہوتے تو ان کو اپنے کشف سے ہی معلوم ہو جاتا کہ ان کے ارادتمند کتنی محبت سے ان کے پاس آئے ہیں۔ ایسی درویشی سے

تو ہماری دنیاداری بہتر ہے۔ اس شخص کی باتوں کا اثر کئی اور لوگوں پر بھی ہوا اور اس طرح کافی لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اس طرح حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی باری جلدی آ گئی۔ جب آپ غار کے اندر پہنچے تو آپ نے اس بزرگ کو سجدے میں گرے ہوئے دیکھا وہ اللہ کے آگے درخواست کر رہے تھے "اے مالک کون و مکاں! دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مخلوق کے مسخر ہونے کی دعا مانگتے ہیں اور تو ان کی دعا قبول کر لیتا ہے مگر میں تو یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے ناراض ہو جائیں تاکہ میرے پاس کوئی نہ آئے اور میں اکیلا تیری عبادت میں مگن رہوں۔"

ابوالحسن شاذلی نے یہ دعا سنی تو بہت حیران ہوئے اور جب بزرگ سجدے سے اٹھے تو ان کو سلام کیا اور عرض کی کہ میں سکندریہ کے قصبے شاذلہ سے آیا ہوں۔

انہوں نے سوال کیا "کیا کوئی کام ہے؟"

حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو صرف آپ کا مزاج دریافت کرنے آیا تھا۔

اس پر ان بزرگ نے جواب دیا کہ میرا حال تو ٹھیک ہے تم اپنے حال کی فکر کرو، ابھی تم اللہ سے گرمئ تدبیر اور اختیار کے شاکی تھے۔ اس کے جواب میں ہی میں نے اللہ سے خنکئ تسلیم و رضا کی شکایت کر دی۔

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں کا مطلب نہ سمجھ سکے اور وضاحت کے لیے عرض کی۔

جواب میں ان بزرگ نے فرمایا "سردئ تسلیم و رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ مجھ پر اتنا مہربان ہو جائے کہ ساری مخلوق میری گرویدہ ہو جائے اور جب اللہ مہربان اور مخلوق مسخر ہو جائے گی تو ہر وقت میرے اردگرد لوگوں کا ہجوم رہے گا، لوگوں کی پرستاری مجھے اس قدر مخمور کر دے گی کہ اللہ مجھے یاد نہیں رہے گا اس لیے میں نے اس سے نجات کی دعا مانگی تھی۔"

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ میں تو اس بات کا بڑا شائق ہوں مگر آپ اس سے متنفر ہیں آپ نے شاید مخلوق کی تسخیر کا مزہ نہیں چکھا۔ جواباً ان بزرگ نے فرمایا کہ مزہ تو میں چکھ چکا ہوں اس لیے اس سے نجات کی دعا مانگ رہا ہوں۔

یہ سن کر ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ اگر میں یہ دعا مانگوں کہ اللہ کی مرضی میری مرضی کے مطابق ہو تو یہ بھی غلط ہو گا۔

جواب ملا کہ تم سب باتیں چھوڑ دو صرف ایک چیز کا ورد جاری رکھو' ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ وہ یہ ہے کہ "اے اللہ تو میرا ہو جا" اور جب اللہ تمہارا ہو جائے گا تو پھر تمہارا ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔

یہ سن کر آپ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا' آپ پکار اٹھے' میں نہ کہتا تھا کہ کوئی مرد کامل ضرور میرا مسئلہ حل کر دے گا۔ یہ بزرگ شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی ہدایت کے مطابق زہد و مجاہدہ کر کے ولیٔ کامل بنے اور اس طرح آپ کا سفر کامیابی کا پیش خیمہ بنا۔

حکایت حضرت ابواسحاق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک درویش نے درخواست کی کہ میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمالیا اور کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہیئے تاکہ تمام کام اچھی طرح سرانجام پائیں۔ درویش نے کہا پھر آپ ہی حاکم بن جایئے' آپ نے فرمایا پھر تم مطیع بنو' درویش کہتا ہے کہ آپ نے مجھے بیٹھنے کو کہا اور خود پانی لائے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لیے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا آپ خود اسے کر لیتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرماتے شرط یہ ہے کہ میں امیر رہوں اور تم مطیع رہو' راستہ میں سخت بارش ہوئی تو آپ نے اپنا لبادہ اتار کر مجھ پر ڈال دیا اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کیے رہے تاکہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں دیکھ کر نہایت شرمسار ہوا لیکن از روئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے تمام خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ میں نے کہا امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لیے کہا جائے۔ آپ مکہ معظمہ تک کے طویل سفر میں میرے ساتھ یہی سلوک فرماتے رہے۔ جب اس جگہ پہنچے تو میں آپ کے حسن سلوک سے شرمندہ ہو کر بھاگ گیا آپ نے مجھ کو منیٰ میں دیکھا تو فرمایا بیٹا دوستوں سے اس طرح محبت رکھنی چاہیئے جس طرح میں نے تم سے رکھی۔

حکایت ابونصر اکابر صوفیاء سے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں عمان کی بندرگاہ پر سمندر سے اترا تو بھوک نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔ پھر میں بازار سے گزر رہا تھا

اور حلوائی کی دکان کے پاس سے گزرا جس میں پہلے کا بھنا ہوا گوشت اور مٹھائیاں تھیں۔ میں نے ایک شخص کو پکڑ کر کہا کہ مجھے کچھ خرید کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ کیوں خرید کر دوں؟ کیا میرے ذمے کوئی چیز ہے یا مجھے تمہارا قرض ادا کرنا ہے؟ میں نے کہا ضرور خریدنا پڑے گا۔ ایک شخص نے مجھے باتیں کرتے دیکھ لیا اور کہا ارے! اسے چھوڑ دو میں وہ شخص ہوں جس پر تمہارے لیے مٹھائی کا خریدنا واجب ہے مجھ سے مطالبہ کرو اور جو چاہو حکم کرو۔ پھر اس نے مجھے جو کچھ میں چاہتا تھا' خرید کر دیا اور وہ چلا گیا۔

حکایت ایک روایت میں ہے کہ حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اپنی والدہ سے حج کے لیے جانے کی اجازت چاہی' انہوں نے اجازت دے دی اور روانہ ہو گئے۔ جنگل میں آپ کے کپڑے میں پیشاب لگ گیا۔ فرمایا اس کا سبب یقیناً یہ ہے کہ میری حالت میں خلل پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپ واپس روانہ ہو گئے جب انہوں نے گھر پہنچ کر دستک دی تو ان کی والدہ نے جواب دیا اور دروازہ کھولا دیکھا تو وہ دروازہ پر بیٹھی تھیں۔ آپ نے والدہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب سے تو گیا ہے میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک تمہیں نہ دیکھ لوں گی میں یہاں سے نہ جاؤں گی۔

حکایت ابو احمد الصغیر نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں ابھی نو عمر ہی تھا کہ ایک فقیر مجھے ملا اس نے مجھے دیکھا کہ بھوک نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے لہٰذا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور گوشت پیش کیا جو آب جو (کشک) کے ساتھ پکایا گیا تھا اور گوشت کا ذائقہ بدلا ہوا تھا۔ میں ثرید کھاتا اور گوشت نہ کھاتا کیونکہ اس کا ذائقہ بدلا ہوا تھا' اس نے مجھے ایک لقمہ دیا جسے میں نے بڑی مشکل سے کھایا اور اس نے پھر ایک اور لقمہ دیا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ فقیر میرے چہرے سے پہچان گیا اور شرمندہ ہوا۔ اس کی وجہ سے مجھے بھی شرمندگی ہوئی لہٰذا میں وہاں سے چل پڑا اور فوراً سفر کو روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنی والدہ کے پاس ایک آدمی کو بھیج کر اپنی گدڑی منگوا لی۔ میری والدہ نے میری مخالفت نہ کی اور میرے سفر پر جانے پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ میں فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ قادسیہ سے نکلا مگر ہم راستہ سے بھٹک گئے اور جو کچھ بھی زاد راہ ہمارے پاس تھا ختم ہو گیا اور ہم مرنے کے قریب ہو گئے۔ ہم ایک عرب قبیلہ کے پاس گئے مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا ہم

نے مجبور ہو کر ان سے چند دیناروں میں ایک بکرا خریدا' انہوں نے اسے بھونا اور مجھے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا دیا- جب میں کھانے لگا تو میں نے اپنے حال پر غور کیا تو مجھے خیال آیا کہ یہ اس فقیر کو شرمندہ کرنے کی سزا ملی ہے لہٰذا میں نے دل میں توبہ کی اور چپ رہا- پھر انہوں نے ہمیں راستہ بتلا دیا اور جا کر حج ادا کیا- اس کے بعد میں اسی فقیر کے پاس واپس آیا اور اس سے معذرت چاہی-

حکایت اخنف الہمدانی فرماتے تھے کہ میں جنگل میں اکیلا تھا اور میں تھک گیا تھا- میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اے رب! میں کمزور اور اپاہج ہوں اور تیرے پاس ضیافت کے لیے حاضر ہوا ہوں- فوراً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ جواب نہ ملے کہ تجھے کس نے بلایا تھا اس پر میں نے کہا اے رب! تیری سلطنت ایسی ہے جہاں طفیلی کو برداشت کر لیا جاتا ہے' فوراً کسی نے پیچھے سے آواز دی- جب ادھر مڑا تو ایک بدوی سواری پر سوار تھا اس نے مجھے کہا اے عجمی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا مکہ کا- اس نے پھر کہا' کیا اس نے تجھے بلایا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں- اس نے پھر کہا' کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا؟﴾ (جو سفر کی طاقت رکھے) میں نے کہا اس کی سلطنت وسیع ہے' طفیلی کی اس میں گنجائش نہیں- اس نے کہا کیا تو طفیلی ہے؟ کیا تو اونٹ کی خدمت کر سکتا ہے؟ میں نے کہا ہاں' اس پر وہ اپنے جانور سے نیچے اتر آیا اور مجھے دے کر کہنے لگا کہ اس پر سفر کرو-

حکایت محمد بن اسمٰعیل فرعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو بکر زقاق اور کتانی تقریباً بیس سال سفر کرتے رہے- نہ تو ہم کسی سے خلا ملا کرتے اور نہ کسی سے میل جول رکھتے جب کسی شہر میں پہنچتے اور وہاں کوئی بزرگ ہوتا تو اس کے سلام کو چلے جاتے- رات تک اس کے پاس بیٹھتے اور پھر مسجد میں چلے جاتے- کتانی ابتداء رات سے لے کر آخر تک نماز پڑھتے رہتے اور قرآن ختم کرتے اور زقاق قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاتے اور میں لیٹ کر سوچتا رہتا پھر جب صبح ہوتی تو نماز عشاء کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا کرتے اور جب ہمارے درمیان کوئی اور انسان آ جاتا اور سویا رہتا تو ہم اس کو اپنے سے افضل سمجھتے-

رموز سفر حضرت عبدالکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفیاء نے اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ حاضری کے تمام آداب مجاہدہ سے حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں پھر

بھی ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کچھ اور مستزاد حاصل کریں- للہذا انہوں نے اپنے نفسوں کو سدھارنے کے لیے احکام سفر کو شامل کر لیا' یہاں تک کہ وہ اپنے نفسوں کو ان چیزوں سے نکال کر لے گئے جن کے وہ روز مرہ کے عادی تھے اور انہیں معروف چیزوں کے چھوڑنے پر مجبور کیا- تاکہ وہ اللہ کے ساتھ ایسی حالت میں زندگی گزاریں کہ ان کا دنیا کی کسی چیز کے ساتھ نہ کوئی تعلق ہو اور نہ کوئی واسطہ ہو- بایں ہمہ انہوں نے سفر میں ہوتے ہوئے بھی اپنے کسی ورد کو ترک نہیں کیا کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ رخصت مثلاً سفر میں قصر کرنا' صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کا سفر کسی حاجت یا ضرورت کی وجہ سے ہو اور ہمیں اپنے سفر میں نہ تو کوئی کام ہے اور نہ کوئی مجبوری للہذا رخصت کیسی ؟-

حکایت سکندر کی عالم گیری اور فتح مندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہ دور اندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار رکھنے کے' بغیر کسی قسم کی جنگ کے صلح کے لیے پیش قدمی کی- سکندر نے اس کی بے شمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لیے آیا ہے تو اس قدر لشکر جرار اور فوج بے شمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب؟ شاید کہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے- بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں کا ہے صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے- یہ میرا جزوی لشکر ہے جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا لیکن تیرا اقبال بلند ہے جو کوئی دولت خداداد سے لڑے گا سو گرے گا- اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا- سکندر نے کہا بے شک تو لائق احسان ہے میں نے تجھے امان دی- اس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پر تکلف کھانا کھلایا اور ایک زردوزی خیمہ میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا' سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زریں میں بیش بہا جواہرات لعل' یاقوت' موتی' ہیرے' زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے- سکندر نے کہا کہ جواہرات انسان کی غذا نہیں- بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں؟ کہا کہ یہ روٹی جو تمام خلقت کھاتی ہے' اس بادشاہ نے کہا سخت تعجب ہے کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی' کس لیے ناحق اس قدر رنج و مصیبت اٹھاتا ہے اور ساتھ ہی بے شمار مخلوق خدا کو بھی مبتلائے مصائب کر رہا ہے- سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اس

سے علاقہ رکھتے ہیں۔

حضرت گیسودراز کی مسافرت

اللہ والوں نے سیاحت کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہے حضرت مخدوم گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیاحت فرما کر سنت اولیاء کی پیروی کی ہے ۱۰ ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو آپ اپنے اہل وعیال سمیت دہلی سے بہاول پور پہنچے' یہاں مولانا علاء الدین گوالیری جو آپ کے مرید تھے انہوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ نے گوالیر میں کچھ عرصہ قیام کیا یہاں آپ نے کسی کو خلافت نہیں دی تھی' گوالیر سے آپ بھاندیر اور ایرچہ سے ہوتے ہوئے چندیری پہنچے۔ اس جگہ آپ نے کچھ روز قیام کیا اور ۸۰۱ھ عید الفطر کے روز آپ بڑودہ تشریف لائے۔ یہاں پر بھی آپ نے مختصر سا قیام فرمایا اور کھنبایت تشریف لے گئے' ذیقعدہ کا مہینہ آپ نے یہاں گزارا اور واپس بڑودہ آکر سلطان پور سے ہوتے ہوئے دولت آباد کی جانب روانہ ہوئے' یہاں سے آپ روضہ فلد آباد پہنچے اور اپنے والد بزرگوار کے مزار پر حاضری دی۔ اس طرح ایک لمبی سیاحت کے بعد واپس دہلی پہنچے۔

طویل سفر

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں طویل سفر کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد آپ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں' آپ نے اسے فرمایا کہ تمہاری یہ مسافت قطعی طور پر معتبر نہیں ہے کیونکہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس سے صرف ایک قدم جدا ہو جائے تاکہ تمام مقاصد پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

سفر کا مقصد

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مرو سے شام گئے تھے اور یہ سفر محض ایک قلم دینے کے لیے اختیار کیا جو آپ نے ایک شخص سے لیا تھا اور اس کو واپس نہ کیا تھا۔



باب ۱۱

اللہ والوں کی صحبت

عشق الٰہی کی ابتدائی چنگاری کسی اللہ کے دوست کی صحبت ہی سے ملتی ہے صحبت ڈبوئے صحبت تیرائے صحبت ہی پار لگائے' صحبت اپنا رنگ چڑھائے' صحبت سرپہ تاج پہنوائے' صحبت رسوا کروائے' نیک صحبت نیک بنائے بری صحبت برا بنائے' صحبت سنورے سب کچھ آئے' صحبت بگڑے سب کچھ جائے' صحبت اتباع کروائے' صحبت منکر بنوائے' صحبت جام محبت پلوائے' صحبت اظہار نفرت کروائے' صحبت غوث قطب ابدال بنوائے' صحبت ڈاکو چور قاتل بنائے' صحبت ذاکر بنائے' صحبت غفلت کے پردے ڈلوائے' صحبت یار بن کے تیر کھائے' صحبت دشمن بن کے وار کرائے۔ غرض یہ کہ ساری اچھائیوں کا بیج صحبت بوئے اور ساری برائیاں صحبت پھیلائے۔ اب یہ حضرت انسان کی سوچ ہے کہ وہ نیک صحبت میں جائے گا تو نیک بنے گا' بری صحبت کا شکار ہو گا تو دین و دنیا میں راندہ جائے گا۔

اچھی صحبت سیرت و کردار کی معمار ہے' آداب و اخلاق کی بنیاد ہے' اچھی صحبت اچھے اعمال کروائے' اچھی صحبت ایمان کی روح ہے' اچھی صحبت عظمت انسانیت ہے' اچھی صحبت اصلاح معاشرہ ہے' اچھی صحبت آئینہ احسان ہے' اچھی صحبت اتحاد و اتفاق کی آواز ہے اچھی صحبت تصوف کی جان ہے' اچھی صحبت خوش حالی کی ضامن ہے' اچھی صحبت حق کی روشنی ہے' اچھی صحبت غم کا سہارا ہے' اچھی صحبت علاج گناہ ہے' اچھی صحبت کامیابی کی کنجی ہے' اچھی صحبت آئینہ محبت ہے اور دکھی انسانیت کی چارہ ساز ہے گویا کہ اچھی صحبت گوناگوں خوبیوں کا مرقع ہے اس لیے جو بھی اچھی صحبت میں بیٹھ جائے گا سیدھا جنت میں جائے گا اور جو بری صحبت میں پھنسے گا دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

سب سے اچھی اور نیک صحبت حضور ﷺ کی تھی جس نے ظلمت کدۂ انسانیت کو نور ایمان سے روشن کر ڈالا۔ یہ حضور ﷺ کی صحبت کا اعجاز تھا کہ جس نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو تاج دار جہاں بنا دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کرم تھا کہ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قیصر و کسریٰ کا فاتح بنا دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ شفقت تھی کہ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ یہ فیضانِ نبوت تھا کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تاج ولایت پہنادیا' یہ ادائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ جس نے حبشی غلام کو عاشقوں کا سردار بنا دیا۔ القصہ صحبت نبوت سے جو کچھ کسی نے چاہا اللہ نے اسے وہی عطا فرمایا۔

اگر تو طالب خدا ہے تو کسی اللہ والے کی صحبت میں جا' راہ خدا تو اللہ والوں کی چشم کرم ہی سے ملتی ہے۔ اللہ کے دوست ہی اللہ سے دوستی لگوا دیتے ہیں کہ کیونکہ اللہ کے دوستوں کی دوستی بڑی چیز ہے۔ جن کی صحبت کے فیض سے انسان دنیا کی برائیوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف راجع ہو جاتا ہے' اس کے حضور سچی توبہ کی توفیق ملتی ہے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی دعاؤں سے انسان زاہد اور عابد بن جاتا ہے' اہل تقویٰ کی صحبت متقی اور پرہیز گار بنا دیتی ہے۔ اہل معرفت کی صحبت طالبوں کو مغفرت کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے۔ گویا کہ اللہ والوں کی صحبت سے وہ گوہر نایاب ملتے ہیں جن سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے اور دنیا میں سرفرازی ملتی ہے۔

ترغیب صحبت

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں چند مقامات پر اچھی صحبت کا ذکر فرمایا ہے اور انہی آیات سے اہل تصوف نے نیک صحبت اپنانے کا طریقہ اخذ کیا ہے وہ آیات حسب ذیل ہیں:

﴿ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴾ (پ ۱۰' التوبہ: ۴۰)

"اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار

میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں "صاحبہ" کا لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ صحبت اختیار کرنے والے کے لیے مستعمل ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں صاحب یعنی صحبت اختیار کرنے والا کہا ہے اور اسی صحبت سے صوفیاء نے تصوف میں اہل روحانیت کی صحبت کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ روحانیت صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صحبت ثابت کر دی تو یہ بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کا اظہار کیا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی صحبت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴾ (پ ۱۵، الکھف: ۳۴)

"اور وہ پھل رکھتا تھا تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردوبدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں۔"

اس آیت میں بھی صاحب کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو باغ والے کی صحبت میں بیٹھتا تھا اس سے واضح ہوا کہ صحبت میں بیٹھنے والے پر ہر انسان اثر انداز ہوتا ہے اور دوسروں کے اثر کو خود بھی قبول کرتا ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے صحبت کے عنوان کے تحت یہ آیت اختیار فرمائی ہے۔

- ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴾ (پ ۱۶، مریم: ۹۶)

"بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔"

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ۔ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں نے صحبت و

اخوت فی اللہ کو پسند کیا ہے' ان کی رائے ہے کہ جب اللہ نے اہل ایمان کے درمیان اخوت پیدا کی تو اس کو اپنا احسان بتایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ﴾ (پ ۴' آل عمران: ۱۰۳)

"اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمانو! میں نے تمہیں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کی نعمت عطا فرمائی' تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر میں نے تمہارے دلوں میں آپس میں بیٹھنے اٹھنے اور دوستانہ تعلقات کے لیے محبت ڈال دی جس سے تمہیں ایک دوسرے کی صحبت کا موقع ملا۔ پہلے ہونے والے مسلمان چونکہ اسلام پر ثابت قدم ہو چکے تھے اور بعد میں ہونے والے مسلمان جب ان کی صحبت میں بیٹھے تو انہیں بھی اس صحبت کی بنا پر اسلام اور ایمان میں استقامت ہوئی' لہٰذا اس صحبت کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کرتے ہوئے یاد دلایا ہے کہ صحبت بہت بڑی نعمت ہے جو میں نے مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے جس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور حصول معرفت کی راہ کھلتی ہے۔

صحبت اختیار کرنے والے کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی جمع اصحاب ہے اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میں چند آدمی فیض یافتہ ہو جائیں تو وہ اصحاب کے زمرے میں شمار ہونے لگتے ہیں اور پھر وہی اصحاب اس روحانیت کے مشن کو جاری رکھتے ہیں۔ اس کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(پ ۷' الانعام: ۷۱)

"تم فرماؤ کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے نہ برا اور الٹے پاؤں پلٹا دیئے جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں راہ دکھائی اس کی طرح جسے شیطان

نے زمین میں راہ بھلا دی' حیران ہے' اس کے رفیق اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ' تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو رب ہے سارے جہان کا۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اس ہدایت پر چل پڑتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور ہدایت یافتہ کی صحبت میں رہنے والے کو ہدایت ملتی ہے۔

حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحبت اور اخوت کے توسط سے صرف تعاون اور ہمدردی کا جذبہ ہی پختہ نہیں ہوتا بلکہ قلب کے لشکر کو بھی طاقت پہنچتی ہے اور روحیں ایک دوسرے کی روحانی خوشبو سے عطر آگیں ہوتی ہیں اور ان کو آسودگی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے رفیق اعلیٰ کی جانب مل کر متوجہ ہوتی ہیں اگر ان کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے تو وہ آوازوں کی مثال ہے کہ چند آوازیں جب مل جاتی ہیں تو اجرام فلکی کو پھاڑ دیتی ہیں (آوازیں مل کر بہت بلندی تک پہنچتی ہیں) اور یہی آوازیں جب الگ الگ ہوں تو پھر منزل تک نہیں پہنچتی ہیں یعنی زیادہ بلندی پر نہیں جاتی ہیں۔

پس ان آیات سے واضح ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا بہت اچھا ہے کیونکہ اس سے دین و دنیا سنورتے ہیں۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ صحبت کی اصل ہم جنسی ہے خواہ اس کے اوصاف عام ہوں یا خاص! پس جب انسان کسی کی صحبت میں بیٹھنا چاہے تو اس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کون سی چیز ہے جو اس کو دوسروں کی صحبت پر مائل کر رہی ہے پس جس کی محبت کی طرف وہ مائل ہے اور جس کی طرف اس کا رحجان ہے اس کے حالات کو شریعت کی میزان میں تولے' اگر اس کے حالات باعتبار شریعت درست نظر آئیں تو اس وقت خواست گار صحبت خود کو مبارک باد دے کہ اس کی حالت بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آئینہ ضمیر کو ایسا روشن بنایا ہے کہ اس کے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی نیکی کا جمال نظر آتا ہے اگر وہ دیکھے کہ اس کے افعال نادرست ہیں تو وہ اس وقت خود کو مجرم گردانے اور ملامت کرے کیونکہ اپنے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی بدحالی نظر آتی ہے' اب اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ ایسے شخص سے اس طرح بھاگے جس طرح وہ شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے کیونکہ اگر ان

دونوں میں ہم نشینی واقع ہو جائے گی تو ان دونوں کی تاریکی اور کجی اور زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کو اپنے ساتھی کی دوستی کا علم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس کے افعال درست ہیں اور اپنی صلاحیت کا بھی اس کو علم ہو جائے تو اپنے بھائی کے آئینے میں نیکی کا مشاہدہ کرے گا۔

فضیلت صحبت

اچھی صحبت کی تلاش

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب کسی دین دار کی دین داری محفوظ نہ رہے گی' بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے دین کے ساتھ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی جانب اور ایک بلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ کی طرف اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف لومڑی کی طرح بھاگے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا ہے (پھر یہ کیسے ہو گا؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے میں انسان کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں سے ہو گی اور اگر اس کے بیوی بچے نہ ہوں گے تو قرابت داروں کے ہاتھوں سے ہلاکت ہو گی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کس طرح؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اس کو تنگیٔ معاش پر شرمندہ کریں گے' پھر وہ اپنی طاقت سے زیادہ کام کرے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ (عوارف المعارف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ارزق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اہواز میں ایک نہر کے کنارے پر تھے جس کا پانی خشک ہو گیا تھا پس حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ چنانچہ وہ نماز پڑھنے لگے اور اپنے گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا' گھوڑا چل دیا تو یہ نماز چھوڑ کر اس کا پیچھا کرنے لگے' یہاں تک کہ اسے پکڑ لیا اور پھر آ کر نماز ادا کر لی۔ ہم میں ایک آدمی نکتہ چین تھا' وہ کہنے لگا کہ اس بوڑھے کو تو دیکھو جس نے گھوڑے کی خاطر نماز چھوڑ دی۔ انہوں نے ادھر متوجہ ہو کر فرمایا جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں' مجھ سے ایسی ناگوار بات کسی اور نے نہیں کہی۔ میرا گھر

کافی فاصلے پر ہے، اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو جانے دیتا تو اپنے گھر والوں میں رات تک نہ پہنچ سکتا۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کو دیکھا ہے کہ آسانی اختیار فرماتے ہیں۔ (بخاری)

اچھی اور بری صحبت کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے' کستوری اٹھانے والا یا تمہیں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی عمدہ خوشبو آئے گی۔ بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔ (بخاری شریف)

عالم ارواح میں ایک دوسرے کی پہچان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ارواح کے جھنڈ تھے جن کا وہاں تعارف ہوا ان میں الفت ہو گئی اور جو وہاں انجان رہیں جدائی رہی۔ (بخاری شریف)

صحبت کی بنیاد محبت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا؟ فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔ (مسلم شریف)

مومن الفت کرنے والا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن الفت کرنے والا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو الفت نہ کرے اور اس سے الفت نہ کی جائے۔ (مسند امام احمد)

اللہ کے لیے دوستی رکھنا

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں اس دین کی اصل نہ بتاؤں جس کے باعث تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر لو؟ ذکر الٰہی کرنے والوں کی مجلسوں کو اپنے اوپر لازم کر لو اور جب تم تنہائی میں ہو تو حسب استطاعت اپنی زبان کو ذکر الٰہی کے ساتھ حرکت دیتے رہو۔ نیز اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ کے لیے عداوت رکھو۔ اے ابو رزین! کیا

تمہیں معلوم ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے اپنے بھائی سے ملنے کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور سارے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر اس سے رشتہ جوڑا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ' اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ہی کرو۔(بیہقی)

دین اپنانے میں دوستی کا اثر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے جگری دوست کے دین پر ہے۔پس آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنا جگری دوست کس کو بنا رہا ہے۔(احمد' ترمذی' ابوداؤد)

صحبت اختیار کرنے کے لیے تحقیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک آدمی دوسرے سے بھائی چارہ قائم کرے تو اس کا نام اس کی ولدیت اور اس کا خاندان پوچھ لینا چاہیئے کیونکہ یہ محبت کو جوڑنے والی بات ہے۔(ترمذی)

مومن کی مثال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کی مثال جو قرآن مجید پڑھے سنگترے جیسی ہے جس کی خوشبو اچھی اور ذائقہ بھی اچھا ہے۔اس مومن کی مثال جو قرآن مجید نہ پڑھے کھجور جیسی ہے۔جس کا ذائقہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔اس فاسق کی مثال جو قرآن مجید پڑھے ریحانہ جیسی ہے جس کی خوشبو اچھی لیکن ذائقہ کڑوا ہے۔اس فاسق کی مثال جو قرآن مجید نہ پڑھے اندرائن (تمے) جیسی ہے جس کا ذائقہ کڑوا اور خوشبو بھی نہیں ہوتی۔اچھے مصاحب (پاس بیٹھنے والے) کی مثال مشک والے جیسی ہے اگر تمہیں اس میں سے کچھ نہ ملے تب بھی خوشبو پہنچ جائے گی اور برے مصاحب کی مثال بھٹی والے کی طرح ہے کہ اگر تمہیں اس کی سیاہی نہ بھی لگے پھر بھی دھواں تو تم تک پہنچ ہی جائے گا۔(ابوداؤد)

صرف مومن کو مصاحب بناؤ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کسی کو مصاحب بناؤ مگر مومن کو اور نہ کسی کو ساتھ کھانا کھلاؤ مگر پرہیز گار کو۔(ابوداؤد)

صحبت کے متعلق اقوال اولیاء

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بخیل کی صحبت دل کو سخت بنا دیتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی صحبت اختیار کر لو جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے اور تم اس کے ساتھ اگر برائی کرو تو وہ تمہیں معاف کر دے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ نیکوں کی محبت کار نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی محبت برے کام سے بدتر ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر وہ ہے جو علم والوں کے پاس بیٹھ کر علم سیکھے اور سب سے بدتر وہ ہے جو بادشاہوں کے پاس بیٹھے۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص اہل بہشت کی لذت پانا چاہے اس سے کہہ دو کہ قانع و صالح درویشوں کی صحبت میں رہے۔

حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالموں اور صوفیوں کی صحبت میں بیٹھو اور جاہلوں کو برداشت کرو۔

حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ امیروں کی صحبت میسر ہو تو عزت سے رہو اور فقیروں کی صحبت میں ذلت سے۔ کیونکہ امیروں سے تکبر و تواضع ہے اور فقراء کے ساتھ تواضع نہایت عمدہ چیز ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اس سے دوستی کرو جو تمہارے تغیر سے متغیر نہ ہو۔ اگر تم دوستی کرنا چاہتے ہو تو ایسی کرو جیسی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

آپ ہی کا قول ہے کہ اس کے ہم نشین بنو جس کا ملک نہ ہو' تاکہ وہ کسی حالت میں تم سے انکار نہ کرے۔ وہ تمہارے تغیر سے متغیر نہ ہو' اگرچہ تغیر بہت بڑی چیز ہے کیونکہ تم جس قدر زیادہ متغیر ہو گے اپنے دوست کے زیادہ محتاج ہو گے۔

ایک مرتبہ آپ ہی نے فرمایا ہے کہ جب تم بد خصلت شخص کے ساتھ رہو تو اس کی بری عادت اپنی نیک عادت میں بدل دو۔ جب کوئی تم کو انعام عطا کرے تو پہلے خدا کا شکر کرو'

پھر انعام دینے والے کا کیونکہ خدا نے ہی اس کا دل نرم کیا۔ جب کوئی مصیبت آئے تو جلدی سے عجز کا اظہار کر کے فریاد کر کہ یا اللہ میں صبر کے قابل نہیں۔ یہ تین خصلتیں میری وصیت ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا' اگر تو درندوں سے ڈرتا ہے تو میری صحبت میں نہ بیٹھ۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں کس شخص کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ اس شخص کی صحبت اختیار کرو جس سے تم کسی ایسی بات کو نہ چھپاؤ' جس کا تمہارے متعلق اللہ کو علم ہے۔

کسی شخص نے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا ایسے شخص کی صحبت اختیار کر کہ اگر تو بیمار پڑے تو وہ تیری عیادت کرے اور اگر تو گناہ کرے تو تجھے معاف کرے۔ (یعنی اللہ)

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ برے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ بروں کی صحبت میں بیٹھنے سے نیکوں کے متعلق برا ظن پیدا ہوتا ہے۔

ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس شخص کی صحبت میں نہ بیٹھا کرتے تھے جو یہ کہتا کہ یہ جوتا میرا ہے کیونکہ وہ فقیر ہی کیا جو کسی چیز کو اپنی ملکیت بتائے۔

حضرت ابو احمد القلانسی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں میں سے تھے' ان کا کہنا ہے کہ میں بصرہ میں کچھ لوگوں کی صحبت میں رہا۔ ایک بار میں نے ان میں سے کسی سے کہا میرا تہبند کہاں ہے؟ اس پر میں ان کی نگاہوں سے گر گیا۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ کی صحبت اختیار کرے تو تجھے اس کے اوامر و نواہی کی موافقت کرنی چاہیئے اور خلق کی صحبت میں ان سے خیر خواہی کرنی چاہیئے اور نفس کی صحبت میں اس کی مخالفت کرنی چاہیئے اور شیطان کی صحبت میں اس سے عداوت کرنی چاہیئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی نگہبانی وغیرہ کاموں میں نوکری کر لیا کرتے اور جو رقم مل جاتی اسے اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر درخت خودرو ہو اور کسی نے اسے لگایا نہ ہو تو اس کے پتے تو نکلیں گے مگر پھل نہ دے گا۔ یہی حال مرید کا ہے اگر کوئی اس کا استاد (پیر) نہ ہو گا جو اس کی تربیت کرے اس سے کوئی بات بن آئے گی۔

ایک شخص نے سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اے ابو محمد! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم میں سے کوئی مرجائے گا تو باقی رہنے والے کس کی صحبت میں رہیں گے؟ اس نے کہا اللہ کی' آپ نے فرمایا تو پھر اسے ابھی سے اس کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے طریقت کا تعلق حضرت نصر آبادی سے قائم کیا اور جب میں ان کے پاس گیا تو میں نے پہلے غسل کیا کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں جانے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کر لینا آداب طریقت سے ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو' اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور اس دنیا سے اسی لیے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنالیا ہے۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص شریر ہو وہ شریروں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگر وہ نیک ہوتا تو نیکوں کی صحبت اختیار کرتا۔

مزید فرمایا ہے کہ ہم نشینی اپنے سے بڑے کی اختیار کر یا چھوٹے کی' ہر صورت میں فائدہ تجھے ہی ہو گا۔ اگر صحبت میں بیٹھنے والا بڑا ہے تو تجھے فائدہ ہو گا اور اگر چھوٹا ہے تو بھی تجھے ہی فائدہ ہو گا کیونکہ وہ تجھ سے کچھ سیکھ لے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ کے بندے! میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر جو علم و ایمان میں راسخ ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر متوکل رہتے ہوں۔ وہ تیرے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کر دیں گے۔ دل و دماغ میں توحید کو مستقل طور پر جاگزین کریں گے اور تو ان کے فیوض روحانی سے دنیا و عقبیٰ میں فلاں و بہبود پائے گا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا اے مغیرہ! جس دوست کی صحبت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اسے ترک کر دے۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو باوجود برا ہونے کے نیک کہلائے گا اور ان کی ہم نشینی اسے نیک کر دے گی۔ بروں کی صحبت میں بیٹھنے والا نیک بھی ہو تو برا ہو جائے گا کیونکہ وہ ان کے افعال کی تائید کرتا رہے گا اور برائی کی تائید کرنے والا بھی برا ہوتا ہے۔ جس مجلس یا محفل میں انسان ہو گا اس کے عادات و افعال جذب کر لیتا ہے کیونکہ وہ جملہ معاملت و ارادت حق و باطل کا ایک مرکب ہے وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی اس کی طبیعت پر غالب آجاتا ہے طبیعت پر صحبت کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عادت ایسی چیز ہے کہ آدمی فیض صحبت سے عالم ہو جاتا ہے۔

حکایت

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ابو حفص بغداد میں آئے تو آپ کے ساتھ ایک گنجا شخص تھا جو ہمیشہ خاموش رہتا۔ میں نے ابو حفص کے مریدوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ اس شخص نے ابو حفص پر ایک لاکھ درہم خرچ کیے ہیں پھر ایک لاکھ درہم قرض لے کر خرچ کیے۔ اس کے باوجود ابو حفص نے اسے ایک کلمہ کہنے کی اجازت نہیں دی۔

چالیس سالہ صحبت کا اثر

حضرت زقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں چالیس سال سے ان لوگوں کی صحبت میں ہوں۔ میں نے ان کے پاس کوئی استعمال کی چیز نہیں دیکھی سوائے اس کے جسے وہ ایک دوسرے سے لیتے جو ان سے محبت رکھتا ہو اور تصوف میں جس شخص کے پاس تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں اس کے لیے تو صریح حکم یہی ہے کہ وہ حرام کھاتا ہے۔

حکایت

ایک شخص مدت تک دوسرے کی صحبت میں رہا' پھر ایک کے دل میں وہاں سے جانے کا خیال آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے اجازت چاہی تو اس نے کہا کہ اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ تو ہم سے اونچے درجے والے کے سوا کسی اور کی صحبت اختیار نہ کرے گا اور وہ خواہ ہم سے بلند مرتبہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو پھر بھی تو اس کی صحبت میں نہ جا۔ کیونکہ تو پہلے میری صحبت میں رہ چکا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ میرے دل سے جدائی کا

خیال زائل ہو گیا ہے۔

میں نے ابو حاتم الصوفی سے سنا کہ ابو نصر السراج سے سنا کہ الدقی فرماتے ہیں کہ میں نے کتانی کو فرماتے سنا کہ ایک شخص میری صحبت میں رہا اور اس کی صحبت میرے لیے ناگواری کا باعث تھی میں نے اسے کوئی چیز تحفہ کے طور پر دی تا کہ جو بوجھ میرے دل پر ہے زائل ہو جائے مگر بوجھ بدستور رہا۔ اس پر میں اسے اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھو اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ میں نے کہا کہ تم کو کرنا پڑے گا اور میں نے عہد کر لیا کہ جب تک جو بوجھ میرے دل پر ہے رفع نہیں ہو گا وہ اپنا پاؤں میرے رخسار سے نہیں اٹھائے گا۔ جب بوجھ زائل ہو گیا تو میں نے اس سے کہا کہ اب اپنا پاؤں اٹھا لو۔

حکایت کہا جاتا ہے کہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے' آپ دن کو کام کرتے اور جو کچھ کماتے اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتے۔ رات ہوتی تو ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے سب روزہ رکھا کرتے تھے' ابراہیم اپنے کام سے دیر میں آیا کرتے۔ ایک رات ساتھیوں نے کہا آؤ ہم اپنی افطاری اس کے بغیر ہی کھا لیں تا کہ آئندہ سے وہ جلدی واپس آیا کرے لہٰذا وہ روزہ افطار کر کے سو گئے۔ جب ابراہیم واپس آئے تو انہیں سویا ہوا پایا' کہنے لگے کہ شاید ان مسکینوں کو کھانا نہیں ملا۔ گھر میں آٹا تھا ابراہیم نے اسے لے کر گوندھا اور آگ جلائی اور کوئلے جلائے۔ اس پر وہ جاگ اٹھے دیکھا کہ ابراہیم چولھا پھونک رہے ہیں اور آپ کا رخسار زمین سے لگ رہا تھا۔ انہوں نے جب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ تمہیں افطاری کے لیے کوئی چیز نہیں ملی اس لیے تم سو گئے ہو اور خیال کیا جب انگارے روشن ہو جائیں تو تم لوگوں کو بیدار کروں۔ اس پر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے ذرا غور کرو کہ ہم نے ان سے کیا برتاؤ کیا اور یہ ہم سے کیا برتاؤ کر رہے ہیں۔

صحبت کی اقسام صحبت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اپنے سے اونچے درجے والے کی صحبت' درحقیقت یہ خدمت گزاری ہوتی ہے (۲) اپنے سے کم درجے والے کی صحبت' اس صحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ متبوع (بڑے رتبے والا) اپنے ساتھی کے ساتھ شفقت اور رحمت کے ساتھ پیش آئے اور تابع کو چاہیئے کہ وہ بڑے کی موافقت کرے اور اس کا احترام کرے (۳) ہم پلہ اور ایک جیسے رتبہ کے لوگوں کی صحبت' اس کی بنا ایثار اور

فتوت پر ہوتی ہے۔

لہٰذا جو شخص اپنے رتبہ سے بڑے رتبے والے شیخ کی صحبت میں رہے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ ان پر کسی بات میں اعتراض نہ کرے اور جو بات ان سے ظاہر ہو اس کی اچھی توجیہہ نکالے اور ان کے احوال پر ایمان رکھتے ہوئے انہیں قبول کرے۔

میں نے منصور بن خلف مغربی کو دیکھا جب کسی نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ کتنے سال ابو عثمان مغربی کی صحبت میں رہے؟ آپ نے ناراضگی سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو ان کی صحبت میں نہیں رہا بلکہ ایک مدت تک ان کا خادم رہا ہوں۔

اور جب تم سے کوئی کم درجے والا تمہاری صحبت میں رہے تو اس کی صحبت کے لحاظ سے تمہاری طرف سے خیانت ہوگی اگر تم اس کی کسی حالت میں کسی قسم کی کمی پر اس کو تنبیہ نہ کرو۔

ابو الخیر تنیاتی نے جعفر بن محمد بن نصیر کو لکھا کہ فقراء کی جہالت کا بار تم پر ہے کیونکہ تم نے ان کو ادب سکھانے کی بجائے اپنے نفسوں کی طرف توجہ دی جس کی وجہ سے وہ غافل رہ گئے اور جب کوئی تمہارا ہم مرتبہ انسان تمہاری صحبت میں رہے تو تمہارے لیے صحیح راہ یہ ہے کہ تم اس کے عیوب سے آنکھیں بند کر لو اور جو کام اس سے سرزد ہوں جہاں تک ممکن ہو ان کی تم اچھی تاویل کرو اور اگر تمہیں کوئی تاویل نہ ملے تو تم اپنے نفس کی طرف نگاہ کرو' اسی کو تہمت دو اور اسی کو ملامت کرو۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا۔ جب وہ جدا ہونے لگا تو کہا اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو تو مجھے تنبیہ کر دیجیے۔ ابراہیم بن ادھم نے فرمایا میں نے تو تم میں کوئی عیب نہیں دیکھا کیونکہ میں نے تمہیں دوستی کی نگاہ سے دیکھا اور میں نے تمہاری جو چیز دیکھی اسے اچھا جانا لہٰذا اپنے عیب کے متعلق کسی اور سے پوچھو۔

اسی معنی میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے۔

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة . ولکن عین السخط تبدی المساویا

"دوستی کی نگاہیں (تمہارے) ہر عیب سے بند ہوتی ہیں مگر دشمنی کی نگاہ برائیوں کو

ظاہر کرتی ہے۔"

تین شرطیں کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آتا تو آپ اسے تین شرطیں پیش کرتے (۱) خدمت وہی کریں گے (۲) اذان وہی دیں گے (۳) وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھی ہیں ان میں ان کا اسی قدر دخل ہو گا جس قدر کسی اور کا۔ ایک دن ان کے ایک ساتھی نے کہا' میں ان شرائط پر پابند نہیں رہ سکتا تو فرمایا تمہارا سچ کہنا مجھے بہت پسند آیا ہے۔

حکایت ابو ربیع اعرج کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گیا وہاں مجھے سخت پیاس لگی۔ شیخ کے گھر میں پانی کا ایک پرانا مٹکا رکھا تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ میں مٹکے سے پانی لینے گیا تو دیکھا کہ گرم تھا اور پینے سے وحشت ہوتی تھی۔ میں نے کہا کاش آپ پانی کے لیے ایک کورا مٹکا رکھ چھوڑتے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ عادت ہو جائے کہ پانی ٹھنڈا ہی پینا ہے اور کھانا عمدہ ہی کھانا ہے اور لباس نرم ہی پہننا ہے' تب آخرت کے لیے تم نے کیا باقی چھوڑا؟۔

میں نے عرض کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے' فرمایا دنیا سے ایسے روزہ رکھ لے جسے موت ہی کھولے اور دنیا داروں سے اس طرح بھاگ جس طرح درندوں سے بھاگا جاتا ہے اور اہل تقویٰ کی صحبت اختیار کر' پھر تو دیکھ لے گا کہ وہ کتنے کم خرچ ہوتے ہیں اور بھائی کی کیسی اچھی مدد کرتے ہیں۔ نیز جماعت کو کبھی ترک نہ کر' پھر تو دیکھ لے گا کہ وہ کتنے کم خرچ ہوتے ہیں اور بھائی کی کیسی اچھی مدد کرتے ہیں۔ نیز جماعت کو کبھی ترک نہ کر' بس عمل کے لیے یہی کافی ہے۔

حکایت ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دہریہ سے آمنا سامنا ہوا' دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے آخر کار دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں سے گزریں جو نہ جلے وہ حق پر ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں آگ کے ضرر سے محفوظ رہے۔ حضرت مالک سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ جب دہریہ جھوٹا تھا تو کیوں نہ جل گیا۔ غیب سے انہیں الہام ہوا کہ وہ تمہاری صحبت کی برکت سے بچ گیا کیونکہ آگ اللہ کے دوستوں پر حرام ہے۔

بدی کے اثرات سے بچو

شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ بدی کے اثرات سے انسان کو محفوظ رہنا چاہیئے کیونکہ برائی کا اثر انسان پر دیر تک جاری رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ راستہ بھول جانے کی وجہ سے مسلسل پندرہ یوم تک جنگلوں میں بھٹکتا پھرا۔ اس کے بعد مجھے راستہ مل گیا اور ایک فوجی نے مجھے ایسا شربت پلایا کہ جس کی ظلمت و تاریکی کا اثر آج تک مجھے اپنے قلب میں محسوس ہوتا ہے حالانکہ اس واقعہ کو تیس سال بیت چکے ہیں۔

حضرت ابو سعید کا قول

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ گرمیوں کی سخت دوپہر تھی ہم لوگ قیلولہ کر رہے تھے کہ شیخ شبوئی چلچلاتی دھوپ میں باہر نکلے، پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا کہ میں خانقاہ جا رہا ہوں۔ سنا ہے قیلولہ کے وقت درویشوں کے ساتھ بیٹھنے والے کو ایک دن میں ایک سو بیس رحمتیں ملتی ہیں۔

حکایت

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جن دنوں مرو میں تھے، وہاں ایک ضعیفہ سیاری نامی رہتی تھی ایک دن ہمارے پاس آئی اور بولی "بابا سعید! تم ظلم کر رہے ہو" ہم نے دریافت کیا کس طرح؟ بولی، لوگ دعا کرتے ہیں کہ آپ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ کریں۔ ہم نے کہا، بی بی! تیس سال گزر گئے یہ کہتے ہوئے کہ صرف ایک لمحے کے لیے دیدار کرا دے لیکن ابھی تک یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔

ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو ہمیشہ نیکوں اور پرہیز گاروں کی صحبت میں بیٹھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ جس شخص سے قیامت کے روز کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی صحبت میں بیٹھنا فضول ہے۔ رہی دنیا تو یہ محض ایک خوب صورت دھوکا ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں اور دین داروں کو بھی فریب و مکر سے اپنا تابع بنا لیتی ہے۔

حکایت

ایک نوجوان پر آپ کی مجلس وعظ میں ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے توبہ کر کے گھر پہنچ کر تمام سامان خیرات کر دیا اور ایک ہزار دینار آپ کو نذر کرنے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں لوگوں نے کہا کہ تم دین دار کو دنیا میں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر اس نوجوان نے تمام دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میری صحبت کے اس لیے اہل نہیں ہو کہ تم نے ایک ایک کر کے جو ایک ہزار مرتبہ دینار دریا میں پھینکے وہ کام تو ایک مرتبہ میں بھی ہو سکتا تھا۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک صحرا میں گزر ہوا' دیکھا کہ چند اولیائے خدا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں۔ یہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم بن ادھم کو از راہ باطن منکشف ہوا کہ جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور باد مخالف کے سخت جھونکے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے اور اہل جہاز بصد عجز و نیاز گریہ و زاری کرتے ہیں۔ یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہ ترحم ان کا جی بھر آیا اور از راہ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح و سلامت طوفان سے نکال دیا۔ وہ تمام اولیاء و بزرگ بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے کس نے کی؟ سب نے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم بولے کے صاحبو! مجھ کو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ میں نے یہ کام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سنو صاحب! سرکار کو تو خود اس جہاز کا بچانا منظور تھا اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا' تم نے دخل دے کر مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا۔ ہماری تمہاری صحبت راس نہ آئے گی۔ یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے۔

انسان چلے وہ چال جو ہو جہاں پسند
مہماں سے ہو وہ کام جو ہو میزباں پسند

حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی دور میں فنون سپہ گری اور جوانی میں شہ زور یکتائے روزگار اور دور دور تک مشہور تھے۔ ایک روز ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پہلوان جنید سے لڑنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تم ان سے کیا مقابلہ کر سکتے ہو' ہمارا پہلوان بہت ہی زبردست طاقتور آدمی ہے۔ تم دبلے پتلے آدمی ہو' تمہیں ان سے کیا نسبت۔ مگر وہ شخص نہ مانا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر الامر بادشاہ کے حکم سے کشتی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ جس وقت یہ دونوں پہلوان اکھاڑے میں اترے اور حضرت جنید نے اپنے مقابل کی گرفت کی تو اس شخص نے چپکے سے حضرت جنید کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں' محتاج ہوں' آپ کو اختیار ہے کشتی شروع ہو گئی۔ حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے' شور و غل برپا ہو گیا' بادشاہ نے دوبارہ' سہ بارہ کشتی کرائی' دونوں مرتبہ حضرت جنید پچھڑ گئے۔ بادشاہ نے

اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا اور حضرت جنید کو بلا کر پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ حضرت جنید نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ آپ نے سید کی عزت کے مقابلے میں اپنی ذلت گوارا کی۔ درحقیقت آپ بڑے پہلوان ہیں' بہادر ہیں۔ اسی شب حضور سرور عالم ﷺ نے خواب میں حضرت جنید سے فرمایا:

"شاباش جنید! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے" اگلے روز صبح ہی آپ نے شاہی ملازمت ترک کر کے فقراء کی جستجو شروع کر دی آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے بیعت ہوئے اور بلند مرتبہ پر پہنچے۔

ایک شخص کی دعا

ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور یہ دعا اس کے لب پر تھی اے اللہ! میرے بھائیوں کی اصلاح فرما۔ لوگوں نے کہا اس بلند مقام پر اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے بھائی ہیں جن کے پاس میں لوٹ کر جاؤں گا۔ اگر درست ہوئے تو میں بھی ان کی صحبت میں درست ہو جاؤں گا۔ اگر وہ خراب ہوئے تو میں بھی لامحالہ خراب ہو جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری بہبودی میرے بھائیوں کی بہبودی پر موقوف ہے تو میں کیوں نہ ان کے لیے دعا کروں تاکہ میرا مقصود بھی ان کی وجہ سے حاصل ہو جائے۔ ان سب امور کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ نفس کو تسکین دوستوں میں حاصل ہوتی ہے۔

حکایت

ایک استاد کے کچھ شاگرد تھے اور ان میں سے ایک کی طرف بمقابلہ دوسروں کے زیادہ توجہ دیتے تھے لوگوں نے اس بارے میں ان سے ذکر کیا۔ فرمایا میں ابھی واضح کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے ہر شاگرد کو ایک ایک پرندہ دیا اور ہر ایک کو کہا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔ اس طرح اس شاگرد کو بھی ایک پرندہ دیا۔ سب ذبح کے لیے روانہ ہو گئے اور ہر ایک جب واپس آیا تو اس کے پاس ذبح کیا ہوا پرندہ تھا۔ مگر جب یہ شاگرد آیا تو اس کے پاس وہی پرندہ زندہ موجود تھا۔ استاد نے پوچھا کہ تو نے اسے ذبح کیوں نہیں کیا؟ شاگرد نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے ایسی جگہ پر ذبح کروں جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو مگر مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی۔ یہ جواب سن کر استاد نے فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ میں اس کی طرف اپنی خاص توجہ کرتا تھا۔

باب: ۱۲

خلوت

خلوت کا مطلب دنیا سے تنہائی ہے۔ اللہ سے دوستی کے لیے زندگی کے کچھ حصہ میں تنہائی ضروری ہے۔ خلوت کا مقصد اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کر کے اللہ کی یاد اور تصور میں دن رات مگن رہنا ہے۔ جب تک کوئی طالب اللہ کے تصور اور سوچ میں اپنے آپ کو ہمہ تن گوش نہیں کرتا اسے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے مشاہدہ حق ہوتا ہے اس لیے اولیاء کے لیے یہ بات لازم ٹھہری کہ وہ زندگی کے کسی حصے میں گوشہ نشین رہیں تاکہ حال قائم ہو سکے۔

خلوت کا اصل مقصد اپنے دل سے دنیا کی محبت کو نکالنا ہے کیونکہ جو اسرار و رموز اللہ تعالیٰ تنہائی میں عنایت فرماتا ہے وہ دنیا کے میل جول میں نہیں ملتے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء کو لازماً خلوت کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ خلوت ترک دنیا یا رہبانیت نہیں' کیونکہ خلوت میں جب کھانا پینا سونا نہیں چھوٹتا تو پھر دنیا تو نہ چھوٹی' صرف دنیوی ضروریات کو محدود کر کے اللہ کی یاد میں رہنا تو ترک دنیا یا رہبانیت نہیں۔ اللہ کے پیغمبر اور ولی اسی دنیا میں آئے اسی دنیا میں رہے البتہ رب تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لیے وہ کچھ عرصہ تنہا رہے۔ جب انسان ظاہراً تنہائی اختیار کرتا ہے تو نتیجتاً اس میں ذہنی تنہائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذہنی تنہائی میں انسان کو کائنات پر غور و فکر کا موقع ملتا ہے' اس کے علاوہ اس کی سوچ میں ذات الٰہی کا فکر راسخ ہوتا جاتا ہے۔ یہی بات اس پر معرفت کی راہیں کھولتی ہے' تقاضائے محبت اور دستور عشق ہے کہ محبوب کا جلوہ خلوت میں ہو اور اس سے راز و نیاز ہو لیکن اس خلوت میں جلوہ گاہ تک پہنچنے کی منزل بڑی کٹھن ہے اس لیے عقل مصلحت انگیز ہو کر کہتی ہے کہ راہ محبت چھوڑ دے کیونکہ اس میں دکھ ہی دکھ ہے لہٰذا خلوت کو ترک کر جا' سر بازار آ اور دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز

ہو۔ چند دن کا میلہ ہے۔ جام عشرت نوش کر، تخت شاہانہ پا اور خوشی سے پھول جا۔ لیکن عشق کہتا ہے کہ نہیں یہ مقصد حیات تو نہیں کہ نفس کا غلام بن کر اپنے خالق حقیقی کے احسانوں کو بھولا رہے کیونکہ راہ محبت تو یہی ہے کہ یار کا کوچہ ہو، سوز جگر کی نیاز مندی ہو۔ خلوت میں محبوب سے آشنائی اور راز و نیاز ہو۔ چنانچہ عشق نے کہا کہ اے بندے! دنیا چھوڑ دے۔ جنگل کی راہ لے، اہل خانہ کو خیرباد کہہ دے۔ لیکن پابندی شریعت نے تقاضا کیا کہ نہیں اے حضرت انسان! دنیا نہ چھوڑ کیونکہ یہ تیرے لیے بنائی گئی ہے اور تجھ ہی سے آباد ہے اس لیے آ، میں تجھے خالق کائنات سے ملاقات کا راستہ بتاتی ہوں، تجھے اس گوشہ میں لاتی ہوں جہاں صرف اللہ اور بندہ ہو گا۔ جہاں وصل ہے فراق نہیں، جہاں دیدار ہے ہجر نہیں، جہاں آقا اور غلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ جہاں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں، جہاں یاد محبوب کے سوا کچھ بھی نہیں۔

گوشہ نشینی دو طرح کی ہے ایک شرعی اور دوسری اختیاری۔

شرعی گوشہ نشینی

شرعی گوشہ نشینی رمضان المبارک میں اعتکاف ہے، جہاں اے مرد مومن! چند روز دنیاوی دھندوں کو خیرباد کہہ کر خلوت میں آجا اور اللہ کے حضور سربسجود ہو جا۔ یہاں صرف تو اور تیرا مالک ہے۔ اس سے راز و نیاز کی بات کر۔ حق بندگی ادا کر اور اس وعدہ کو پورا کر جو تیری روح نے روز ازل سے اپنے خالق سے کیا تھا کہ میں تیری بندگی پر قائم رہوں گا کیونکہ خلوت نشینی میں حفاظت نفس ہے، خلوص ہے، یاد ہے، روحانیت کی ابتدا و انتہا ہے، وصل ہے، دیدار ہے مشاہدہ ہے، گویا ہر وہ چیز ہے جو تو اللہ سے حاصل کرنا چاہے اور خاص کر انسان کی روح کی غذا ہے، لذت آشنائی ہے جو صرف اعتکاف میں ملتی ہے۔ اس کا جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ ہوتا ہے:

﴿ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَّاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ

السُّجُوْدِ ﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۵)

"اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔"

ایک اور مقام پر گوشہ نشینی کا ادب بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ:

﴿ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷)

"اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔"

اختیاری گوشہ نشینی

خلوت کی دوسری صورت اختیاری گوشہ نشینی ہے۔ جس کا جواز قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتا ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (پ ۵، النساء: ۶۶ تا ۶۷)

"اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا، اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔"

صوفیاء کرام نے اس آیت میں اپنے آپ کو قتل کرنے سے تزکیہ نفس مراد لیا ہے

اور اپنے گھروں سے نکلنے کو خلوت کے مترادف خیال کیا ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا از راہ آزمائش میں پورے اترتے کیونکہ اللہ کے بندے ہی ان منازل سے گزر سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴾ (پ ۱۶، مریم ۱۱)

"تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔"

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرے میں خلوت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی خوش خبری دی تو وہ اس خوشی میں اس خلوت کدے سے اٹھ کر باہر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں یادالٰہی کی تاکید فرمائی۔

اس کو مزید اللہ تعالیٰ نے یوں واضح فرمایا ہے کہ:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

"کیا وہ جسے فرمان برداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانیوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

رات کے وقت دنیا سے علیحدہ ہو کر قیام و سجود میں اللہ کی عبادت کرنے سے مراد خلوت ہے لہٰذا ان آیات سے معلوم ہوا کہ کثرت عبادت کے لیے اللہ کے بندوں نے اختیاری گوشہ نشینی کو اختیار فرمایا۔

کہا جاتا ہے کہ عزلت اور گوشہ نشینی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عزلت، فرض اور (۲) عزلت فضیلت۔ عزلت فرض تو یہ ہے کہ اہل شر اور شر سے بچا جائے اور عزلت فضیلت یہ ہے کہ فضول باتوں اور فضول لوگوں سے الگ تھلگ رہا جائے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ

خلوت، عزلت سے مختلف ہے کہ خلوت غیروں سے ہوتی ہے اور عزلت اپنے نفس سے ہے یعنی نفس کی خواہشات اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں سے الگ ہونے کا نام عزلت ہے۔ اس اعتبار سے خلوت تو عام ہے لیکن عزلت قلیل الوجود یعنی کمیاب ہے۔

چلہ کشی

چالیس روزہ خلوت کو چلہ کشی کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اس چہل روزہ خلوت نشینی یعنی چلہ سے صوفیاء کا کوئی خاص ایسا مقصد نہیں ہے جس کو بعد میں پورا نہ کیا جا سکے (اور ایک وقت معین ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے) بلکہ اس کی تخصیص کا باعث یہ ہے کہ چونکہ لوگ (مریدین) وقت کی پابندی نہیں کرتے (پابندی وقت کے عادی نہیں ہوتے) اس لیے چلہ کشی کے ذریعے ان کو پابندیٔ وقت کا عادی بنایا جاتا ہے تاکہ اس طرح وہ ہمیشہ پابندیٔ وقت کے ساتھ انجام دے سکیں اور جس طرح ان چالیس دن میں وہ اپنے اوقات بسر کرتے ہیں اس طرح ہمیشہ اپنا وقت گزاریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی اس اربعین (چلہ) کی تخصیص پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو (دس راتوں کا اضافہ کر کے) چالیس مکمل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۲)

"اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے، جب وہ مصر میں تھے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور ان کے چنگل سے بنی اسرائیل کو نجات مل جائے گی تو وہ ان کے لیے خداوند تعالیٰ کے پاس سے کتاب لائیں گے جس میں حلال و حرام اور دوسرے احکام و قوانین کا ذکر ہو گا۔ چنانچہ جب فرعون کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وہ کتاب مانگی (احکام شریعت) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ

وہ تیس روزے رکھیں (یہ ذیقعدہ کا مہینہ تھا) جب یہ تیس دن ختم ہو گئے یعنی تیس راتیں پوری ہو گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس ہوئی، تو انہوں نے خرنوب کی لکڑی سے منہ میں مسواک کی۔ اس وقت ملائکہ نے ان سے کہا کہ تمہارے منہ سے تو ہم مشک کی خوشبو سونگتے تھے (مشک کی خوشبو آتی تھی) آپ نے مسواک کر کے اس خوشبو کو ختم کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ماہ ذی الحجہ کے مزید دس روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے موسیٰ کیا تم کو نہیں معلوم کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روزہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ دن میں کھانا پینا چھوڑ دیں اور رات کو کھائیں پئیں بلکہ چالیسوں دن بغیر کھائے ان کو گزارنا پڑتے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ معدہ کا کھانے سے خالی ہونا اس سلسلہ میں اصل بنیاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لائق اس وقت ہوئے (جب کہ ان کا معدہ غذا سے بالکل خالی تھا)

پس خدا رسیدہ بندوں کو روحانی علوم یا علوم لدنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مکالمہ ہے۔ پس جو شخص خالی معدہ کے ساتھ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر علوم لدنی کے دروازے کھول دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں چالیس دن کا تعین نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اور اس میں چالیس دن کی قید لگائی یعنی چالیس دن کی مدت مقرر کی اس میں ایک حکمت تھی جس کی حقیقت سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے دوسرا کوئی واقف نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حکمت سے آگاہ کرنا چاہا یا اس کے کچھ اور مخصوص بندے ہیں (انبیاء کے سوا) جن کو اللہ تعالیٰ نے اس حکمت سے واقفیت عطا فرما دی ہے اس راز میں بھی ایک حکمت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

میرے خیال میں چالیس دن کی قید میں راز یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کرنا چاہا (اسے منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرے) تو اس مٹی کو خمیر کرنے کی مدت بھی چالیس دن مقرر کی گئی تھی جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ ﴿خَمَّرَ طِينَةَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ

اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا﴾ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی مٹی کو چالیس دن تک خمیر کیا۔"

چونکہ آدم علیہ السلام دونوں جہاں کی آبادی کے معمار (اول) تھے اور خداوند تعالیٰ کی یہ مشیت تھی کہ ان سے دنیا کی آبادی اور تعمیر بھی ہو اور جنت کو آباد کیا جائے اس لیے ان کو مٹی سے اس ترکیب کے ساتھ پیدا کیا جو عالم حکمت و شہادت اور اس دار دنیا کے مناسب تھی، اگر اس میں سفلی اجزاء کی آمیزش نہ ہوتی تو قانونِ حکمت کے مطابق دنیا کی آبادی اس سے ممکن نہ ہوتی اس لیے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور چالیس دن تک اس طینت و سرشت کو خمیر کیا تاکہ اس چالیس دن کی تخمیر (خمیر اٹھانے) سے ذات الٰہی اور ان کے درمیان چالیس حجاب حائل ہو جائیں۔ درگاہ الٰہی اور مقامات قرب سے وہ ٹھٹک کر رہ جائیں۔ اگر یہ حجابات ان کے مانع نہ ہوتے تو یہ دنیا معمور نہ ہوتی۔ پس عالم حکمت یعنی دنیا کی آبادنی اور زمین پر خلیفۃ اللہ کے منصب پر فائز ہونے کے لیے مقام قرب سے انہیں دور رکھا گیا۔

پس بنی آدم ہر روز متوجہ الی اللہ ہو کر اور حصول معاش (کی فکر) سے منہ موڑ کر ایک حجاب کو دور کرتا ہے پس جیسے جیسے یہ حجابات اٹھتے جائیں گے اسی قدر بندہ بارگاہ احدیت کے قرب میں پہنچتا جائے گا۔ (کہ وہی تمام علوم کا مرکز اور سرچشمہ ہے) اس طرح روزانہ طاعت اور حصول معاش سے آزاد رہ کر جب صوفی کے چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں تو وہ تمام چالیس حجابات اٹھ جاتے ہیں اور پھر اس پر علوم و معارف کی بارش ہونے لگتی ہے اور پھر یہ علوم و معارف عظمت الٰہی کے نورانی پرتو سے انوار و تجلیات الٰہی بن جاتے ہیں۔ حدیث نفس کے اعیان (نفس کا کلام) علوم الٰہیہ میں تبدیل ہو جائیں گے اور عظمت الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر نفس اور اس کا کلام نہ ہوتا تو علوم الٰہی کا ظہور نہ ہوتا (علوم الٰہیہ کا ظہور اسی حدیث نفس اور نفس کے باعث ظہور میں آیا ہے) کہ حدیث نفس انوار الٰہیہ کو قبول کرنے کے لیے ظرف وجودی ہے جب کہ قلب میں بالذات قبول علم کے لیے کوئی شے موجود نہیں ہے۔

سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے پھوٹ کر اس کی زبان سے جاری ہوں گے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قلب کا ایک رخ اس کی روح کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ اس کی توجہ علم غیب کی طرف ہے۔ اس سے ظاہر ہے

کہ جو علوم نفس میں پیدا کیے گئے ہیں قلب ان سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے اور زبان کے حوالے کر دیتا ہے جو قلب کی ترجمان ہے اس طرح علوم کا ظہور قلب سے بالواسطہ ہوتا ہے کہ علوم اس میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ پس قلب اور روح کو قرب الٰہی سے وہ مراتب میسر آ جاتے ہیں جو الہام کے مرتبہ اور منزل سے بھی (نور و مرتبت میں) افزوں ہیں۔ پس اس طرح بندہ اللہ کی طرف رجوع ہو کر اور دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اپنی ہستی کی مسافت (بعیدہ) کو طے کرتا ہے اور اپنے نفس کی معاونت سے علوم کے جوہر نکال لاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''لوگ سونے اور چاندی کے کانوں (معاون) کی طرح ہیں جو لوگ عہد جاہلیت میں بہترین ہیں وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ وہ صاحب فہم ہوں۔''

پس ایک طبقہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے عمال میں خلوص پیدا کر کے ان ارضی اور خاکی طبقات کو دور کرتا ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والے ہیں یہاں تک کہ چلہ کے چالیس دن پورے ہونے پر روزانہ ایک طبقہ یا حجاب دور ہونے کے حساب سے حجاب کے چالیسوں طبقات دور ہو جاتے ہیں اور جب اس چلہ کے بعد اس طالب حق کی پیاس دنیا سے کم ہو جائے اور وہ اس پر فریب دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس عالم کی طرف متوجہ ہو جائے، جو غیر فانی ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس پر چلہ کا صحیح اثر مرتب ہوا اور اس کی بندگی اور اخلاص میں صحت ہے (یعنی چلہ کا صحیح اثر اور چلہ کشی کرنے والے کی بندگی اور اخلاص کی سمت کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کہ چلہ کشی کرنے والا دنیا سے دلچسپی رکھنا کم کر دے اور وہ ترک دنیا پر عمل پیرا ہو جائے) کیونکہ یہ زہد و تقویٰ حکمت کے ظہور کے لیے ایک ضروری چیز ہے اور اگر اس نے دنیا سے قطع تعلق نہیں کیا تو اس کے لیے حکمت کا حصول ممکن نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص چلہ کشی کے بعد بھی حکمت کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا نہیں کیا (جو چلہ کشی میں اس پر عائد ہوئے تھے) اور وہ اس خلوت میں بھی خدا کے ساتھ اخلاص سے متوجہ نہیں ہوا اور جس شخص میں اخلاص نہیں وہ خداوند تبارک و تعالیٰ کی صحیح بندگی و عبادت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص (بندگی) کا بھی اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ہمیں علم کا حکم دیا ہے۔ (عوارف المعارف)

احادیث خلوت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی' غنی اور پوشیدہ رہنے والے بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا شخص افضل ہے' آپ نے فرمایا اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا' پوچھا پھر کون؟ فرمایا وہ شخص جو الگ ہو کر کسی گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ وہ انہیں لے کر پہاڑ کی چوٹیوں یا بارش کے میدانوں میں چلا جائے گا تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھ سکے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام نے پوچھا اور آپ نے بھی؟ فرمایا ہاں! میں نے اہل مکہ کی بکریاں چند قیراطوں کے بدلے چرائی ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے اس آدمی کی زندگی اچھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے جب کبھی لڑائی کی آواز سنتا ہے تو اس پر تیزی کے ساتھ پہنچتا ہے جو پہاڑوں کی ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا کسی وادی میں بکریاں لیے ہوئے ہوتا ہے۔ نماز ادا کرتا اور زکوۃ دیتا ہے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ یہ آدمی لوگوں میں بھلائی کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ (یعنی ایک بار تکلیف اٹھانے کے بعد دوبارہ اسے کبھی نہیں کرتا)۔ (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جہنم کے دروازے پر ایسے لوگ ہوں گے جو دوسروں کو جہنم کی طرف بلائیں گے جو ان کی بات کا جواب دے گا وہ انہیں جہنم میں دھکیل دیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے کچھ اوصاف بتلائیے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہماری طرح ہوں گے، ہماری زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہو اور ان کے امام کی اتباع کرو اور اگر اس وقت کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو ان تمام فرقوں کی علیحدگی اختیار کر لو اور ایک درخت کی جڑ پکڑ کر بیٹھ جاؤ حتی کہ تمہیں موت آ جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ ایسے فتنے ہوں گے کہ ان کے دروازوں پر ان فتنوں کی طرف بلانے والے بھی موجود ہوں گے لہٰذا اس وقت تیرے لیے یہ زیادہ اچھا ہے کہ کسی درخت کی چھال چبا کر تنہائی میں جان دے دے اور ان کی پیروی نہ کر۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سات لوگوں پر اس دن سایہ عاطفت فرمائے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا۔ (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جو بچپن سے عبادت میں مشغول رہا ہو (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور مسجد سے واپسی کے بعد پھر مسجد واپسی کی تمنا اور آرزو کرے (۴) ایسے دو شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہوں اللہ کے لیے ملیں اور اللہ کے لیے جدائی اختیار کریں (۵) ایسا شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس پر رقت طاری ہو جائے (۶) ایسا شخص جسے کوئی حسین و جمیل عورت اپنی طرف بلائے تو کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) جو شخص اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرے اور اس کو اتنا پوشیدہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے۔ (بخاری)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے خصی ہونے کی اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ خصی ہونے یا کرنے والا ہم سے نہیں اور ہمارا خصی ہونا یہ ہے کہ ہم روزے رکھیں، میں نے کہا کہ پھر مجھے سیاحت کی

اجازت دے دیں' تو آپ نے فرمایا کہ ہماری سیاحت اللہ کے راستہ میں جہاد ہے۔ میں نے یہ کہا کہ پھر تو مجھے راہبانہ زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دیں تو آپ نے فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کریں۔ (شرح السنۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء نہیں ہوئی مگر نیند میں سچے خوابوں سے' آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی میں ظاہر ہو جاتا۔ پھر آپ تنہائی کو پسند کرنے لگتے اور غار حرا میں خلوت گزین رہتے' آپ کئی کئی راتیں اس میں عبادت کرتے ہوئے گزار دیا کرتے تھے اور پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے اور کھانے پینے کی چیزیں لے جایا کرتے تھے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور اور اتنی ہی راتوں کے لیے کھانا پینا لے جاتے یہاں تک کہ حق آگیا جب کہ آپ غار حرا میں تھے۔ آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا' پڑھیے! میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑا اور دبایا یہاں تک کہ مجھ اس سے مشقت پہنچی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے! میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس مجھے پکڑ کر دوبارہ دبایا یہاں تک کہ مجھ سے اسے مشقت پہنچی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا' پڑھیے! میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس مجھے پکڑ کر تیسری دفعہ دبایا یہاں تک کہ مجھے سے اسے مشقت پہنچی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ انسان کو سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔" (۹۶:۱ تا ۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر لوٹے اور آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو۔ پس کمبل اڑھا دیا گیا' یہاں تک کہ آپ سے خوف دور ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ بتایا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا خدا کی قسم! ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے' سچی بات کہتے' دوسروں کا بوجھ اٹھاتے محتاجوں کو کما کر دیتے' مہمان نوازی کرتے اور حق کی طرف جانے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے' کہا اے بھائی! ذرا اپنے بھتیجے کی بات تو سنیے' ورقہ نے آپ سے کہا اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ پس ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی

فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش! میں طاقتور ہوتا کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مجھے نکالیں گے؟ کہا ہاں! کوئی ایسا فرد نہیں آیا۔ جو آپ جیسی چیز لے کر آیا ہو مگر اس سے دشمنی رکھی گئی۔ اگر میں نے اس دن کو پایا تو پوری قوت سے آپ کی مدد کروں گا۔ پھر چند روز بعد ورقہ فوت ہو گئے اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی

حضرت زہری بروایت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اولاً آپ کو سوتے میں رویائے صادقہ نظر آنے لگے۔ آپ جو خواب دیکھتے تھے وہ صبح صادق کی طرح صحیح ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ تنہائی کو پسند فرمانے لگے اور غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں مسلسل کئی کئی رات تک قیام فرما رہتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ پھر آپ وہاں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پہلے کی طرح غار حرا میں واپس تشریف لے جاتے۔ یہاں تک غار حرا میں آپ پر حق کا نزول ہوا یعنی ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھیے! آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر فرشتے نے مجھے اپنی گرفت میں لے کر اس زور سے بھینچا کہ میں ہلکا ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں خواندہ نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے پھر مجھے پکڑا اور بھینچا' اسی طرح تیسری بار دبایا اور یہاں تک دبایا کہ میں تھک گیا پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾ (پ ۳۰' العلق)

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔"

اس فرشتے نے ﴿ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴾ تک پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فرشتے کے دفعتاً ظاہر ہو جانے سے) دہشت زدہ حالت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آئے اور فرمایا مجھے کمبل

اوڑھادو' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کمبل اڑھادیا یہاں تک کہ (کچھ دیر بعد) وہ کیفیت جاتی رہی۔ اس وقت آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے اپنی عقل کے بارے میں خوف پیدا ہو گیا ہے اور تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ خداوند تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا (ابد تک) کہ آپ تو صلہ رحمی فرماتے ہیں' سچ بولتے ہیں' دوسروں کا بار اٹھاتے ہیں' تہی دست لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ یتیموں کو کھانا کھلاتے ہیں اور مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ عہد جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی زبان لکھا کرتے تھے چنانچہ وہ انجیل کو عبرانی زبان میں تحریر کیا کرتے تھے' وہ اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے' ان کے پاس پہنچ کر حضرت خدیجہ نے ان سے کہا کہ اے بھائی! ذرا اپنے بھتیجے کی باتیں تو سنیے۔

ورقہ بن نوفل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری روئیداد سنائی۔ انہوں نے پورا ماجرا سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہی وہ ناموس (فرشتہ وحی) ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ بھیجتا تھا۔ کاش میں اس وقت زندہ اور جوان ہوتا جب تمہاری قوم تم کو شہر (مکہ) سے نکال دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ مجھے (مکہ سے) نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں جو کوئی بھی اس قسم کا پیغام لے کر آیا ہے جیسا کہ پیغام تم لائے ہو تو اس کی قوم نے اس کے ساتھ دشمنی کی ہے' اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی منقطع ہو جانے کا ذکر فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ جا رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے سر اوپر اٹھایا تو میں نے اسی فرشتہ کو دیکھا جو غار حرا میں نازل ہوا تھا اس وقت وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں وہاں سے پلٹ کر گھر آیا اور میں نے (حضرت خدیجہ سے) زملونی زملونی کہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی۔

﴿ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾ (پ ۲۹' المدثر' ۱ تا ۳)

"اے بالا پوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔"

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ فترت وحی کے زمانے میں کئی بار میں نے ارادہ کیا کہ میں پہاڑ کی چوٹی سے خود کو نیچے گرا کر ہلاک کر لوں لیکن جب کبھی اس ارادے سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا اور چاہتا کہ خود کو گرا دوں تو حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہو کر کہتے۔

﴿ یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا ﴾ اے محمد ﷺ! آپ در حقیقت اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ سن کر میرے دل کو تسکین ہو جاتی لیکن فترت وحی کا یہ زمانہ جب بہت طویل ہو گیا تو اس قسم کا خیال میرے اندر پھر پیدا ہوا اس وقت بھی حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے اور اسی قسم کے الفاظ پھر کہے!

پس رسول خدا ﷺ کی ابتدائے بعثت کے یہ حالات ہی یہ اصل اور بنیاد ہیں جو مشائخ کبار اپنے مریدوں اور طالبان حقیقت کو خلوت نشینی کے سلسلہ میں تلقین و تعلیم کرتے ہیں (مشائخ کی خلوت نشینی کی تعلیم کی بنیاد یہی حالات و واقعات ہیں) اس لیے جب یہ خلوت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو گی تبھی وہ خلوت نشین ہو کر خلوص کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دل پر وہ باتیں ظاہر فرما دے گا جو خلوت میں ان کی مانوس ہوں (ان باتوں سے ان کے دلوں کو تسکین حاصل ہو) گویا یہ فیضان الٰہی اس بات کا معاوضہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے دنیا (جلوت) کو ترک کیا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خلوت نشینی تو ہمیشہ اور دوامی جاری ہونے والا عمل ہے۔ چلہ پورا کرنے سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی بشارتوں اور اس کے پوشیدہ عطیات کی محض ابتدا ہوتی ہے۔

خلوت صوفیاء

حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے خلوت سے زیادہ اور کوئی چیز اخلاص پیدا کرنے والی

نہیں دیکھی پس جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے گویا اخلاص کے ستون کو پکڑ لیا اور اس طرح صدق و حقیقت کے ایک بڑے رکن کو حاصل کرلیا۔

خلوت کو لازم کرلو

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو جو ہدایت کا طالب تھا' اس طرح نصیحت فرمائی کہ خلوت کو اپنے لیے لازم کرے اور لوگوں سے اپنے نام کو مٹادے۔ اس وقت تک جب کہ تجھے موت آئے دیوار کی طرف اپنا منہ رکھ۔

خلوت صدیقین کی آرزو ہے

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت صدیقین کی آرزو ہے اور جس انسان کا باطن خلوت کی آسودگی اور فراغت کی طرف مائل ہو اور اس کا نفس اس کی طرف راغب ہو تو یہ اس کے کمال استعداد کی ایک کامل اور سب سے بڑی دلیل ہے۔

معرفت اور خلوت

شیخ ابو عمرو الانماطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک عقل مند کے لیے اپنے انجام کی باتوں کا سمجھنا اس وقت تک آسان نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان امور پر مضبوطی سے قائم نہ ہو جو ابتدائے حال میں اس پر واجب ہیں اور ان باطنی مقامات (مراحل) کی اصلاح نہ کرلے جن کی معرفت ضروری ہے جن کے ذریعہ اسے معلوم ہو سکے کہ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے یا تنزل کی۔

پس طالب معرفت کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلوت کے مواقع تلاش کرے تاکہ دوسرے مشغلے اس کی راہ میں حائل ہو کر اس کے اصل مقصد کو تباہ نہ کریں (کہ اس صورت میں وہ جو کچھ چاہتا ہے اس کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔)

اصول خلوت

شیخ ابو تمیم مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص خلوت کو جلوت (صحبت) پر ترجیح دے یعنی خلوت اختیار کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر الٰہی کے علاوہ تمام افکار سے خالی ہو جائے اور اپنے رب کی مراد کے سوا تمام مرادوں کو ترک کر دے اور نفس جو ظاہری اسباب کا خوگر ہے ان سے بالکل خالی ہو (ظاہری اسباب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو) اگر اس کی خلوت نشینی ان اوصاف سے متصف نہیں ہے تو پھر اس کی یہ خلوت اس کو یا تو کسی بلا میں مبتلا کرے گی یا کسی فتنے میں ڈال دے گی۔

اسباب خلوت

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنے نفس کی مخالفت کر کے خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں' اس لیے کہ نفس بالطبع خلوت نشینی سے بچتا ہے اور مخلوق کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے (جلوت) سے اس کی رغبت ہے۔ پس جب اس کو اس کی مانوس جگہ سے ہٹایا جائے اور اطاعت خداوندی کا عادی بنایا جائے تو ایسی ہر تلخی کے بعد قلب کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

دنیا اور آخرت خلوت میں ہے

محمد بن حامد سے روایت ہے کہ ایک شخص شیخ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دنیا اور آخرت کو خلوت اور قلت میں پایا یعنی دنیا اور آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں ہے اور ان دونوں کی برائی کثرت اور اختلاط (جلوت) میں پائی۔

فتنوں سے بچو

شیخ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنے فتنے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہمارے اس زمانہ تک پیدا ہوئے ہیں' وہ سب اختلاط سے پیدا ہوئے ہیں' ان سے وہی محفوظ و مصئون رہ سکتا ہے جو اختلاط سے اعراض کرے۔

خلوت کا فائدہ

خلوت اصل اور بنیاد ہے اور اختلاط ایک عارضی چیز ہے پس اصل کو پکڑنا چاہیئے اور ضرورت کے بقدر میل جول رکھنا چاہیئے اور جب ضرورت کے وقت بعض لوگوں سے اختلاط اور ارتباط پیدا کیا جائے تو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے کہ یہی اصل اور بنیاد ہے اور کلام عارضی ہے اس لیے صرف ضرورت کے وقت بات کی جائے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے حق کو پالیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس سے علیحدگی کی طاقت ہو اس کے لیے گوشہ نشینی درست ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ حلال روزی کھائی جائے اور اللہ کے حقوق ادا کیے بغیر کوئی شخص روزی حلال کھا نہیں سکتا۔

حضرت ابو عبداللہ رملی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ خلوت تمہاری دوست' بھوک تمہارا کھانا

اور مناجات تمہاری گفتگو ہونی چاہیئے (جس کا نتیجہ یہ ہو گا) یا تو مر جائے گا یا اللہ تک پہنچ جائے گا۔

خلوت اور انس کا تعلق

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'غور سے دیکھو آیا تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے یا خلوت میں اللہ کے ساتھ انس ہے' اگر تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے تو جب تو خلوت سے نکل آئے گا' تمہارا انس جاتا رہے گا اور اگر خلوت میں تمہیں اللہ کے ساتھ انس ہو گا تو خواہ صحرا ہو خواہ جنگل تمہارے لیے تمام جگہیں یکساں ہوں گی۔

حضرت سعید بن حرب کا فرمان

حضرت سعید بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں مالک بن مسعود کے پاس گیا وہ اپنے گھر میں اکیلے تھے۔ میں نے عرض کیا کیا تنہائی میں آپ وحشت محسوس نہیں کرتے؟ فرمایا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص اللہ کی صحبت میں وحشت محسوس کر سکتا ہے۔

گوشہ نشینی کیا ہے؟

حضرت منصور بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کسی نے جریری سے گوشہ نشینی کی نسبت سوال کیا' انہوں نے فرمایا گوشہ نشینی یہ ہے کہ تو لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو جائے مگر اپنے باطن کو لوگوں کی مزاحمت سے محفوظ رکھے۔ اپنے نفس کو گناہوں سے علیحدہ رکھے اور تمہارے باطن کا تعلق حق کے ساتھ رہے۔

خلوت اور جلوت کا فرق

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص خلوت میں جا کر مخلوق سے چھپا رہا وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ ہو کر مخلوق سے چھپا رہے۔

دین کی سلامتی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہے اور اپنے بدن اور دل کو راحت دینا چاہے وہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لے کیونکہ یہ وحشت کا زمانہ ہے اور عقل مندی وہی ہے' جو اس زمانہ میں تنہائی اختیار کرے۔

آپ ہی کا قول ہے کہ گوشہ نشینی کی تکالیف برداشت کر لینا لوگوں سے میل جول رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت ابویعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ دنیا سے علیحدگی کی طاقت صرف قوی لوگوں کو ہے اور ہم جیسے لوگوں کے لیے تو لوگوں سے مل جل کر رہنا مفید ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر لوگوں سے میل جول رکھنے میں بھلائی ہے تو خلوت میں شر سے سلامتی ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگو! افلاس سے بچو' کسی نے پوچھا افلاس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ افلاس کی علامت یہ ہے کہ لوگوں سے انس محسوس ہو۔

توریت کے جملے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ جملے توریت کے یاد ہیں' آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا' لوگوں سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا' شہوتوں کو ترک کیا اور آزاد ہوا' حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا' تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمہارا دل و دین خوب محفوظ رہے گا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اس لیے کہ جس قدر آشنا زیادہ ہوں گے اسی قدر حقوق زیادہ ہوں گے اور سب کا ادا کرنا دشوار پڑے گا۔

حضرت فضیل کا فرمان

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محب ہونے کے لیے کافی ہے اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو' اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنالے اور لوگوں کو ایک طرف کر۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔

حضرت مالک بن دینار کا قول

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو مخلوق کی ہم کلامی کے عوض میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے انس حاصل نہ ہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے' اس نے اپنی عمر مفت کھوئی۔

حضرت عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خوش حال ان لوگوں کا جنہوں نے دنیا میں بھی عیش کیا اور آخرت میں اس کے پڑوس میں رہیں گے۔

خلوت سے کیا مراد ہے؟ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی کیا غرض ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی بسر کریں اور شیرینی معرفت کی چکھیں۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس کو پہچانتے ہو اس سے اجنبی بنو اور جس کو نہیں پہنچانتے اس سے آشنائی مت کرو۔

خلوت اختیار کرنے کی وجہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے عزلت اختیار کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دین چھن جائے اور مجھے خبر نہ ہو۔

خلوت کی اہمیت ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت دس چیزوں میں ہے ان میں سے نو تو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ چنانچہ میں نے خاموشی کو اختیار کیا اور اس کی عادت ڈالی مگر اس پر قائم نہ رہ سکا تو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کر لی' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باقی نو صفات بھی مجھے حاصل ہو گئیں۔

حضرت سید علی ہجویری کا قول حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گوشہ نشینی سے بچو کیونکہ یہ شیطان کی ہم نشینی ہے۔

فرمان سید عبدالقادر جیلانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اے بندے! اپنے خالق سے کامل ربط و عشق کے لیے تو مخلوقات سے قطع تعلق اختیار کر اور اپنے معبود حقیقی کو اپنی حاجات و ضروریات کا مرجع قرار دے' تیرے لیے تیرے پروردگار کا ارادہ اور اطاعت ہی باقی رہ جائے اور اس کے علاوہ دیگر اسباب شرک سے اجتناب کر ایسی حالت میں تیرا دل نور سے معمور ہو جائے گا اور اس میں غیراللہ کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے گی۔

حضرت بہاء الدین نقشبندی کا قول حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت

صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول ہے کہ عزلت (گوشہ نشینی) مخلوق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں اس کا کمال یہ ہے کہ خلق کو دیکھنے سے چھٹکارا ہو جائے۔

حضرت مجدد کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ خلوت اختیار کرنے میں مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھو تا کہ ان کی حق تلفی نہ ہو اور خود خدمت خلق سے محروم نہ رہ جاؤ۔

آپ نے خلوت کی تعریف یوں کی ہے کہ خلوت بے فائدہ کاموں سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تنہائی اختیار کرنے کا نام ہے۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خلوت میں شیطانی حملوں سے بچنا بہت بڑی شجاعت ہے۔

دولت مندوں کی صحبت نقصان دہ ہے

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے فرمایا ہے کہ دولت مندوں کی صحبت نقصان دہ ہے جب کہ تنہائی یاد الٰہی کے لیے بہت ہی سود مند ہے۔

ضرورت درویش

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ درویش کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے علیحدہ رہے کیونکہ قرب الٰہی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

حضرت بابا فرید کا قول

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خلوت میں یاد الٰہی سے دل زندہ ہوتا ہے جب کہ دنیا میں کثرت سے مشغولیت کے باعث دل مردہ ہو جاتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی معرفت خلوت کے ذریعے جلدی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو طالب ہمیشہ خلوت پسند ہوتا ہے وہ مقصد کو جلدی پالیتا ہے۔

حضرت جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ خلوت اختیار

کرے تاکہ تفرقہ اس کا جمع ہو جائے۔

حضرت حافظ عبدالکریم نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ صبح کے وقت دو گھنٹہ تک مجھے خلوت نصیب ہو جاتی ہے لیکن دنیا داروں کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔

حکایت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں موتیوں اور جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے' قسم قسم کے موتی اور جواہرات لے کر بادشاہوں کے پاس حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ جواہرات لے کر روم گئے جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات تشریف لے گئے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا' اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں' میں بادشاہ سے آپ کی ملاقات کرا دوں گا۔

چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک جنگل میں جا پہنچے' وہاں آپ نے دیکھا کہ دیبائے رومی کا ایک بہت ہی مکلف خیمہ نصب ہے اور اس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں' پھر علماء اور باحشمت افراد وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماء اور میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل دیئے۔ پھر نہایت خوب رو کنیزیں زر و جواہر کے تھال سر پر رکھے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت' بہادر جوان بیٹا مر گیا تھا اور اس خیمہ میں مدفون ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں۔ سب سے پہلے فوج آ کر کہتی ہے کہ اگر جنگ کے ذریعے تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے بچا لیتے مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد حکماء آ کر کہتے ہیں کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء و مشائخ آ کر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جا سکتا تو دفع کر دیتے۔ پھر حسین کنیزیں آ کر کہتی ہیں کہ اگر حسن و جمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں' پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آ کر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء و اطباء کے ذریعے بہت کوشش کی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا اسلام ہو' یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔

حضرت نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ مشہور ہے کہ ستر سال تک آپ ہمہ وقت باوضو رہے اور اپنے ہم عصر بزرگوں میں ممتاز ہوئے۔

کسی شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ افضل کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور اس کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں۔ اسی لیے وہ ہم سب کے سردار ہیں۔

ابراہیم بن ادھم

ایک دن آپ کے پاس حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور سوال کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا؟ فرمایا کہ اپنے دین کو آغوش میں لیے صحرا بہ صحرا قریہ بہ قریہ اس لیے بھاگتا پھرتا ہوں کہ دیکھنے والے مجھے مزدور تصور کریں یا دیوانہ تاکہ اپنے دین کو سلامت لے کر موت کے دروازے سے نکل جاؤں۔

حکایت

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ صحبت مخلوق سے کنارہ کش ہو کر کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر کم عمر کے لوگوں میں بیٹھوں تو وہ ادب کی وجہ سے دینی علم نہیں سکھائیں گے اور اگر معمر بزرگوں میں بیٹھوں تو وہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ نہیں کریں گے۔ پھر میرے لیے مخلوق کی صحبت کیا سود مند ہو سکتی ہے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ نکاح کے بعد بیوی کے روٹی کپڑے کی کفالت لینی پڑتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی کسی کا کفیل نہیں ہوتا اس لیے میں کسی کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں کنگھا کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ ذکر الٰہی سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ آپ چونکہ مخلوق سے کنارہ کش رہ کر عبادت میں مصروف رہتے تھے اسی وجہ سے آپ کو عظیم مراتب عطا کیے گئے۔

جلوت سے خلوت بہتر ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور ان کو آیات قرآن، احادیث رسول اور آثار صحابہ سناتا رہا۔ جب اٹھنے لگا تو کہا کہ آج کی رات بڑی مبارک رات ہے۔ پہلے آپ تنہا بیٹھے رہتے تھے لیکن آج ہم دونوں پسندیدہ باتوں میں مشغول رہے۔ حضرت فضیل نے فرمایا میرے نزدیک تو یہ رات اچھی نہیں تھی۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ فرمایا

اس لیے کہ تم ساری رات اس خیال میں رہے کہ کوئی ایسی بات کہو جو میرے پسند خاطر ہو اور میں ساری رات اس فکر میں رہا کہ ایسا اچھا جواب دوں جو تمہیں پسند آئے گویا ہم ایک دوسرے کی خوشنودی کی فکر میں رہے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گئے ایسی جلوت سے خلوت ہی بہتر ہے۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مہدی عباسی کے دربار میں تشریف لے گئے اور تعظیم کے درباری آداب و قواعد کو بالائے طاق رکھ کر عام مسلمانوں کی طرح اسے السلام علیکم کہا' خلیفہ کا وزیر ربیع' مہدی کے پیچھے تلوار لیے کھڑا تھا اس کو شیخ کا یہ انداز سخت ناگوار گزرا اور وہ انتظار کرنے لگا کہ کب خلیفہ حکم دے اور وہ شیخ کی گردن اڑا دے لیکن مہدی نے اس کا خیال نہ کیا اور شیخ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے سفیان! تم مجھ سے ادھر ادھر چھپتے پھرتے ہو' بتاؤ اب تم مجھ سے کیسے بچ سکو گے؟ اب موقع ہے کہ میں تم سے تمہاری بد عنوانیوں کا انتقام لوں۔ تم میرے دربار میں کیسے کھڑے ہو' تمہیں جلال شاہی کی کچھ پروا نہیں۔

شیخ سفیان ثوری نے فرمایا یہ درست ہے کہ تجھ کو اختیار حاصل ہے کہ مجھے قتل کرنے یا زندہ چھوڑ دینے کا حکم دے مگر یاد رکھ کہ ایک دوسرا حاکم بھی ہے جو تجھ سے زبردست قدرت رکھنے والا عزیز و منتقم ہے اور حق و باطل میں بخوبی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ربیع نے شیخ کے الفاظ سنے تو فرط غضب سے کانپنے لگا اور خلیفہ سے کہنے لگا کہ ایسے گستاخ اور بے ادب کے لیے اے امیرالمومنین! آپ قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرماتے' میری شمشیر برہنہ اس کی گردن اتارنے کے لیے بے تاب ہے۔

خلیفہ نے ربیع پر ایک نظر ڈالی اور کہا ربیع! تم خاموش رہو' میرے اور سفیان کے معاملے میں مت دخل دو۔ اگر میں ایسے انسانوں سے بدسلوکی کروں گا تو شقی اور ظالم کہلاؤں گا۔ پھر اس نے ایک حکم نامہ لکھوایا جس میں حضرت سفیان ثوری کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا' لوگوں کو تاکید کی کہ ان کے احکام کی بلاچوں وچرا تعمیل کریں۔ اس حکم نامے پر اس نے دستخط کیے اور مہر شاہی ثبت کر کے اسے حضرت سفیان کے حوالے کیا۔ حضرت سفیان جب یہ حکم نامہ لے کر دربار سے نکلے تو اس کو بغور دیکھا ان کی آنکھوں سے سیل اشک بہہ نکلا اور اس

عم نامہ کو پھاڑ کر دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور حدیث شریف ((مَنْ جَعَلَ قَاضِيًا بَيْنَ لنَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ)) (جو شخص لوگوں پر حاکم بنایا گیا وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا۔) پڑھتے ہوئے کہا کہ خلیفہ مجھے قاضی بنا کر امت کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈالنا چاہتا ہے اور مجھے عیوب و جرائم کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ کہیں روپوش ہو گئے جب ان کو روپوش ہوئے ایک مدت گزر گئی تو مہدی نے مجبور ہو کر ان کی جگہ کسی اور کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

حضرت شمس تبریزی کی خلوت

لوگوں کو آپ کی عبادت و ریاضت' زہد و تقویٰ اور بزرگی کا پتہ چل گیا تو انہوں نے آپ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا بعض اصحاب نے بیعت کرنے کی بھی خواہش کی مگر آپ ان درویشوں میں سے نہیں تھے جو مریدوں کے خواہش مند اور عقیدت مندوں کے جویاں و ترساں ہوتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو اپنے پاس آنے سے سختی سے روک دیا بلکہ آپ نے لوگوں کی اس طرح آمد سے تنگ آ کر اپنا وقت کاروباری حلقوں میں گزارنا شروع کر دیا۔ اس طرح کئی لوگوں کے دل آپ سے بدگمان ہو گئے اور یوں لوگوں سے آپ کی گلو خلاصی ہو گئی۔ آپ نے پھر سے اپنا وقت تخلئے میں گزارنا شروع کر دیا۔

خلوت ہی میں قرب الٰہی ہوتا ہے

محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آ رہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں عصا ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا خبر نہیں۔ ابن کی ان باتوں سے میں یہ سمجھا کہ پاگل ہے۔ پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا؟ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد پڑ گیا جیسے کسی زعفران سے رنگ دیا ہو' کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جس کی شان یہ ہے (یعنی یہ کہ اس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا تو گھبرا نہیں' میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تیرا بھائی ہوں' مجھ سے تنگ نہ ہو' کہنے لگا قسم ہے اللہ کی! اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جائے تو کسی ایسے بلند پہاڑ پر کہ جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں یا کسی غار میں چھپ جاؤں کہ دنیا اور اہل دنیا سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا کہ دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر

ناراض ہو؟ کہا ایک قصور تو اس نے یہی کیا ہے کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی کا کچھ علاج بھی تمہارے پاس ہے؟ کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے ہو نہ سکے گا کوئی سہل سی دوا استعمال کر لو۔ میں نے کہا بہتر ہے کوئی لطیف دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو میں نے کہا مرض حب دنیا۔ سن کر ہنسا اور کہا کہ اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے جام نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو۔ میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں۔ فرمایا اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس میں جزع و فزع نہ ہو اور جس لعب میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیو۔ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اس کے بعد وحشت بلا انس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اٹھاؤ۔ میں نے کہا پھر کیا کروں؟ کہا پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اس کا استعمال کرو ورنہ گوشۂ عافیت اختیار کرو اور فتنوں سے الگ رہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو' کہا بھائی میں نے سب عبادتوں کو خوب آزمایا ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے۔ قلب کے اگر دس حصے کیے جائیں تو نو حصوں کا تعلق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصہ اور دنیا سے علاقہ رکھتا ہے سو وہ شخص تمام رہنے پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے نہ دیکھا۔ (نزہۃ البساتین)

حکایت حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء ہی سے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی' آپ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ وظائف پڑھتے یا کتب لکھنے میں مصروف رہتے۔ لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم تھا' جس سے ملتے انتہائی احتیاط سے' ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ سے کہا حضرت! آپ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں' لوگ آپ کے علم و فضل سے افادہ حاصل کرنے کے لیے تڑپتے ہیں مگر آپ گوشہ نشینی اختیار کر کے انہیں اس سے محروم کیے ہوئے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ آج کل کے لوگوں میں خود غرضی اور اغراض زیادہ ہے۔ خلوص سے دور یہ لوگ مفادات کی دلدل میں دھنستے ہیں' ان کے دل و دماغ فریب سے بھرے ہیں' بظاہر یہ خوش اخلاقی سے ملتے ہیں پھر ایسے لوگوں سے میں کیونکر ناطہ قائم رکھ سکتا

ہوں۔

حکایت حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہو گئی اور آپ نے بازار میں ایک غلام کو بہت خوش دیکھ کر پوچھا کہ لوگ تو قحط سے برباد ہو گئے اور تو اس قدر خوش نظر آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہ رکھے گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! جب ایک غلام کو اپنے آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر میں کیوں نہ اعتماد کروں جب کہ تو مالک الملک ہے۔ بس اس کے بعد آپ نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ آپ کا توکل معراج کمال تک پہنچا اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا استاد تو ایک غلام ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض کا طرز عمل

آپ کا قول ہے کہ جب میں رات آتی دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اپنے پروردگار سے خلوت کروں گا اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتا ہوں کہ اب لوگ مجھ کو آگھیریں گے اور کوئی شخص ایسا میرے پاس آجائے گا جو مجھ کو میرے پروردگار سے غافل کر دے گا۔

حکایت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اللہ کا ایک بندہ عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا اور لوگوں سے نہ ملا جلا۔ لوگوں نے اس سے کہا یہ کیا بات ہے کہ تم کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے پرہیز کرتے ہو؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اس سے پہلے میں کئی ہزار سال معدوم رہا اور اس زندگی کے بعد اسی طرح زمانہ ہائے دراز تک معدوم رہوں گا' اس درمیانی وقفے میں جو تھوڑی سی عمر مجھے ملی ہے اسے کیوں ضائع کروں اور لوگوں سے ملنے جلنے میں اور بے فائدہ باتوں میں مشغول رہ کر اسے کیوں صرف کر دوں' مجھے یہ زندگی اس انداز سے گزارنی چاہیے جس سے خدا خوش ہو۔ اس لیے میں نے خلوت کو اپنا رکھا ہے۔

حکایت حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے اور ایک بات نقل کرتے ہیں کہ میں شام کی سیر کرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اس نے جو مجھ کو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔

میں نے اس کے پاس جاکر کہا کہ سبحان اللہ ! آپ کو بخل ہے کہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے میں تم کو دیکھوں۔ اس نے کہا نہیں صاحب! اصل یہ ہے کہ میں اس پہاڑ میں مدت مدید سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب میں میں نے بہت مشقت اٹھائی اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت و مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اس کو مانوس کر دیا۔ اب جو میں نے تم کو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہ ہو جائے۔ پس تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمہارے شر سے پناہ مانگتا ہوں رب العارفین اور حبیب القانتین کی' پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس کہ میں اتنا زیادہ ٹھہرا۔ پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹک کر کہا کہ اے دنیا! مجھ سے علیحدہ رہ' میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھ کو چاہے اس کو دھوکا دے' پھر کہا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفوں کے دلوں کو ایسی چکھائی جس سے ان کے دل بہشت اور حوروں کی یاد بھول گئے اور ان کی ہمتوں کی طرف اپنی ہی یاد میں تسکین کہ ان کے نزدیک کوئی چیز اس کی مناجات سے بڑھ کر مزیدار نہیں۔ پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا۔



باب:۱۳

سنت پر عمل

اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات میں اپنا محبوب سب سے عزیز اور پیارا ہے اس لیے جو اللہ سے دوستی کا طالب ہو اسے چاہئے کہ اس کے محبوب کی ہر ادا کو اپنائے تاکہ وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہو جائے کیونکہ محبوب کو چاہنے والا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے طریقہ کو اختیار کیے بغیر اللہ سے دوستی ممکن نہیں۔ ہر ولی کو یہی راستہ اپنانا پڑا کیونکہ اللہ کو پانے کا جو طریقہ حضور ﷺ نے بتایا ہے اسی پر چلنے سے اللہ کا قرب اور معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لیے مقولہ مشہور ہے کہ ولایت اور اتباع سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسول اللہ ﷺ کے ڈھانچے ہی میں ڈھل کر ولایت حاصل ہوئی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنت کیا ہے؟ صوفیاء اس بارے میں متفق ہیں کہ حضور ﷺ کے اسوہ کے مطابق عمل کرنا سنت ہے۔ آپ ﷺ کی سنت پر چلنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اطاعت الٰہی مقصود مرد مومن ہے۔ سنت کا معنی ہے طریقہ۔ حضور ﷺ کا طریقہ کیا ہے' وہ ان کی عملی زندگی ہے جو ہمارے سامنے روز روشن کی طرف موجود ہے۔ آپ نے جو باتیں دین برحق کے سلسلہ میں فرمائیں وہ تمام کی تمام سنت ہیں۔ آپ نے دین کے جن احکام پر خود عمل کر کے انسانی معراج کا جو نمونہ پیش کیا وہ تمام کا تمام سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اقوال اور افعال سنت ہیں۔

اہل فقہ نے کہا ہے کہ سنت تین طرح کی ہے۔ سنت کی پہلی صورت حضور ﷺ کے افعال ہیں جسے سنت قولی کہا جاتا ہے جو احادیث کی صورت میں کماحقہ محفوظ ہیں' سنت کی دوسری صورت فعلی ہے' جو حضور ﷺ کے ذاتی اعمال کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے جو ان کی سیرت طیبہ کی شکل میں موجود و محفوظ ہے' سنت کی تیسری قسم تقریری ہے یعنی انسانی زندگی کی وہ باتیں جو آپ کے سامنے پہنچیں اور آپ نے ان پر کسی قسم کا اظہار نہیں

فرمایا ایسی باتیں مباح ہوگئیں جن کی وجہ سے وہ سنت میں شمار ہیں کیونکہ حضور ﷺ کا کسی بات پر سکوت فرمانا اظہار رضامندی ہی تصور کیا جاتا ہے۔

سنت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اطاعت اور اتباع کے لفظ استعمال ہوتے ہیں ان دونوں لفظوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے مگر مقصد ایک ہی ہے۔ اتباع کا مطلب کسی کے پیچھے پیچھے چلنا ہے مگر اصطلاحاً فرماں برداری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اتباع سنت کا یہ مطلب ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضہ ہے اور رسول اکرم ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم ﷺ کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیسا کہ ان کا تقاضا ہے یا آپ کے اعمال کو اس طرح نہ کریں جس طرح انہوں نے کیے تو یہ اتباع سنت نہ ہوگی۔

اطاعت رسول کا مطلب رسول اکرم ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے جس طرح تعمیل کرنے کا حق ہے لہٰذا اطاعت و اتباع رسول ﷺ ایک طرح کے لفظ ہیں اور ان دونوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں سرور کائنات ﷺ کی فرمان برداری کی جائے۔ یعنی جس طرح حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے ایسے ہی نماز پڑھی جائے۔ جس طرح آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے تھے اسی طرح کھانا کھایا جائے۔ جس طرح حضور ﷺ پانی پیتے تھے ویسے ہی پانی پیا جائے۔ گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں نبی اکرم ﷺ کے طرز عمل کو اپنایا جائے۔

فرمان الٰہی عزوجل

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی سنت پر چلنے کی یوں تاکید فرمائی ہے کہ:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۔

(پ ۳' آل عمران: ۳۱ تا ۳۲)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوستی قائم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع ضروری ہے یعنی اگر کوئی اللہ کو محبوب بنانا چاہے تو اُس کے رسول ﷺ کی پیروی کرے' تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بندہ بنالے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہیں کرتے اور آپ ﷺ کے طریقہ کو نہیں اپناتے تو ان کا دعویٰ محبت جھوٹا ہے۔

﴿ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (پ ۲۸' التغابن: ۱۲ تا ۱۳)

"اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔"

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ دنیاوی امور میں ان طاقتوں سے تجاوز نہ کرو بلکہ جس بات کا حکم ملے بجالاؤ' جس سے اللہ کا رسول روکے رک جاؤ' اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول پر کوئی بوجھ نہیں' ان کا کام تو پہنچا دینا تھا سو انہوں نے پہنچا دیا۔ اب جو کوئی اتباع نہ کرے گا تو اس کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی۔

﴿ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ (پ ۱۸' النور: ۵۲)

"اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

سچے مومنوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، پھر قرآن و حدیث کو سنتے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا، یہی لوگ کامیاب و بامراد اور ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾ (پ ۲۶، محمد: ۳۳)

"اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔"

وہ اعمال جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کیے جائیں وہ باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا کوئی اجر نہیں ملتا اس لیے وہ اعمال ضائع ہو گئے لہٰذا اس آیت میں تاکید کی گئی ہے کہ اتباع سنت کے بغیر اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ نے اہل ایمان کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ (پ ۵، النساء: ۸۰)

"جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔"

نبی کریم ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اللہ کی طرف سے ہیں اس لیے اتباع رسول اللہ ﷺ ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا رشد و ہدایت والا ہے اور اس کا نافرمان اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (پ ۵، النساء: ۵۹)

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور

رجوع کرو' اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔"

اس آیت میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے حاکم کا کہنا بھی مانو۔ لیکن حاکم کا کہنا صرف اس حد تک مانا جائے گا جب کہ اس کا حکم' احکام الٰہی اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو گا اگر کوئی خلاف سنت حکم دے تو اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اتباع کرنے والا اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کرد امیر کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴾ (پ ۹' الانفال: ۲۰ تا ۲۱)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔"

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں منافقوں والی روش اختیار نہ کرو یعنی اتباع سنت میں منافقانہ طرز عمل یہ ہے کہ ظاہراً سنت پر عمل کیا جائے لیکن دل سے اس کی مخالفت کی جائے' ایسے عمل کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جزا تو صرف اس عمل کی ملے گی جس میں اخلاص ہو گا۔

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ (پ ۲۶' الفتح: ۱۷)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔"

اس آیت میں اطاعت کے اجر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول

ﷺ کی اطاعت کریں گے ان کو آخرت میں بہت اعلیٰ اجر دیا جائے گا اور وہ اجر جنت کی صورت میں ہو گا کہ اتباع کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے۔ جہاں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہل جنت لطف اٹھائیں گے اور جو اتباع رسول اللہ ﷺ نہیں کریں گے اور دنیا کی خاطر مارے مارے پھریں گے ایسے لوگوں کی دنیا میں سزا ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (پ ۴' النساء: ۱۳)

"یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو کچھ مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی۔"

زندگی گزارنے کے ضابطے قرآنی احکام اور سنت رسول ﷺ کی صورت میں ہر ایک کے سامنے موجود ہیں جنہیں حدود اللہ کہا گیا ہے اور جو شخص ان حدود میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے آخرت میں جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کا انعام ہو گا۔ ذرا غور کریں کہ اتباع سنت کا کتنا بڑا انعام ہے جسے وہ ملے اسے اور کیا چاہیے۔

﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ (پ ۱۸' النور: ۵۶)

"اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرماں برداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔"

حصول رحمت کا اصل ذریعہ اطاعت رسول ﷺ ہے یعنی جو شخص زندگی کے حالات' عبادات' معاش' معاشرت اور ثقافت وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ کی سنت کا خیال کرتا ہے اور ہر کام کو اسی طرح سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس طرح نبی پاک ﷺ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباع سنت میں اللہ کی رحمت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں' اس لیے زندگی کے ہر شعبہ میں

اتباع کا خیال رکھنا چاہیے:

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (پ ۷، المائدہ: ۹۲)

"اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور حکم پہنچا دینا ہے۔"

اس آیت میں پہلے والی بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو لیکن اس کے ساتھ یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی اتباع رسول کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو اس میں اس کا اپنا نقصان ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا تو اتنا فریضہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیا۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ دین اسلام کو اپنا کر اتباع کا راستہ اختیار کریں۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۶)

"اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔"

اس آیت کا شان نزول یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خاندان بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لیے شادی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر اس آیت کا نزول ہوا کہ کسی مرد یا عورت کے لیے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ کا رسول اسے حکم دے تو وہ انکار کر دے۔ جب یہ حکم حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو فوراً حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اگرچہ اس کا تعلق خاص واقعہ سے ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ اطاعت نبی اکرم ﷺ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَا

حُمِلْتُمْ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴾ (پ ۱۸، النور: ۵۴)

"تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمان برداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔"

منافقین کا رویہ یہ تھا کہ آپ کے پاس آکر قسمیں کھاتے کہ ہم ہر طرح سے آپ کی اطاعت میں ہیں حالانکہ وہ سچے دل سے اطاعت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی اطاعت زبان کی حد تک محدود تھی اور عملی طور پر وہ مومن نہ تھے۔ ان کے اس طرز عمل پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تاکید کی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ قرآن اور سنت رسول کے مطابق اپنی زندگی بسر کرو اور اگر تم اتباع سنت سے منہ موڑ لو اور اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی پر نہیں بلکہ تم پر ہے اس لیے تم ہدایت پر آجاؤ اور ہدایت صرف اتباع رسول اللہ ﷺ میں ہے۔

سنت کے فضائل

سنت پر عمل کرو

حضرت غفیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں نکالی کسی قوم نے کوئی نئی بات (دین میں) مگر اسی کے مطابق اس قوم سے سنت اٹھائی جاتی ہے لہٰذا سنت پر عمل کرنا نئی بات شروع کرنے سے بہتر ہے۔ (احمد)

گمراہی سے نجات

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان دونوں پر عامل رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب الٰہی اور میری سنت ہیں۔ (موطا)

سنت کا اٹھ جانا

حضرت حسان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نہیں شروع کی کسی قوم نے اپنے دین میں کوئی نئی بات مگر اس کے مطابق اس قوم سے اللہ تعالیٰ سنت کو اٹھا لیتا ہے اور اس (سنت کو) قیامت تک واپس نہیں کرتا۔ (دارمی)

سنت کو دوست بناؤ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بیٹے! اگر تم یہ قدرت رکھتے اور یہ چاہتے ہو کہ تمہارے صبح و شام ٹھیک ہوں تو تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہونا چاہیئے پھر آپ نے فرمایا میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے میرے ساتھ دوستی کی' وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ (ترمذی)

آگ میں گرنے سے بچاؤ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کے گرد اگرد روشنی ہوئی تو آگ سے شغف رکھنے والے پروانے اس میں آکر گرنے لگے تو اس نے ان کو روکنا چاہا لیکن وہ اس پر غالب آ گئے اور گرنے لگے۔ لیکن میری مثال یہ ہے کہ میں تم کو آگ میں گرنے سے کمر پکڑ کر روک لیتا ہوں جب کہ تم اس میں گرنا چاہتے ہو۔ (بخاری)

سنت ترک کرنے کی مذمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں تین شخص حاضر ہوئے اور سرکار کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اس کو کم سمجھا' کہنے لگے کہ ہماری سرکار ﷺ کے ساتھ کیا نسبت! سرکار کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ ایک نے کہا اب میں ساری رات نماز میں گزاروں گا' دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اسی وقت وہاں حضور تشریف لے آئے اور فرمایا تم آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے۔ خبردار! خدا کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں۔ میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے' جس نے میری سنت سے رو گردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری شریف)

تعمیل حکم' سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو

کیونکہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو اور جب کسی بات کا حکم دوں تو حسب طاقت بجالاؤ۔ (مسلم شریف)

سنت صحابہ در حقیقت سنت مصطفیٰ ﷺ ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں غم ناک ہو گئیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے پس ہمیں کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے' بات سننے اور ماننے کی تاکید کرتا ہوں اگرچہ حبشی غلام ہی تم پر مقرر ہو اور بلاشبہ تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت اختیار کرنا لازم ہے' اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اپنے آپ کو نئی باتوں سے بچائے رکھنا کیونکہ ہر خلاف سنت نئی بات گمراہی ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حضور ﷺ کی فرماں برداری سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' منکر کے سوا میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے میرا حکم مانا جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ کا اتباع سنت

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر رساں ہے۔ اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔ (بخاری)

سیدھا راستہ اتباع سنت میں ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ تو اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں'

ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "بلاشبہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو۔" (نسائی)

حق و باطل کا امتیاز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو کچھ فرشتے آپ کے پاس آئے تو یہ آپس میں کہنے لگے تمہارے لیے اس معزز شخصیت کی ذات ایک مثال ہے اس کو بیان کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا آپ آرام فرما رہے ہیں، تو بعض نے کہا بظاہر تو سو رہے ہیں لیکن آپ کا دل جاگ رہا ہے۔ تب فرشتوں نے کہا کہ آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی نے مکان بنایا اور اس میں کھانا تیار کر کے کسی کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا ہے پس جو بلانے والے کی بات مان کر آیا اور اس نے کھانا کھا لیا اور جس نے بلانے والے پر اعتبار نہ کیا اور اس سے آکر کھانا نہ کھایا۔ اس گفتگو کے بعد فرشتوں نے آپس میں کہا کہ یہ بات تفصیل طلب ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو آپس میں کہنے لگے آپ تو سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کہا کہ آپ کی آنکھیں مصروف خواب ہیں لیکن دل جاگ رہا ہے۔ تب فرشتوں نے آپس میں کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اور اس نے اللہ کی بات مانی اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حق و باطل میں وجہ امتیاز ہے۔ (بخاری)

جاہلانہ رسوم خلاف سنت ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں (۱) ہر زمین حرم پر بے راہ روی کرنے والا (۲) اسلام لانے کے بعد جاہلیت کی رسوم کو اپنانے والا (۳) اور خون مسلم کا ناحق طلب کرنے والا کہ اس کو بہائے۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنانا سنت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بھیجا گیا کوئی نبی کسی امت میں مجھ سے پہلے مگر ان کی امت میں ان کے مددگار ہوتے تھے اور ایسے لوگ ہوتے تھے جو ان نبیوں کے احکام پر عمل کرتے اور ان کی سنت کو اپناتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جن کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جو کچھ کہتے اس پر عمل نہ

کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا جو ایسے نافرمانوں کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے (یعنی انہیں برا جانے) وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عین ہدایت ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چیز کی مثال جس کو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے یعنی ہدایت اور علم، تیز بارش کی سی ہے جو خطۂ زمین پر برسی، ایک خطۂ زمین اچھا تھا اس نے پانی کو قبول کر کے خشک و تر گھاس اگائی۔ ایک قطعہ زمین سخت تھا اس نے پانی کو محفوظ رکھا جس سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ پانی پیا اور پلایا کھیتوں کو سیراب کیا۔ تیسرا زمین کا ٹکڑا بنجر تھا جس نے نہ تو پانی کو محفوظ رکھا، نہ وہاں روئیدگی ہوئی۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی اور اس نے اس (تعلیم) سے جس کو لے کر میں آیا ہوں فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا لیکن جس نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور سر نیچا کیے رہا اور اس نے نہ تو اللہ کی ہدایت کو قبول کیا اور نہ اس پر عمل کیا جو میں لے آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

وصیت عین سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وصیت کر کے فوت ہوا وہ سیدھے راستے اور سنت پر فوت ہوا، پرہیزگاری اور شہادت پر فوت ہوا، بخشا ہوا فوت ہوا۔

دو آدمیوں کو شفاعت نصیب نہ ہو گی

حضرت معقل بن سیار رضی اللہ عنہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہو گی۔ ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہو گی، ظالم امام اور دین میں غلو کرنے والا جو نبی کی سنت اور جماعت صحابہ کے طریق سے تجاوز کرتا ہے۔

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بدعت کے کثیر عمل سے کہیں اچھا ہے اور

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے۔

سو شہیدوں کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

بہترین طریقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بد ترین بات نئی گھڑی ہوئی بات ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

احیائے سنت کا ثواب

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے میری کسی سنت کو رواج دیا جو میرے بعد متروک ہو گئی تھی تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کیے بغیر اور جس کسی نے کوئی گمراہی میں ڈالنے والی نئی چیز گھڑی جس سے نہ اللہ راضی ہوا اور نہ اس کا رسول، اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے مجموعی گناہ کے برابر گناہ ہو گا اور ان کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی کیے بغیر"۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اتباع سنت کی خواہش

ایک خطبے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والا ہوں، خود کوئی نئی چیز اپنی طرف سے پیش نہیں کروں گا۔ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلوں تو میری پیروی کرو اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹنے لگوں، تو مجھے سیدھے راستے پر چلنے کے لیے کہہ دینا۔

سنت سے رجوع کرو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے سامنے جو مسائل آئیں ان کو قرآن کی رو سے طے کرو اگر قرآن میں حل نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رجوع کرو۔

جنگ قادسیہ سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر آپؓ نے فرمایا لوگوں کو جاہلیت کے زمانہ کے واقعات سننے سنانے سے روکو۔ ایسا کرنے سے پرانی عداوتیں تازہ ہوں گی اور نئے کینے جنم لیں گے۔ جب تک وہ دلچسپی سے سنیں ان کی سیرت و

عمل کو بہتر بنانے کے لیے ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کیا کرو۔

سنت نبوی ﷺ کو خوب سمجھو، عربی زبان خوب سیکھو، قرآن کو صاف اور صحیح لہجے میں پڑھو کیونکہ وہ صاف اور فصیح عربی میں ہے۔

اتباع سنت کی تلقین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہے کہ میں تم کو ان کاموں کا حکم دیتا ہوں جن کا قرآن نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے روکتا ہوں جن سے محمد ﷺ نے روکا ہے اور تاکید کرتا ہوں کہ سنت، فقہ اور عربی زبان میں بصیرت پیدا کرو۔

سنت کے مطابق عمل کی تلقین

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کے راستہ اور اس کی سنت کو لازم پکڑو کیونکہ جو شخص نبی ﷺ کے طریق اور سنت کے مطابق عبادت کرتا ہے اور رحمٰن کا ذکر کرتا ہے اور خوف خداوندی سے اس کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں ایسے شخص کو کبھی دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور جو بندہ بھی نبی کے طریق اور سنت پر عمل کرتا ہے، اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ کے خوف سے اس کی آنکھیں بہتی ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کے پتے خشک ہو چکے ہوں کہ اچانک ہوا چلی اور سب پتے جھڑ گئے، نیز فرمایا کہ کہ نبی کے طریق اور سنت کے موافق اعتدال والا عمل اس مجاہدہ اور مشقت والے عمل سے بہتر ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا اپنے اعمال پر خوب نظر رکھو، خواہ اعتدال والے ہوں یا مجاہدہ والے مگر وہ انبیاء علیہم السلام کے طریق اور ان کی سنت کے موافق ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے تمہارا کیا حال ہو گا جب تم پر ایسا فتنہ آئے گا جس میں بڑے بوڑھے ہو جائیں گے اور بچے بڑے ہو جائیں گے۔ لوگ اس پر سنت کی طرح چلنے لگیں گے، کوئی اسے بدلنا چاہے گا یا اس کے خلاف عمل کرے گا تو اسے برا بھلا کہا جائے گا۔ کسی نے کہا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! یہ کب ہونے والا ہے؟ فرمایا جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائیں گے۔ حکمرانوں کی کثرت ہو گی۔ فقہا، قلیل اور قراء کثیر ہوں گے اور آخرت والے عمل سے دنیا مطلوب ہو گی۔ دینی علم و کمال دین کی غرض سے حاصل نہیں کریں گے، ایسے

دور میں تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے کہ اگر ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کریں گے اور اگر کہا نہ مانا تو قتل کر دیں گے۔ سائل نے کہا اے عبداللہ! آپ کی اس وقت کے متعلق کیا رائے ہے؟ فرمایا گھر کا ٹاٹ بن جاؤ (کہ باہر ہی نہ نکلو) ورنہ پھر آگ ہی آگ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص پہلو پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا اے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود کی کنیت ہے) تو نے مجھے ہلاک ہی کر دیا' یعنی انتہائی مہلک خبر سنائی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں بنتا اور کوئی قول اور عمل نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اور کوئی قول' عمل اور نیت بغیر سنت کے ٹھیک نہیں بنتے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق' زبان کا اقرار' تن کا عمل اور اتباع سنت ہے۔ جو ان باتوں کا پابند ہو گا اس کا ایمان محکم اور محفوظ رہے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جب تک مکمل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع اور نفس امارہ کی پیروی سے آزاد نہ ہو جائے اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہونے کی خواہش نہ کر۔ اتباع شریعت کے یہ معنی ہیں کہ تیرے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے مطابق ہوں۔ تیرا سننا' دیکھنا' بولنا' پکڑنا' چلنا' سونا' جاگنا الغرض تمام اعمال رضائے الٰہی کے تحت ہوں اور خدمت دین و ملت کے لیے ہوں۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بدن کی سلامتی قلت طعام میں' روح کی سلامتی ترک گناہ میں اور دین کی سلامتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں ہے۔ حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اتباع سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے' شرعۃ الاسلام فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت واجب نہیں۔

جناب سہل کا قول ہے کہ حب خدا کی نشانی حب قرآن ہے۔ حب خدا اور حب قرآن کی نشانی حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت ہے اور حب سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے آخرت کی محبت دنیا سے بغض کا نام ہے اور دنیا سے بغض کی نشانی معمولی مال دنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لیے دنیا کو خرچ کرنا ہے۔

ایک عارف باصفا کا ارشاد ہے کہ اگر تو کسی شیخ کو ہوا پر اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا' یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ کے کسی فرض یا نبی ﷺ کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے اس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں استدراج ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی کو میں نے کہا کہ صرف رسول اکرم ﷺ کی سنت کا راستہ صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اختیار کرے تو وہ شیطان کا راستہ ہو گا۔ اس لیے صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لیے اتباع سنت ضروری ہے۔

اولیائے کرام کا اتباع سنت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی میں تلاش کرتے تھے کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتاب اللہ اور سنت رسول میں کوئی حکم نہ پاتے۔

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں لہٰذا (اس وقت) واپس چلی جا تا آنکہ میں لوگوں سے دریافت کروں۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ان کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ نے دادی کو چھٹا یعنی حصہ مادری دلوایا ہے اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عورت کو چھٹا حصہ دلایا۔ (موطا امام مالک' مسلم شریف)

صحیح سنی کون ہے؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی جب غیر معمولی علمیت اور قابلیت کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا لوگ اپنے مختلف دینی و دنیاوی مسائل اور الجھنوں کے لیے آپ سے رجوع کیا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ صحیح معنوں میں سنی کسے کہا جاتا ہے؟۔ آپ نے فرمایا کہ صحیح معنوں میں سنی ہونے کا دعویٰ وہی کر سکتا ہے جو سرور کائنات حضرت محمد ﷺ سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ اس بات کی تصدیق حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرما دی ہے۔

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے متعلقین میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بوڑھوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں' جوانوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جب کہ عورتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور لڑکیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔

اتباع سنت کا مقام

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی سہولت عطا کر دی کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت میں کوئی فرق نہیں رہا۔

سنت طریقت کے لیے ضروری ہے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد سوال کیا کہ اس وقت آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں' اس وقت انہوں نے کہا کہ میں بھی تو وہیں تھا لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک حجاب تھا اور میں ذات باری کے بالکل سامنے تھا اسی وجہ سے آپ مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت بایزید کا اصول

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کسی مقام پر کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو جس وقت آپ ان کے نزدیک ہو گئے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ مدارج طریقت کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے۔

حضرت امام اعظم کی شان

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی ہڈیوں کو مزار مقدس سے نکال کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کر آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے تعبیر خواب دریافت کی' انہوں نے کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنت نبوی ﷺ کو پرکھنے میں مرتبہ

عطا کیا جائے گا کہ احادیث صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب دوبارہ خواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہیں۔ لہٰذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔

حکایت

حضرت شیخ بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ پر جذب و سکر کا غلبہ رہتا تھا۔ اسی عالم میں ایک دفعہ ان کی مونچھیں حد شرعی سے بہت بڑھ گئی تھیں لیکن کسی کو تراشنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ شیخ کے ایک ہم عصر عالم مولانا ضیاء الدین سنامی کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا، انہوں نے شیخ کی مونچھیں تراشنے کا عزم کر لیا اور قینچی لے کر ان کی طرف بڑھے قریب پہنچے تو شیخ کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی لیکن اپنی دھن کے پکے تھے شیخ سے مخاطب ہو کر کہا کہ قلندر صاحب! سرور کونین ﷺ کی سنت پوری کرنے لگا ہوں آپ کی مونچھیں حد سے بڑھی ہوئی ہیں ان کو آج ضرور تراشوں گا۔

یہ کہہ کر مولانا نے ہاتھ سے شیخ کی ریش مبارک پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے مونچھوں کو حد شرعی کے مطابق تراش دیا۔ جب وہ چلے گئے تو شیخ بو علی قلندر بار بار اپنی ریش مبارک کو پکڑتے تھے اور فرماتے کہ یہ ریش کیسی مبارک ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کی راہ سنور گئی۔

اتباع سنت عبادت میں مقدم ہے

حضرت شرف الدین (المعروف بابا بلبل شاہ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں غذا اور سرو سامان کے بغیر خوشی سے زندگی بسر کروں اور اسی بدن کے ساتھ روح کے جدا ہوئے بغیر دار البقا کو سدھار جاؤں اور اس جسم کو ابد الآباد تک محفوظ رکھوں لیکن چونکہ یہ سب امور سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہیں میں ان سے مجتنب رہوں گا۔ میرے نزدیک سنت کی پیروی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت بابا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ تھے۔ وہ ۱۳۲۴ء میں کشمیر تشریف لے گئے اور اس وقت وہاں رنجن شاہ کی حکومت تھی جو بدھ مت کا پیرو تھا وہ حضرت بابا بلبل شاہ کے زہد و اتقاء اور اخلاق و محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ پاپیادہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا او حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اس کے بعد اس کے اہل خانہ امراء اور

وزراء اور دوسرے ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

حکایت حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر منوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا آسان ہے' جل مرغی بھی پانی پر چلتی ہے۔ اس نے کہا کہ فلاں آدمی ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا یہ کوئی ایسی بات نہیں' کوا اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سے ایک اور شخص نے کہا کہ فلاں شخص چشم زدن میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا کمال ہے آخر شیطان بھی ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر فرمایا ان چیزوں کی قدر نہیں ہے۔ باکمال وہ ہے جو لوگوں میں نشست و برخاست رکھے' ان کے ساتھ لین دین کرے اہل و عیال کے حقوق پورے کرے اور سنت پر چلے اور پھر بھی ایک لحظہ خدا سے غافل نہ رہے۔

پابندی سنت سب سے بڑی کرامت ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے عالم تھے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک خاموشی سے ان کی مجلس کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے۔ سال کے بعد دل برداشتہ ہو کر حضرت جنید سے رخصت کی اجازت چاہی حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا میرے بھائی تم سال بھر تک یہاں رہے' نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی اور اب یکایک چلنے کے لیے تیار ہو گئے' آخر بات کیا ہے؟ حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ سچ پوچھیں تو میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا۔ سال بھر دیکھتا رہا کہ آپ سے کوئی کشف یا کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔ وہی علماء کا سا طور طریق ہے۔ نماز' روزہ' تہجد' اشراق' چاشت' درس و تدریس۔ جب آپ میں اور دوسرے علماء کے طور طریقوں میں کوئی فرق نہیں دیکھا تو رخصت کی اجازت چاہی۔

حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ خلاف شریعت تو مطلق کوئی بات نہیں دیکھی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت سمجھ لے جو اس کو اللہ نے اپنے خاص لطف و عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ آپ کی بیعت کی اور خاصان خدا میں شمار ہوئے۔

ایک دوسری روایت ہے میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے کا

نام درج نہیں ہے اور اس کی مدت قیام دس برس بیان کی گئی ہے۔

سنت پر عمل کا واقعہ

ایک دفعہ شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے حجاز گئے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد قبا کی طرف جانے کا ارادہ کیا ایک مرید نے عرض کی کہ میں آپ کے لیے سواری کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے سواری درکار ہوتی تو مل سکتی تھی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں پاپیادہ جا کر نماز پڑھا کرتے تھے' اس لیے میں بھی پاپیادہ جانا پسند کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جبل احد تک پاپیادہ جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جس شخص کے پاؤں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ لہٰذا میں اس لیے پیدل چلتا ہوں تاکہ میرے پاؤں میں مٹی لگ جائے اور بشارت سے مجھے بھی حصہ ملے۔

حکایت

شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو کسی بزرگ سے فیض حاصل کرنے سے منع نہ فرماتے تھے اور کہتے کہ ہم وہ نہیں جو ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوں بلکہ جو بھی میٹھا چشمہ نظر آئے اس سے ہی سیرابی حاصل کرو۔ آپ کا فرمان تھا کہ ہمارا طریقہ تمام اہل مشرق و مغرب سے جداگانہ ہے۔ ہمارے شجرہ و سند کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے اصل مربی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی ہی اتباع سنت سے ہمیں یہ مقام حاصل ہوا ہے اور جب تک ہم اس نقطہ نظر پر قائم رہیں گے کامیابی ہوتی رہے گی کیونکہ جو اللہ کے ولی کا ساتھی ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہوتا ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہو وہ اللہ کا دوست ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی

خواجہ تونسوی صاحب کو پوری عمر اتباع سنت کا بہت خیال رہا۔ عبادت و معاملات میں بھی آپ کوئی فعل خلاف سنت نہیں کرتے تھے۔ ساری عمر آپ نے نماز کبھی دیر سے یا وقت آخر میں نہیں پڑھی اور کوئی نماز بغیر جماعت کے نہیں پڑھی' استغراق و محویت اور عشق الٰہی کی مستی کے باوجود کبھی آپ کے منہ سے کوئی کلمہ خلاف شریعت نہیں نکلا۔ آپ کا قول تھا کہ ہمارا اصلی کام نبی مکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہوا بھی نیچے آئے لیکن اس کا کوئی فعل بھی خلاف سنت ہو تو اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ صحیح معنوں میں عبادات

کی معراج و تکمیل سنت رسول اللہ ﷺ کی ادائیگی سے ہوتی ہے۔ حضور ﷺ سے محبت اور عشق اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی سنت کی ہر لحاظ سے اتباع کی جائے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ نماز و روزہ اللہ تعالٰی کی عبادات ہیں ان کی بجا آوری ہم پر فرض ہے لیکن ان کی ادائیگی میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سامنے رکھنا ہو گا کیونکہ خدا کی رضا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم اس کے حبیب ﷺ کی سنت اور فرمودات کی پوری طرح پابندی کریں۔

نیت کا پھل

نوشیرواں ایک بار شکار کے لیے نکلا اسے پیاس نے ستایا تو ایک باغ میں داخل ہوا' باغ میں ایک لڑکا بیٹھا تھا اس سے اس نے کہا' کہ مجھے پانی پلاؤ' لڑکے نے جواب دیا پانی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا ایک انار کھلاؤ۔ وہ لڑکا ایک انار توڑ کر لے آیا۔ انار بڑا میٹھا تھا۔ نوشیرواں نے کھاتے ہوئے یہ نیت کر لی کہ یہ باغ اپنے قبضہ میں کر لوں گا' اتنے میں انار ختم ہوا تو دوسرا لانے کو کہا۔ لڑکا ایک اور انار لے آیا۔ بادشاہ نے وہ کھایا تو ترش پایا۔ لڑکے سے کہا کہ یہ انار کسی دوسرے درخت سے لائے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا نہیں بلکہ اسی پہلے درخت سے لایا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تو پھر اس کا مزہ کب سے بدل گیا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ جب سے بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ (نزہۃ المجالس ج ا ص ۵)

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے اس شخص کو کوئی حق حاصل نہیں جسے نہ تو قرآن کا علم ہو نہ احادیث پر عبور رکھتا ہو اور نہ فقہ کے متعلق معلومات ہوں۔ آپ جوں جوں اپنی روحانی نشوونما کا سفر طے کرتے گئے' اس بات کا ہر ممکن خیال رکھا کہ کہیں سنت رسول اللہ ﷺ سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ آپ کی پوری کوشش یہی تھی کہ آپ کو حدیث و سنت پر عبور حاصل ہو۔ آپ جانتے تھے کہ اگر شرعی تعلیمات سے دور رہے تو یہ اس بات کے مترادف ہو گا کہ لوگ آپ کو پتھر ماریں اور رسوا کریں۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی

شاہ کلیم کو اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کس حد تک لگاؤ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر مسجد قبا میں حاضری دینے

کی خواہش ہوئی تو پیدل ہی چل پڑے۔ مریدوں نے یہ دیکھا تو تڑپ کر کہا حضرت! یہ کیا کرتے ہیں ہم ابھی آپ کے لیے سواری کا بندوبست کرتے ہیں۔

لیکن آپ نے بے نیازی سے جواب دیتے ہوئے کہا' نہیں سواری کی ضرورت نہیں جب حضور ﷺ پیدل چل کر مسجد قبا تشریف لے جا کر نماز کی ادائیگی فرماتے تھے تو میں حضور ﷺ کا ادنیٰ سا غلام ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔

غرض آپ کی زندگی سنت رسول ﷺ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مبارک ہیں وہ پاؤں جو اللہ کی راہ میں گرد و غبار سے میلے ہوئے' جن میں چھالے پڑے وہ پاؤں اللہ کی راہ میں اٹھے تھے اس لیے اللہ نے بھی ان پر دوزخ کی آگ حرام فرمادی ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی سادگی کا ایک بہترین اور بے مثل نمونہ تھی۔ آپ کو شان و شوکت کا لباس پہننے سے سخت نفرت تھی۔ موٹے کپڑے کی چادر استعمال کرتے تھے۔ اس لیے شاہ کلیم اللہ بھی آپ ﷺ کی پیروی کرنے کو راہ نجات سمجھتے تھے وہ آپ ﷺ کی طرح صبح بیدار ہو کر غسل کرتے اور صاف شفاف کپڑے پہنتے۔ چونکہ حضور ﷺ نے اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیا تھا اس لیے آپ بھی اپنے کام خود کرنے کے عادی تھے آپ کی سادگی اور عاجزی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کے جاہ و جلال میں کسی قسم کا فرق آیا ہو۔ بڑے بڑے امراء حتیٰ کے بادشاہ تک آپ کے آگے بات کرنے سے ہکلاتے تھے۔

محدث صوفی بنو

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دعا دیتے ہوئے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جنید! میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ تم ایک محدث صوفی بنو' نہ کہ لوگ تمہیں صوفی محدث کہہ کر پکاریں۔ چنانچہ آپ نے پہلے سنت و حدیث کی تعلیم حاصل کی پھر تصوف میں عروج کے لیے ریاضتوں اور مجاہدوں کو اپنایا۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا فرمان

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو ایک مرتبہ فرمایا' تم لوگ شکل و صورت میں حضور ﷺ کے صحابہ کی مانند ہو۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے مگر ساتھ ہی خواجہ صاحب نے فرمایا مگر افعال و کردار میں ان سے بالکل برعکس ہو کیونکہ اگر تم لوگ ان کو دیکھ لیتے تو ان کو

دیوانہ سمجھتے اور وہ لوگ تم لوگوں کو دیکھ لیتے تو تم میں سے کسی کو بھی مسلمان نہ سمجھتے' اس لیے کہ وہ ایسے پیشوا تھے کہ اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو پرندوں کی طرح اڑتے ہوئے اور ہواؤں کی طرح تیز چلتے ہوئے مگر ہم لوگ ہیں کہ ایسے گدھوں پر سوار ہیں جن کی پیٹھیں زخمی ہیں اور چلانے اور چلنے سے مجبور ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا فرمان

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ بے حد پابند شریعت اور متبع سنت تھے آپ فرماتے تھے کہ جب تک کوئی شریعت کو مضبوطی سے نہ پکڑے گا اس وقت تک وہ کوئی فلاح کا کام نہیں کر سکتا اور جو خیرات ہمیں آتی ہے اس کے پس پردہ مقاصد تو ہم پر عیاں نہیں مگر اتنا جانتے ہیں کہ اس قسم کی چیز حاصل کر کے ساری غرباء میں تقسیم کر دینی چاہیئے۔ آپ ہی نے فرمایا کہ جو شخص طریقت اور حقیقت کو جانتا ہے لیکن شریعت سے واقف نہیں تو وہ شیخ نہیں بلکہ جاہل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی صالح آدمی اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ شریعت' حقیقت اور طریقت کا اس کو علم نہ ہو۔ آپ ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کو خلاف سنت کہا کرتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کچھ دیر استراحت ضرور فرما لیا کرتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ((اَنَا اُصَلِّیْ وَ اَنَامُ)) یعنی میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

حکایت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اچ شریف میں ایک شخص کہیں سے آ گیا' اس نے اپنی ولایت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ اس کے مرید ہونا شروع ہو گئے' آپ کو بھی اشتیاق ہوا کہ اس ولی کامل سے ملاقات کرنی چاہیئے۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو اس شخص نے آپ کو کہا کہ اے مخدوم جہانیاں! ابھی ابھی میرا غائب سے رابطہ قائم تھا۔ یہ بات سن کر مخدوم صاحب کو سخت غصہ آیا' آپ نے اس سے کہا "اے بد بخت انسان! تو اپنی خرافات بند کر اور اب از سر نو کلمۂ شہادت پڑھ کیونکہ تو کافر ہو گیا ہے۔"

پھر آپ نے قاضی شہر کو جا کر حکم دیا کہ اس جھوٹے ولی کو بتاؤ کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ اس پر شرعی حد جاری کی جائے اور اس کے قتل کا حکم دیا جائے شہر میں اس ولی

کذاب کے بہت سارے معتقدین تھے اس لیے قاضی شہر نے اس معاملہ میں کوئی پیش رفت کرنے میں تامل کیا' تو آپ حاکم شہر کے پاس پہنچے اور اس کو حکم دیا اگر تم نے اس شخص کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی' تو میں بادشاہ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ حاکم شہر نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس جھوٹے ولی کو شہر بدر کر دیا۔ آپ کو شریعت محمدی ﷺ سے والہانہ اور جذباتی لگاؤ تھا۔ آپ کوئی ایسا کام جس میں رائی برابر بھی توحید اور رسالت کے خلاف بات دیکھتے اس کا فوراً قلع قمع فرماتے تھے۔

اتباع رسول کا واقعہ

حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہدایت اللہ اور فرمان رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ہر وہ کام جس کے متعلق پڑھا یا سنا تھا کہ محبوب کبریا ﷺ نے کیا یا اس کا حکم فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے سنا تھا کہ غزوۂ احد میں آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر زخم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور نماز انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر ادا فرمائی تھی۔ لہٰذا اتباع رسول ﷺ میں حضرت شیخ نے چار سو رکعت نفل پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر پڑھے۔

حکایت

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ حق سبحانہ' و تعالیٰ کا محبوب و مقبول بندہ بن جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتباع سنت میں ظاہراً و باطناً کوشش کرے تاکہ اس کو خدا کی قربت نصیب ہو جائے۔

ایک مرتبہ جب ایک صوفی کی لڑکی بالغ ہو گئی تو لوگوں نے اس پوچھا کہ آپ اس بچی کا نکاح کیوں نہیں کر دیتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کسی مسلمان کا طلب گار ہوں تاکہ اس سے بچی کا نکاح کروں۔ لوگوں نے جواباً کہا کہ مسلمان تو بہت ہیں۔ ان صوفی نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ سے گزر کر ذات حق تعالیٰ میں فانی ہو چکا ہے۔ کیونکہ بعض صوفیائے کرام کے نزدیک فنائیت اسلام کی ابتداء ہے۔

اس حکایت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیئے کہ زہد و ریاضت میں اتنی کوشش کرے کہ اس کو فنائے کلی نصیب ہو جائے کیونکہ اس مرتبہ کے حصول کے بغیر صوفیائے کرام کے مشرب میں وہ صحیح مسلمان نہیں ہو سکتا۔

باب: ۱۴

اللہ تعالیٰ کا شکر

اللہ تعالیٰ کا دوست وہ ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیونکہ دستور محبت یہی ہے کہ بارگاہ رب العزت سے جو مل جائے اس پر ہر دم شکر کیا جائے۔ جہان کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور ہر نعمت پر اس کا شکر کرنا بندوں کے ذمے ہے' اللہ اپنے دوستوں پر اپنی نعمتوں کے بڑے بڑے احسان کرتا ہے اور اس کے دوست قدم قدم پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگی کے شب و روز بسر کرتے چلے جاتے ہیں۔ شکر کا مطلب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر احسان مند ہونا ہے۔ دل و جان سے ان کا اعتراف کرنا ہے اور ان کی قدر کرنا ہے اور شکریہ ہے کہ نعمتیں ملنے پر اس کی اطاعت و عبادت کرے اور اس کی دی ہوئی ہر چیز کو رضائے الٰہی کے مطابق استعمال میں لائے۔ پھر یہ بات بھی شکر میں شامل ہے کہ نعمتیں ملنے پر اللہ تعالیٰ پر خوش ہو جائے کیونکہ شکر کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے' اس لیے یہ ہمیشہ رہنے والا عمل ہے اور جو اس ہمیشہ رہنے والے عمل پر کاربند ہو جائے اسے بھی دوام ہو جائے گا اس لیے بارگاہ رب العزت کا شکر بہت ہی محبوب اعمال میں سے ہے۔

شکر نور ایمان ہے' شکر جزو اسلام ہے' شکر کنز العرفان ہے' شکر منہاج النبوۃ ہے' شکر راز ولایت ہے' شکر من کی دولت ہے' شکر سراغ زندگی ہے' شکر سرمایہ آخرت ہے' شکر قبر کا ساتھی ہے' شکر صدائے سوز و مستی ہے' شکر اظہار مسرت ہے' شکر توشہ قلندر ہے' شکر حسن محبت ہے' شکر جام معرفت ہے' شکر معراج بشریت ہے' شکر احساس ضمیر ہے' شکر آئینہ اخلاق ہے' شکر تحفہ خداوندی ہے' شکر پروانہ جنت ہے' شکر چراغ ہدایت ہے' شکر سلیقہ دل نوازی ہے' شکر پروانہ شاہ بازی ہے' شکر انداز بے نیازی ہے' شکر مومن کی بلند پروازی ہے' شکر علامت مسلمانی ہے' شکر متاع فقیر ہے' شکر موج حیات ہے' شکر لذت یکتائی ہے' شکر محبت کی رعنائی ہے' شکر پیام زندگی ہے' شکر لذت شوق ہے' شکر سوز جگر ہے' شکر میراث

درویش ہے' شکر بیداری دل ہے' غرض یہ کہ شکر ہے تو بندہ خدا ہے' اگر شکر نہیں تو بندہ خدا بھی نہیں۔

اے میرے دوست! اللہ نے تجھے اور مجھے سلامت پیدا کیا' پھر ہر انسان کو جسمانی صحت عطا کر رکھی ہے۔ پھر وہی ہر ایک کا نگہبان اور محافظ ہے' ہر لحاظ سے عافیت کا ذمہ دار ہے پھر ہر ایک کو چاہیئے کہ اسی خالق کا شکر ادا کرے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے پینے' چلنے پھرنے' رہنے سہنے کے لیے بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ عقل دی ہے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے' آزادی کی نعمت دے رکھی ہے' ارادہ پر اختیار دیا ہے آفتوں سے حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کر رکھی ہے۔ غرض یہ کہ دینی اور دینوی ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔ کیونکہ روحانیت میں شکر کا مقام بہت بلند ہے اور یہ مقام صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مقام کو حاصل کر لینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں مگر شاکر وہی بنتا ہے جو شکر گزاری کا راستہ اختیار کرتا ہے لہٰذا شکر گزاری کی راہ اختیار کر' پھر دیکھ تو اللہ تعالیٰ سے کتنا قریب ہو جائے گا۔

اللہ کا شکر کرو

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کا ہر دم شکر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے کہ اگر اس کی مخلوق پیدائش سے موت تک رات دن اس کی کرم نوازیوں کا شکر کرے تو پھر بھی حق شکر ادا نہیں ہوتا چونکہ پروردگار عالم نے جابجا فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ (پ ۲' البقرۃ' ۱۵۲)

"تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق کامل جانا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے لہٰذا اس پر حکم ہوا ہے کہ میرا شکر کرتے رہو اور میری اس نعمت کا انکار کر کے میری ناشکری نہ کرو۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

"اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔"

اللہ سے دوستی کا تقاضہ ہے کہ کثرت سے اس کی عبادت کی جائے اور قبول عبادت کے لیے پاکیزہ رزق کھایا جائے اور ان دونوں کے بدلے میں اس کا شکر ادا کیا جائے۔

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴾ (پ ۵، النساء: ۱۴۷)

"اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔"

صاحب ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو فراموش نہ کیا جائے بلکہ اس کے احسانات کی قدر کی جائے اور قدر کے طور پر اس کا قول و فعل سے اقرار کیا جائے یہی اقرار اور اعتراف دراصل اللہ کا شکر ہے۔

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۱۴)

"تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔"

رزق حلال کا ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے پھر اس نعمت کو پانے کے بعد اسے جائز طریقے سے استعمال میں لانا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ پھر رزق کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنا بھی انسان کے فریضہ سے ہے۔

﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ (پ ۱۳، ابراہیم: ۷)

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔"

اصول خداوندی ہے کہ وہ شکر گزاروں کی نعمتوں کو بڑھا دیتا ہے اور نعمتوں کے منکروں اور چھپانے والوں کو ناشکروں میں شمار کر کے ان سے اپنی نعمتوں کو چھین لیتا ہے اور آخرت میں ناشکری کی سخت سزا دے گا۔ اس لیے اللہ کے دیئے ہوئے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے تاکہ رزق میں اضافہ ہو۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ (پ ۲۱، لقمان: ۱۲)

"اور بے شک ہم نے لقمان حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔"

حضرت لقمان اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انسانوں میں سے تھے اللہ نے انہیں حکمت یعنی دانائی عطا فرمائی لہٰذا وہ جو بات کہتے وہ حکمت سے خالی نہ ہوتی تاکہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکر کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر بزرگی عطا فرمائی ہے اس پر میری شکر گزاری کر، کیونکہ نعمت ملنے پر اللہ کا شکر کرنا انسان کے فریضہ میں شامل ہے۔ شکر گزاری دراصل شکر گزار ہی کے لیے نفع بخش ہوتی ہے اس لیے ہر دم اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (پ ۲۵، الجاثیہ: ۱۲)

"اللہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ حق مانو۔"

اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر ایک احسان یہ ہے کہ اس نے دریاؤں کو انسان کے تصرف میں دے دیا ہے تاکہ لوگ ان میں کشتیاں چلا کر مالی فائدہ اٹھائیں، اپنے تجارتی مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں تاکہ روزی حاصل ہو۔ اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ترغیب دی ہے کہ میرا شکر ادا کرو۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے شکر کے بارے مزید تاکید یوں فرمائی ہے کہ:

﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴾ (پ ۲۲' سبا:۱۵)

"بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکرادا کرو' پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔

قوم سبا یمن میں رہتی تھی' تبع بھی ان میں سے تھے بلکہ بلقیس بھی انہی میں سے ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بڑی نعمتوں سے نوازا اور بے شمار راحتیں مہیا کیں۔ اس بستی کے لوگ بڑے سکھ چین سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرمائے تو انہوں نے آکر اس قوم کو خبردار کیا کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں ان کا اللہ کے حضور شکرادا کرو کیونکہ جس شہر میں تم رہتے ہو اللہ تعالیٰ نے اسے پاکیزہ بنا رکھا ہے مگر جونہی اس قوم نے ناشکری کی تو ان کی بستی تباہ برباد ہو گئی۔

﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ سَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (پ ۴' آل عمران:۱۴۵)

"اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔"

جہاد ایک اچھا عمل ہے جس میں انسان اللہ کے حضور اپنی جان قربان کرنے کی پیش کش کرتا ہے۔ اگر اللہ اس کی اس پیش کش کو قبول فرمالے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ موت کا ایک دن تو ہر ایک کے لیے مقرر ہے اور اس وقت پر وہ ضرور مرجائے گا خواہ جہاد کے ذریعے مرجائے یا کسی اور سبب سے مرے اس لیے اگر جہاد میں کسی کا مرنا قبول ہو جائے تو یہ اللہ کا اس پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس احسان کے بدلے میں اسے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور شکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت بہتر اجر دے گا۔ خواہ کوئی اس کا اجر دنیا میں لے لے یا آخرت میں لے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے کی ترغیب یوں فرمائی ہے۔

﴿ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴾ (پ ۲۲' سبا: ۱۳)

"اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔ اے داؤد والو! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام آل داؤد علیہ السلام سے تھے وہ جو چاہتے ان کے لیے تعمیر کیا جاتا تھا ان نعمتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آل داؤد! شکر گزار بندوں کی طرح عمل کرو۔ یعنی جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال میں لاؤ اور یہی در حقیقت شکر گزاری ہے اور اس طرح حقیقی معنوں میں شکر کرنے والے بہت کم بندے ہوتے ہیں۔

شکر سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ وَ لَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ (پ ۲۳' الزمر: ۷)

"اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے۔"

اللہ کے راضی ہونے کا راز اس کا شکر ادا کرنے میں ہے اس لیے یاد رکھو کہ ناشکریوں میں اللہ نہیں ملتا' اگر اللہ کو پانا ہے تو شکر کی راہ اختیار کرو' وہ ضرور اپنی معرفت سے اور نعمتوں سے مالا مال کر دے گا۔ شکر کا فائدہ شکر کرنے والے کے لیے ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴾ (پ ۱۹' النمل: ۴۰)

"کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔"

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو توفیق بخشی کہ وہ چشم زدن میں ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لے آئے تو حضرت علیہ السلام کے دل میں یہ بات اٹھی کہ اس وقت میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپنی خواہش پوری ہونے پر اللہ کا شکر ادا کروں دراصل میرے اپنے لیے ہی بہتر ہو گا کیونکہ اللہ کی نعمت پوری ہونے کا شکر ادا کرنا اس کے بندوں پر لازم ہے۔

ایسے ہی ایک اور مقام پر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکر کی تاکید فرمائی ہے۔

﴿قَالَ يٰمُوْسٰى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۴۴)

"فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے، تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی نعمتیں یعنی رسالت اور ہم کلامی کا شرف دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! انہیں بصد شوق اور مسرت قبول کر لو اور اس کرم نوازی پر میرا شکر ادا کرو تاکہ تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت حق دی تو انہیں ساتھ شکر کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

"تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرنے کے بعد اس کی عبادت کرنا ضروری ہے کیونکہ عبادت میں انسانی عظمت ہے اور اسی سے انسان کو اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان

دونوں نعمتوں کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ رزق ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (پ ۲۱، الروم: ۴۶)

"اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی اور اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔"

اللہ کا بندہ بننے کے لیے اس کے رزق کو تلاش کر کے پانے کے بعد اس پر شکر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

شکر کی فضیلت

شکر چونکہ اوصاف ولایت میں سے ہے اس لیے اس کا مقام بہت بلند ہے اور اس کا درجہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں کی بنا پر زندگی کے لحہ لحہ پر شکر کی ضرورت ہے تاکہ اللہ کی توصیف و حمد کا اقرار ہو سکے۔ اس اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات شکر کے بارے میں ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اچھی خبر ملتی تو سجدہ کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے۔ (ابو داؤد)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور جب مقام عزوزاء پہنچے تو وہاں قیام کیا پھر سرکار نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور سجدہ کیا۔ یہ سجدے طویل تھے، سجدہ سے اٹھ کر دعا

فرمائی پھر سجدہ میں چلے گئے' سجدہ سے اٹھ کر دعا فرمائی اور پھر سجدہ میں چلے گئے- پھر دعا فرمائی اور طویل سجدہ کیا- آخری سجدہ سے اٹھ کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے امت کی شفاعت کی تو میرے رب نے میری امت کی تہائی کی مغفرت کی- میں نے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ شکر کیا اور امت کے لیے پھر دعا کی تو رب کریم نے اس کی تعداد دو تہائی کر دی- میں نے پھر سجدہ شکر کر کے دعا کی تو رب کریم نے بقیہ تہائی امت کی بھی مغفرت فرما دی- میں نے رب کی بارگاہ میں پھر طویل سجدہ کیا- (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! میں تمہیں محبوب رکھتا ہوں' معاذ کہتے ہیں کہ میں نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کو محبوب رکھتا ہوں' اس پر سرکار نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو کہنا نہ چھوڑنا "خداوندا! اپنے ذکر' شکر اور حسن عبادت پر میری مدد فرما-" (احمد' نسائی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کوئی چیز دی جائے تو اگر اس میں طاقت ہو تو اس کا بدلہ دے اور اگر استطاعت نہ ہو تو اس کی تعریف کرے- جس نے اس کی تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی- (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے بندے سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کیا میں نے تیرے جسم کو درست نہیں رکھا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا- (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ! تقویٰ اختیار کرو تو لوگوں میں سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے' قناعت اختیار کرو تو سب سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے اور جو اپنے لیے چاہتے ہو وہ لوگوں کے لیے پسند کرو تو مومن بن جاؤ گے' اپنے ہمسایہ سے نیکی کرو تو مسلم بن جاؤ گے اور کم ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے- (ابوداؤد)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے

کاموں پر تعجب ہے کہ اس کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں' اگر اسے خوشی پہنچے اور شکر ادا کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے حدیث قدسی میں فرمایا' رب کریم فرماتا ہے کہ اے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اس کو تمہارے لیے بھی حرام کیا ہے تم آپس میں ظلم و تشدد نہ کرو اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گمراہی میں مبتلا ہے مگر جس کو میں ہدایت سے نوازوں۔ تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو ہدایت دوں گا اے میرے بندو! تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تم کو کپڑے پہناؤں گا' اے میرے بندو! تم شب و روز گناہوں میں مبتلا رہتے ہو اور میں سب کے گناہ معاف کرتا ہوں مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا اے میرے بندو! نہ تو تم مجھ کو ضرر پہنچا سکتے ہو اور نہ مجھے نفع دے سکتے ہو' اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب سے پہلا اور سب سے آخری انسان اور تمام انس و جن اگر قلب خاشع کے ساتھ آئیں تو کوئی بھی میرے ملک میں زیادتی نہیں کر سکتا' اے میرے بندو! اگر تمہارا پہلا اور آخری یا تمام جن و انس مل کر برے دل کے ساتھ میرے ملک میں کچھ نقصان کرنا چاہیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے' اے میرے بندو! اگر اگلے پچھلے انسان اور جن ایک مقام پر جمع ہو کر مجھ سے کچھ مانگیں اور کچھ دریافت کریں تو میں ان کے سوالات کو پورا کروں گا اور اس سے میرے خزانہ میں کوئی کمی نہ ہوگی اور اس کی کیفیت یہ بھی نہ ہوگی جیسا کہ سوئی کو دریا میں بھگویا جائے۔ اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو یاد رکھتا ہوں اور ان کی جزا بھی اسی طرح دوں گا پس جو بھلائی پائے تو اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور جو شخص برائی میں مبتلا ہو تو اس کو اپنے نفس پر ملامت کرنی چاہیئے۔ (مسلم)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور جناب صنابحی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم دونوں ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے اور بیمار سے معلوم کیا صبح کیسی گزری تو اس نے جواب دیا اچھی طرح۔ اس موقع پر جناب شداد نے کہا تمہیں گناہوں کی معافی اور خطاؤں کے معاف ہونے پر خوش خبری ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے رب کریم کا ارشاد ہے کہ میں

جب کسی ایمان دار بندے کو مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس مصیبت پر شاکر رہتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک ہو گا جیسا کہ وقت ولادت تھا۔ رب تعالیٰ نے (فرشتوں سے) یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو مقید کیا اور مبتلائے آزمائش بھی لہٰذا تم اس کے نامۂ اعمال میں اس کے لیے وہ اعمال خیر لکھتے رہو جو وہ اپنی صحت و عافیت کے دور میں کیا کرتا تھا۔ (احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کا ذکر کرے تو اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے چھپایا' اس نے ناشکری کی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہے جس کو میں کبھی ترک نہیں کرتا وہ یہ ہے کہ خداوندا مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرا خوب شکر کروں اور بہت زیادہ ذکر کروں' تیرے احکامات کی پابندی کروں اور تیری نصیحت کو یاد رکھوں۔ (ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ اس موقع پر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یہ آیت تو سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ہمیں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو لیتے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دولت یادالٰہی میں مشغول رہنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور مسلمان کی بیوی اس کے ایمان پر مدد کرنے والی ہے۔ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کہا جائے گا کہ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں' لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا ان کے لیے ایک جھنڈا لگایا جائے گا اور وہ تمام جنت میں جائیں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حمد کرنے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو لوگ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم: ج ۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) رات کو

کھڑے رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے سب گناہ معاف کر دیئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے کے بعد پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (مسلم)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشک بار ہو گئیں اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات عجیب نہیں تھی۔ سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات آئے اور بستر پر تشریف فرما ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! مجھے اجازت دو تاکہ میں اللہ کی بندگی میں مشغول ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ میری تو یہی آرزو ہے کہ آپ کی قربت و صحبت مجھے حاصل رہے لیکن خیر (چونکہ آپ کا ارادہ ایسا ہی ہے تو) تشریف لے جایئے۔ تب آپ اٹھ کھڑے ہوئے' مشکیزہ سے پانی لیا' طہارت کی' تھوڑا سا پانی بہایا اور نماز کے لیے نیت باندھ کر حضورِ حق میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ رات بھر اسی حالت میں گزر گئی اور صبح ہو گئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ نماز فجر کے لیے ان کے ساتھ تشریف لے گئے' میں نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں تو پھر آپ کس لیے آنسو بہایا کرتے ہیں؟ فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ میں اس کے حضور میں ہدیہ اشک کیوں نہ پیش کروں جس نے یہ آیت مجھ پر نازل فرمائی۔

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ ﴾ (پ ۴' آل عمران: ۱۹۰ تا ۱۹۱)

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے' جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور

کروٹ پر لیٹے۔"

پس اہل شکر اس عنایت الٰہی کے سپاس گزار ہوتے ہیں کہ یہ درجہ بلند انہیں عطا ہوا لہٰذا وہ رونے لگتے ہیں لیکن یہ رونا خوشی کا رونا ہوتا ہے نہ کہ غم اور خوف کا۔ جیسا کہ ایک پیغمبر کے بارے میں روایت ہے کہ راستے میں چلے جا رہے تھے کہ ایک چھوٹا سا پتھر نظر پڑا جس میں سے بہت سا پانی بہ رہا تھا۔ پیغمبر کو جب اس بات پر تعجب و حیرت ہوئی تو حق تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی عطا کر دی اور اس (پتھر) نے کہا کہ یہ پانی جو آپ دیکھ رہے ہیں تو دراصل یہ آنسو ہیں اور تب سے جاری ہیں جب سے یہ آیت میں نے سنی ہے کہ:

﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ (پ ا، البقرة: ۲۴)

"تو ڈرو اس آگ سے، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔"

پس اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔

اللہ کے نبی نے اللہ سے دعا مانگی کہ اس پتھر کو جہنم کی آگ سے بچا لے۔ اللہ نے دعا قبول فرمالی۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ان کا پھر اسی طرف جانا ہوا، دیکھا تو پتھر برابر روئے جا رہا ہے، انہوں نے پوچھا اب کیوں روئے جا رہے ہو؟ پتھر نے جواب دیا اس وقت خوف کی وجہ سے رو رہا تھا اب خوشی اور مسرت میں رو رہا ہوں۔

انسان کا دل بھی پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اس کی سختی خوف اور شکر دونوں حالتوں میں گریہ و زاری کرنے سے ختم ہوتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی "آج اس مجمع میں معلوم ہو جائے گا کہ عزت والے لوگ کون ہیں، وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے" اس پر کچھ لوگ اٹھیں گے جو تھوڑے سے ہوں گے۔ وہ پھر آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو خوش حالی اور تنگ دستی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہتے اور شکر کیا کرتے تھے۔ اس پر بھی کچھ تھوڑے

سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے- اس کے بعد باقی لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا-(تنبیہ الغافلین)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں جس کو عطا ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب ہو گئیں- اللہ کا ذکر کرنے والی زبان' شکر کرنے والا دل' صبر کرنے والا بدن اور ایمان دار نیک بیوی-(تنبیہ الغافلین)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر چھوٹی یا بڑی نعمت کا انعام فرماتا ہے اور وہ بندہ اس پر الحمد للہ کہتا ہے تو اسے اس سے اچھی نعمت عطا ہوتی ہے-(تنبیہ الغافلین)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کا حال خیر ہی خیر ہے' اسے کوئی بھلائی میسر آتی ہے اور اس پر شکر کرتا ہے اس کے لیے خیر ہے- اگر کوئی تکلیف یا آفت پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے خیر ہے- (تنبیہ الغافلین)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ کھانے میں چار چیزوں سے کمال آتا ہے- (۱) حلال ہو (۲) کھاتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (۳) کئی ساتھی مل کر کھا رہے ہوں (۴) اور یہ کہ کھا چکنے کے بعد اللہ کی حمد کی گئی ہو-(تنبیہ الغافلین)

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنی سند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شاکر اور صابر لکھا جاتا ہے- ایک یہ کہ دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر کے لوگوں کو دیکھے اور ان کی پیروی کی کوشش کرے' دوم یہ کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کم درجہ والوں کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے-(تنبیہ الغافلین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی چار قسمیں بنائیں' ملائکہ' جن' انسان' شیاطین- پھر ان کے دس حصے کیے' نو حصے ملائکہ کے اور ایک حصہ انسان' جن اور شیاطین کا- بعض یوں کہتے ہیں کہ مخلوق کے دس اجزاء میں سے نو حصے شیاطین اور جنوں کے ہیں اور ایک انسانوں کا پھر انسانوں کی ایک سو

پچیس قسمیں بنائیں ان میں سے ایک سو تو' یاجوج' ماجوج' ساتوج' مالوق وغیرہ ہیں جو سبھی کفار اور جہنمی ہیں اور باقی پچیس میں سے بارہ روم' خزر' سقلاب وغیرہ اور مغرب میں زط' حبش' زنج وغیرہ اور مشرق میں ترک' خاقان' غزنغز' خلج' کیماک اور یمک۔ یہ سب بھی جہنمی ہیں۔ بجزان کے جو ایمان لے آئیں اور ایک سو پچیس قسم کے لوگوں میں سے صرف ایک قسم مسلمانوں کی جہنم سے باقی رہی' لہٰذا مومن کو اس انعام عظیم کی قدر دانی اور اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے اس کا انتخاب فرمایا اور مومنین کی قسم میں سے بنایا۔ پھر مسلمانوں کی تہتر شاخیں بنائیں جن میں سے بہتر شاخیں اپنی مختلف آراء اور خواہشات کی وجہ سے گمراہ ہو گئیں صرف ایک شاخ سنت کے طریق پر قائم رہی اور اس کو اہل سنت میں سے بنایا۔ (تنبیہ الغافلین)

رسول اکرم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مصیبت میں مبتلا ہوا اور اس نے صبر کیا اور جب اس کو عطا کیا گیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اس پر کسی نے ظلم کیا تو اس نے بخش دیا اور اگر اس نے ظلم کیا تو استغفار کی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ ایسے شخص کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت سے بہرہ یاب ہیں۔ (عوارف المعارف)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت و تکلیف (ہر حالت) میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (عوارف المعارف)

حضرت ادریس علیہ السلام

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی بشارت دی تو انہوں نے زندگی چاہی۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا' کہا کہ میں اس لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ میں اس کا شکر ادا کروں کیونکہ اس سے پیشتر میں مغفرت کے لیے عمل کرتا تھا۔ اس پر فرشتے نے اپنا پر پھیلایا اور انہیں اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی کہ اے اللہ! آپ نے آدم علیہ السلام پر کیا کیا احسانات فرمائے' ان کو اپنے ہاتھ سے

بنایا' ان میں اپنی روح پھونکی' جنت میں ٹھکانہ دیا اور حکم دے کر فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ ان انعامات پر وہ شکر کریں بھی تو کیا ادا ہو سکے گا' ارشاد ہوا اے موسیٰ! آدم پر جو انعامات ہوئے تھے اس نے یہ سب جان کر میری حمد و ثنا کہی۔ بس یہی ان سب انعامات کا شکر تھا۔

وحی کا پیغام

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں پر رحم کھاؤ خواہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوں یا نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جو مبتلا نہیں ان پر کیونکر رحم کھاؤں؟ فرمایا اس لیے کہ جو عافیت میں نے انہیں دے رکھی ہے اس پر وہ شکر گزار نہیں ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی کہ اللہ! میں آپ سے چار چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں' ذکر والی زبان مانگتا ہوں' شکر والا دل اور صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو دنیا اور آخرت میں میری مددگار بنے اور ایسی اولاد سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو مجھ پر آقائی کرے اور ایسی بیوی سے جو مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دے اور ایسے مال سے جو مجھ پر وبال بنے اور ایسے پڑوسی سے جو میری نیکی دیکھ کر چھپائے اور برائی کا چرچا کرتا پھرے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے باری تعالیٰ! میں تیرا کیسے شکر ادا کروں جب کہ میرا شکر ادا کرنا بھی تیری ایک عنایت ہے' اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن اپنے اصحاب کی طرف تشریف لے گئے' اونی کرتا' اونی چادر بلکہ سبھی کپڑے اون کے پہنے ہوئے' سر کے بال اور مونچھیں صاف' بھوک سے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا' پیاس سے ہونٹ سوکھے ہوئے' سینے اور بازوؤں کے بال بڑھے ہوئے اور گریہ طاری تھا۔ السلام علیکم کے بعد فرمانے لگے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم سے دنیا کو اس مقام پر رکھا اس میں کوئی تعجب یا فخر کی بات نہیں۔ اے بنی اسرائیل! تم دنیا کو ذلیل سمجھو گے تو یہ ذلیل ہو کر تمہارے پاس آئے گی۔ تم اسے بے وقعت بناؤ تاکہ تمہاری آخرت پر وقار

بنے اور آخرت کو ذلیل نہ سمجھو کہ اس سے دنیا کی وقعت تمہارے دل میں آئے گی' دنیا کوئی فضیلت وکرامت کی مستحق نہیں' جو ہر روز کسی نہ کسی فتنہ اور خسارے کی طرف بلاتی ہے' پھر ارشاد فرمایا کہ اگر میرے ساتھی اور ہم نشین ہو تو دنیا کے ساتھ بغض' عداوت کو اپنی عادت بنا لو ورنہ تم میرے ساتھی بننے کے اہل نہیں۔اے بنی اسرائیل! مساجد کو اپنے گھر اور قبروں کو اپنی منزل سمجھو اور مہمانوں کی طرح سے رہو۔کیا تم فضا کے پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کھیتی باڑی نہیں کرتے اور خدا انہیں رزق پہنچاتا ہے۔اے بنی اسرائیل! جو کی روٹی اور سبزیاں کھایا کرو اور یقین جانو کہ تم اس کا بھی شکر ادا نہیں کر رہے تو اس سے بھی بڑھ کر نعمتوں کا شکر کیسے ادا ہو گا۔

حمد و ثنا اور شکر انبیاء کی عبادت ہے

حضرت ابو اللیث ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حمد و شکر اولین اور آخرین کی عبادت ہے' ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی عبادت ہے' اہل زمین اور اہل جنت کی عبادت ہے' انبیاء علیہم السلام کی عبادت تو اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب چھینک آئی تو الحمد للہ کہا' حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے مومن ساتھیوں سمیت نجات بخشی اور دوسروں کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کی حمد کہیں۔چنانچہ ارشاد ہے کہ:

﴿ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (پ ۱۸' المومنون:۲۸)

"پھر جب ٹھیک بیٹھ لے کشتی پر تو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔"

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے بھی فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ (پ ۱۳' ابراہیم:۳۹)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحاق دیئے۔بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔"

حضرت داؤد اور سلیمان علیٰ نبینا و علیہما السلام بھی فرماتے ہیں۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (پ۱۹، النمل: ۱۵)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔"

اور اہل جنت چھ مواقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد کہیں گے ایک اس وقت جب:

﴿وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (پ۲۳، یٰس: ۵۹)

"اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو!"

کا اعلان ہوگا اور وہ نیک لوگوں سے الگ ہو جائیں گے تو یہ کہیں گے کہ:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (پ۱۸، والمؤمنون: ۲۸)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اُن ظالموں سے نجات دی۔"

دوسرے پل صراط سے جب گزر جائیں گے تو کہیں گے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾ (پ۲۲، فاطر: ۳۴)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا، بے شک ہمارا ربّ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔"

تیسرے جب آب حیات سے غسل کر کے جنت کی طرف نگاہ کریں گے تو کہیں گے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ﴾ (پ۸، الاعراف: ۴۳)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا۔"

چوتھے جب جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ﴾ (پ۲۴، الزمر: ۷۴)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا۔"

پانچویں جب اپنی اپنی قیام گاہوں میں قرار پکڑیں گے تو کہیں گے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ

الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ ﴾ (پ ۲۲، فاطر: ۳۴ تا ۳۵)

"سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا اپنے فضل سے۔"

اور چھٹے جب کھاپی کر فارغ ہوں گے تو ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ کہیں گے۔ (تنبیہ الغافلین)

صوفیاءِ کرام کا شکر

شکر اللہ کے بندوں کا وصف ہے مگر عجز کے طور پر اللہ کے بندے ہمیشہ یہی خیال کرتے ہیں کہ جس حد تک انہیں شکر ادا کرنا چاہیۓ وہ نہیں کر سکے۔ بزرگان دین کے شکر کے بارے مین تصورات اور اعمال حسب ذیل ہیں:

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نعمت یا خوشی حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر راضی کرنا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو احسان کا اہل ہی نہ سمجھے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احسان کرنے والے کو نگاہ میں رکھنا شکر ہے نہ کہ احسان کو نگاہوں میں رکھنا۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام کا شکر تو کھانے اور لباس پر ہوتا ہے مگر خواص تو ان واردات پر شکر ادا کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں وارد ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اس کے احسان کو حاصل کرنے میں اپنے آپ کو (مستحق نہ سمجھے بلکہ) طفیلی سمجھے۔

حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام کی تمام طاقت احسان کنندہ کی اطاعت میں لگادے۔

کہا جاتا ہے کہ احسان جو کہ موجود ہے اس کی حفاظت کرنا اور طلب مزید کا جو اس

وقت معدوم ہے طلب کرنا شکر ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر کے اندر (شکر کرنے کا) سبب پایا جاتا ہے اس لیے کہ شاکر اپنے لیے اور عنایات کا طالب ہوتا ہے لہٰذا شکر گزار درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو کر اپنی ذات کے لیے حظ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطیات پر جو کسی طرح بھی واجب ں ہیں اس کی تعریف کر کے لذت حاصل کی جائے۔

کہتے ہیں کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عیبوں پر پردہ ڈالے اور کان کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کی بات سنے اس پر پردے ڈالے۔

کہتے ہیں کہ چار چیزوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔(۱) بہرے سے راز میں بات کرنے کا (۲) ناشکر گزار پر احسان کرنے کا (۳) شور زمین میں بیج ڈالنے کا (۴) سورج کی روشنی میں چراغ جلانے کا۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ تو شکر ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز سمجھے، کہتے ہیں کہ کسی کا شکر ادا کرنے پر شکر کرنا شکر کرنے سے زیادہ کامل ہوتا ہے کیونکہ تو اپنی شکر گزاری کو بھی اسی (اللہ تعالیٰ) کی توفیق میں سے شمار کرے گا اور یہ توفیق بھی تم پر انعامات بخشنے کی خاطر ہو گی لہٰذا تو شکر پر بھی شکر ادا کرے گا' پھر شکر پر شکر کرے گا اور پھر یہ سلسلہ لامتناہی ہو جائے گا۔

دو نعمتیں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دو نعمتیں میسر آ جائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہو اور شکر کرو' ایک تو یہ کہ تو بادشاہ کے دروازے پر جانے سے محفوظ رہے' دوسرے طبیب کے پاس جانے سے۔

چار نعمتیں اور اللہ کا شکر

کسی حکیم کا قول ہے کہ میں چار نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں قسم کی مخلوق بنائی ہے اور میں نے دیکھا کہ ان سب میں بنی آدم اشرف المخلوقات ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے بنایا ہے' دوسری یہ کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مردوں میں پیدا فرمایا' تیسری یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ

اسلام تمام دینوں میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی اللہ پاک نے مسلمان بنایا ہے' چوتھی یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ کی امت سب امتوں میں افضل ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اسی امت میں پیدا فرمایا۔

شکر کی قسمیں کہتے ہیں کہ شکر کی دو قسمیں ہیں' ایک عام' دوسرا خاص' عام تو یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور اس کی نعمت کا اعتراف کرے اور شکر خاص یہ ہے کہ زبان سے حمد و ثنا اور دل سے معترف اور اعضاء سے عظمت کا اظہار کرے۔ زبان اور باقی اعضاء کو ناجائز امور سے محفوظ رکھے۔

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر عمل کا نام ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ (پ ۲۲' سبا: ۱۳)

"اے داؤد والو شکر کرو۔"

شکر کا کمال فقیہہ فرماتے ہیں کہ شکر تین چیزوں سے کمال پاتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی نعمت عطا ہو تو معطی کا تصور کر کے اس کی حمد و ثنا کرے' دوسرے جو عطا ہو اس پر راضی رہے' تیسرے یہ کہ جب تک اس نعمت کا نفع حاصل ہے اور اس کی قوت جسم میں ہے تو منعم کی معصیت نہ کرے۔

شکر کی حقیقت حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر کی حقیقت اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ نہایت عاجزی کے ساتھ انعام کرنے والے کی نعمت کا اعتراف کرے۔

اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مجازاً شکور کہا جائے گا یعنی یہ کہ وہ اپنے بندوں کی شکر گزاری پر جزا دیتا ہے لہٰذا شکر کی جزا دینے کو یہاں شکر کہا گیا۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (پ ۲۵' الشوریٰ: ۴۰)

"برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔"

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ معمولی سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے ﴿دَآبَّةٌ شَكُوْرٌ﴾ یعنی وہ جانور جسے باوجود اس کے کہ کم چارہ دیا جاتا ہو وہ زیادہ موٹا ہو۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف کی جائے۔ چنانچہ بندے کا شکر گزاری کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف کرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ ہو گا کہ وہ بھی بندے کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف فرماتا ہے۔ مزید برآں بندے کا احسان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کرنے کا انعام عطا کرے اور دل سے اس کا اقرار کرے۔

حضرت علی ہجویری کا ارشاد

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے جو اسی نعمت کی جنس سے ہو۔ تندرستی اللہ تعالیٰ کی بڑی بھاری نعمت ہے۔ ہر عضو پر زکوٰۃ ہے' وہ اس طرح ادا کرے کہ انسان سب اعضاء کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھے اور اسے لہو و لعب کے کام میں نہ لگائے تاکہ نعمت صحت کی زکوٰۃ کا حق ادا ہو جائے۔

شکر باعث برکت ہے

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اے بندے! تیرا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر راضی و شکر گزار رہنا تیرے لیے برکت و سعادت کا موجب ہے لہٰذا معبود واحد کی اطاعت و فرمان برداری سے تو اپنے مقصود و مطلوب کو پائے گا اور دنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو حاصل کرے گا اور تیرے درجات بلند کیے جائیں گے۔

نعمت کا شکر

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نعمت عطا فرمائے تو وہ اسے رد نہ کرے بلکہ قبول کر کے شکر ادا کرے۔ نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کی قدر جانے۔ جو شخص چاہے کہ نعمت ہمیشہ قائم رہے تو وہ نعمت کی قدر پہچانے اور جو چاہے کہ وہ اس کی قدر پہچانے تو اس نعمت کا شکر ادا کرے۔

فرمان غوث اعظم جیلانی

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شکر کے بارے میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جو کچھ مرحمت فرمائے اس پر صبر و شکر اور قناعت کر' کفران نعمت نہ کر کہ یہ غضب الٰہی کا باعث ہے۔ شکر نعمت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس سے رزق میں اضافہ اور صحت و عافیت حاصل ہوتی ہے اور دنیا کی اور

عقبیٰ کی سختیاں انسان سے رفع دفع کی جاتی ہیں۔ پس یاد رکھ کہ توکل علی اللہ کے ہوتے طلب و جستجو ترک کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ تجھے تیرا رزق اور ضروریات ضرور مہیا کرے گا۔ پس صبر و شکر اختیار کر اور اپنا حال و اطمینان کسی وجہ سے برباد نہ ہونے دے۔ تیرا ہر فعل اور ہر حرکت و سکون حکم الٰہی کے تحت ہوں ورنہ تو فساق اور بندگان نفس میں شامل کر دیا جائے گا جو اپنے آپ پر اور مخلوقات پر بلاوجہ ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں۔

شکر کی تعریف

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شکر یہ ہے کہ انسان کا دل منعم تعالیٰ کی عبادت پر جم جائے اور انسان اپنے رب سے ڈرے جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔ اللہ کو یاد کرے اور اس سے غافل نہ ہو، شکر کرے اور ناشکری نہ کرے۔ مزید فرمایا کہ شکر یہ ہے کہ انسان ہر اس کام سے بچے جس پر منعم تعالیٰ غضب ناک ہو۔ منعم تعالیٰ پر نظر کرنا شکر ہے اور نعمت پر نظریں جمائے رکھنا کوئی شکر نہیں۔

چار چیزوں کا تعلق

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں چار چیزوں سے ہمیشہ کا تعلق رکھتی ہیں، اول عقل علم سے اور علم عقل سے، دوم علم سے عمل اور عمل سے علم، سوم شکر سے نعمت اور نعمت سے شکر، چہارم مال سے تجارت اور تجارت سے مال۔

نعمت کے شکر میں مشغولیت

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لوگوں نے مجھ سے کہا ایک شخص بیس سال سے نماز جماعت میں نہیں آیا اور کسی سے نہیں ملا۔ آپ نے اس سے جا کر کہا کہ تم نماز میں کیوں نہیں آتے اور نہ کسی سے ملتے ہو؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ صاحب! معاف رکھو میں مشغول ہوں، دریافت فرمایا کس بات میں؟ جواب ملا کہ میری کوئی سانس ایسی نہیں کہ اس کی نعمت مجھ تک نہ پہنچی ہو اور مجھ سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔ پس میں اس کی نعمت کے شکر اور اپنے گناہوں کے عذر میں مشغول ہوں۔

حضرت ابو سلیمان کا قول

حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ چیز جس میں کسی قسم کا فساد اور خوف نہیں وہ نعمت پر شکر کرنا ہے۔

شکر کی قدر

حضرت ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس چند روزہ زندگی کے بعد دائمی زندگی میں نہ تونگری کی قدر ہوگی نہ درویشی کی بلکہ اس روز صبر و شکر کی قدر کی جائے گی۔

فلسفہ شکر

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ہر ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا عطا کردہ ہے اس میں بھی سب سے بڑھ کر عطا یہ ہے کہ خداوند کریم اپنا ذکر بندے کے دل میں پیدا کر دے۔ پس حد شکر تو یہ ہے کہ خدا کا نیک بندہ اس کے شکر سے اپنے آپ کو عاجز سمجھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے شکر کو بھولنا' اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں۔

شکر کی عملی صورت

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عمل شکر کا تعلق دل' زبان اور بدن تینوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دل سے یوں کہ ہر کسی کا خیر خواہ ہو اور کسی دوسرے کی نعمت پر اسے حسد یا جلن ہرگز محسوس نہ ہو بلکہ اس کا خیال تک اس کے دل میں نہ گزرے۔

(۲) زبان سے اس طرح کہ ہر حالت میں شکر ادا کرے اور الحمدللہ کہے اور اظہار مسرت منعم کی وجہ سے کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا حال پوچھا تو اس نے کہا الحمدللہ بالکل خیریت سے ہوں' آپ خوش ہوئے اور فرمایا مجھے اس بات (یعنی جواب) کی تلاش تھی اور اگلے زمانے میں تو تمام بزرگوں کا ایک دوسرے سے حال دریافت کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا تھا کہ یہ جواب میں شکر کا لفظ ضرور شامل ہو تاکہ کہنے والے اور سننے والے ہر دو کو اس کا ثواب ملے اور اگر کوئی اس کے جواب میں شکوہ و شکایت کرنا شروع کر دے وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ اس سے بدنما اور ذلیل حرکت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک حقیر و بے بس بندہ کے سامنے شکایت کرے اس مولائے کریم کی جو مولائے کل ہے۔ شکوہ تو بلا و مصیبت پر بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس پر بھی شکر ہی کرنا چاہیئے اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ (اسی میں اس کی مصلحت ہو اور) یہی چیز اس کی سعادت کا وسیلہ بن جائے اگر شکر نہ کر سکے تو پھر صبر ہی سے کام لے (اور کم از کم شکوہ تو نہ کرنے لگے)

(۳) اور بدن سے عمل کی صورت یہ ہے کہ تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر انہیں اسی کام میں مشغول رکھے جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا ہے اور (یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ) تمام اعضائے بدن کو حق تعالیٰ نے دراصل آخرت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور وہ یہی

چاہتا ہے کہ تو انہیں آخرت کے لیے مشغول رکھے اور اگر تو ایسا کرتا ہے تو اس شکر گزاری کا حق ادا کرتا ہے حالانکہ اسے تیرے اس عمل سے کوئی لذت و حظ محسوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان تمام باتوں سے منزہ و مبرا ہے اور اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ مثلاً کسی بادشاہ کی نظر کرم اپنے کسی غلام پر پڑ جاتی ہے اور وہ بھی اس کی غیر حاضری میں یعنی وہ غلام دور رہو اور بادشاہ اسے اپنے حضور میں شرف باریابی نہ صرف عطا فرمائے بلکہ حضور میں حاضر ہونے کے لیے گھوڑا بھیجے اور زاد راہ بھی، تاکہ وہ حاضر ہو کر مقرب اور مصاحب بارگاہ بن جائے اور جاہ و چشم اور عزت و منزلت کی نعمت سے مالا مال ہو جائے۔ حالانکہ بادشاہ کے لیے اس غلام کی دوری یا نزدیکی یکساں ہو بلکہ کوئی معنی ہی نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ اس کی آمد سے سلطنت کا کچھ بنتا سنورتا نہ ہو اور نہ آنے سے کچھ بگڑتا گھٹتا نہ ہو، بس مقصود فقط اسے نوازنا ہو، منظور فقط اس کی بھلائی اور فائدہ ہو، کیونکہ بادشاہ اگر اہل جود و سخا میں سے ہو اور سخی و کریم ہو تو خلق کی بھلائی اس کے مد نظر ہوا ہی کرتی ہے اور مطلوب اس سے فقط خلق کی بہبودی ہوتی ہے اور کوئی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہیں ہوتی۔ پس:

(۱) اگر وہ غلام گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ جائے اور زاد راہ کو مناسب طریق سے مصرف میں لائے تو یقیناً اس نے گھوڑے اور زاد راہ دونوں نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔ اور۔

(۲) اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر الٹی ہی سمت چل پڑے اور دربار شاہی (میں حاضر ہونے کی بجائے اسی) سے اور بھی دور ہو جائے تو یہ صریحاً کفران نعمت ہے۔ اور۔

(۳) اگر دونوں چیزوں (گھوڑے اور زاد راہ) کو بیکار پڑا رہنے دے اور نہ حاضر ہو نہ پہلے کی نسبت زیادہ دور ہی ہو (یعنی کوئی دلچسپی ہی ظاہر نہ کرے) تو بھی کفران نعمت ہی ہو گا۔

اگرچہ اتنا نہیں جتنا کہ اوپر دوسری صورت میں بیان ہوا ہے۔

پس ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو بندہ اگر اس کی عبادت کے لیے خرچ کرے تاکہ قربت الٰہی کا درجہ بلند حاصل ہو جائے تو وہ شاکر ہے اور گناہ و عصیاں میں ضائع کرے اور حضرت الٰہیت سے پہلے کی نسبت بھی دور تر ہو جائے تو یہ کفران نعمت ہے (اور حد درجہ کی ناشکری) اور اگر جائز و مباح قسم کے عیش و عشرت میں صرف کرے یا سرے سے خرچ ہی نہ کرے اور معطل رہنے دے تو یہ بھی کفران نعمت ہے اگرچہ شدت کے لحاظ سے نسبتاً کم تر درجے کا۔

پس جب اس حقیقت کی شناخت ہو جائے کہ ہر نعمت پر ادائے شکر کا طریقہ فقط یہی ہے کہ بندہ اس نعمت کو اسی مصرف میں لائے جو حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اس پر عمل پیرا صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو حق تعالیٰ کی پسند و ناپسند میں تمیز کر سکتا ہو۔

حکایت کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد آیا ان میں ایک نوجوان تھا جس نے بات شروع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جو بڑا ہو وہ بات کرے۔ نوجوان نے عرض کی اے امیرالمومنین! اگر بات عمر پر ہوتی تو امت میں آپ سے بڑی عمر کے بہت سے لوگ ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہو۔

کہنے لگا کہ ہم نہ تو کسی لالچ کے لیے آئے ہیں اور نہ کسی ڈر سے' رغبت کی تمام چیزیں آپ کی مہربانی سے ہم تک پہنچ رہی ہیں اور ڈر اس لیے نہیں کہ ہمیں آپ کے عدل و انصاف نے امن میں رکھا ہے' حضرت عمر نے کہا' پھر تم کیسے آئے ہو؟ نوجوان نے جواب دیا کہ ہم صرف شکر ادا کرنے کو آئے ہیں شکر ادا کر کے واپس چلے جائیں گے اور پھر انہوں نے شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''مشکل تو یہ ہے کہ جو احسانات تم نے مجھ پر کیے ہیں میرا شکر ان کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے مگر تمہارے احسانات گویا ہیں۔ میں تمہارے احسانات کو دیکھوں اور پھر انہیں چھپائے رکھوں تب تو میں سختی کے احسانات کا چور ٹھہرا۔'' (رسالہ قشیریہ)

حکایت کہتے ہیں کہ ایک شخص کا ایک دوست تھا جسے بادشاہ نے قید کر دیا اور اس شخص نے اپنے دوست کو پیغام بھیجا' دوسرے نے کہا اللہ کا شکر ادا کرو۔ پھر اس شخص کو مار پڑی اسے نے پھر دوست کو لکھا' دوست نے پھر لکھا' اللہ کا شکر ادا کرو۔ اس کے بعد ایک مجوسی لایا گیا جسے پیٹ کی بیماری تھی اور بیڑیاں لائی گئیں' بیڑیوں کا ایک حلقہ اس شخص کے پاؤں میں ڈال دیا گیا اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں' مجوسی رات کو کئی بار حاجت کے لیے اٹھتا اور اس شخص کو مجوسی کے فارغ ہونے تک اس کے پاس کھڑا رہنا پڑتا' اس نے پھر دوست کو لکھا مگر پھر وہی جواب ملا کہ اللہ کا شکر ادا کرو' اس نے کہا تم کب تک مجھ سے یہی کہے جاؤ گے اور اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہو سکتی ہے؟ دوست نے کہا کہ اگر اس کا زنا تمہاری کمر میں ڈال دیا جاتا جس طرح کہ بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں' تو پھر تم کیا کر سکتے تھے۔

حکایت کہتے ہیں کہ ایک شخص سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ چور میرے گھر میں گھس کر سارا سامان لے گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ادا کرو، اگر چور (شیطان) تمہارے دل میں گھس کر توحید کو خراب کر دیتا تو تو کیا کر سکتا تھا۔

حکایت ایک مرتبہ بچپن میں جب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف سات آٹھ سال تھی آپ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے، حج کے عرصہ میں آپ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مختلف مجالس میں بھی شرکت کرتے رہے، ایک دن آپ اپنے مرشد کے ساتھ حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چار صوفیاء کرام کو شکر کے موضوع پر بحث میں مصروف پایا۔ آپ غور سے ہر صوفی کے خیالات سنتے جا رہے تھے یہاں تک کہ سبھی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، حضرت شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ بھی بغور بھانجے پر نظر رکھے اسے تک رہے تھے اور ساتھ ساتھ صوفیاء کی باتوں کو بھی سنتے جا رہے تھے اس لیے جونہی وہ چاروں صوفیاء جنہوں نے شکر کے مسئلے پر اپنے خیالات پیش کیے تھے خاموش ہوئے تو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے جنید کو حکم دیا کہ تم بھی شکر کے مسئلے پر اپنے نقطہ نظر کو بیان کرو۔ سبھی بزرگوں کی نظریں آپ پر جم گئیں اور سات آٹھ سالہ اس بچے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس کے سرپرست نے اسے علمائے دین کے سامنے اپنا نظریہ پیش کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت جنید بغدادی نے سر جھکایا اور کہنا شروع کیا "بزرگو! میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں کہ میں شکر پر اظہار خیال پیش کر سکوں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ جب ہمیں ہمارا واحد پروردگار کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو ہم اسے اپنے اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں کیوں وہی نعمتوں سے نوازنے والا ہے، وہی ہر نعمت کا منبع ہے پس ہمیں اسی کے احکام کی تعمیل میں خود کو وقف کر دینا چاہیئے۔ مجلس میں موجود صوفیاء نے ایک بچے کہ منہ سے جب اس قدر واضح شکر کی تشریح سنی تو بلند آواز میں پکار اٹھے کے بے شک یہ مفہوم برحق ہے شکر کا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایک بچے کی زبان سے شکر کی رمز سے آگاہ کر دیا۔

حکایت حضرت احمد حرب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی، آپ اپنے دوستوں کے ساتھ اس کی غم خواری کو تشریف لے گئے۔

پڑوسی نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا حضرت احمد حرب نے بتایا کہ ہم تمہاری

چوری ہو جانے کا افسوس کرنے آئے ہیں' پڑوسی بولا کہ میں تو اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں اور مجھ پر اس کے تین شکر واجب ہو گئے ہیں' ایک یہ کہ دوسروں نے میرا مال چرایا ہے میں نے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابھی آدھا مال میرے پاس موجود ہے' تیسرے یہ کہ میری دنیا کو ضرر پہنچا ہے اور دین میرے پاس ہے' یعنی اللہ کا بندہ وہی ہے جو پریشانی میں بھی شکر کرے۔

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ حج کی غرض سے طویل مسافت طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور جب اہل حرم بزرگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ برائے استقبال نکل کھڑے ہوئے اور آپ نے محض اس خوف سے کہ کوئی شناخت نہ کر سکے خود کو قافلہ سے جدا کر لیا اور جب خدام اہل حرم نے جو آگے آگے تھے دریافت کیا کہ ابراہیم بن ادھم کتنی دور ہیں؟ اس لیے کہ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آ رہے ہیں' تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک ملحد و دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تو خود ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں اور جب وہ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی! کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ اہل حرم کے استقبال کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اس کے بعد جب لوگوں نے آپ کو شناخت کر لیا تو اس قدر عقیدت مند ہو گئے کہ آپ نے بھی وہیں سکونت اختیار کر لی اور بے شمار افراد آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور آپ کی یہ حالت تھی کہ حصول رزق کے لیے بڑی مشقت کے ساتھ کبھی جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کرتے اور کبھی کسی کے کھیت پر رکھوالی کا کام کرتے۔

حضرت بایزید کی نصیحت آپ کے ایک ارادتمند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی' تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمہیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے خدا کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا کیونکہ اللہ ہی نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

شکر کیا ہے؟ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورہ

لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ ﴿ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ﴾ یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا۔ اس وقت اپنی والدہ سے آکر فرمایا کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں۔ والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے اور وہیں ذکر و شغل کو جزو حیات بنا لیا اور بکمل تین سال شام کے میدانوں اور صحراؤں میں زندگی گزاری اور اس عرصہ میں یاد الٰہی کی وجہ سے کھانا پینا سب ترک کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک سو سترہ مشائخ سے بھی نیاز حاصل کر کے ان کے فیوض سے سیراب ہوئے انہی مشائخ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

حکایت ایک مرتبہ ایک شخص ماتھے پر پٹی باندھے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے گزارا، آپ نے اس سے دریافت کیا کیوں بھئی کیا بات ہے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ حضرت رابعہ نے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے کہا تیس برس۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم اس مدت میں بیمار رہے یا تندرست؟ اس نے جواب دیا میں ہمیشہ تندرست رہا ہوں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تیس برس صحت کی دولت سے مالا مال رہنے کے باوجود تو نے کبھی اپنے سر پر شکر کی پٹی نہیں باندھی، آج تیرے سر میں درد ہو گیا تو مخلوق خدا کے سامنے شکایت کی پٹی سر پر باندھے پھرتا ہے۔

حکایت ایک دفعہ مرو کے شہر سے ایک نوجوان حضرت سید ابو الحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بہ داتا گنج بخش) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے شیخ! میں دشمنوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں۔ زندگی میرے لیے وبال بن گئی ہے۔ خدا کے لیے میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کے شر سے نجات دے ورنہ ایسی زندگی سے میرا مر جانا بہتر ہے۔ حضرت نے اس کی سرگزشت بڑے غور سے سنی اور پھر فرمایا اے عزیز! یہ تو نے کیا کہا، دشمنوں سے اتنا ڈرتے ہو اور ان سے پناہ مانگتے ہو؟ دشمن تو ایک رنگ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں، وہ تمہیں تمہاری کمزوریوں اور خامیوں سے آگاہ کرتے

ہیں، ان کی وجہ سے تم کئی عیبوں اور گناہوں سے بچتے ہو۔ وہ تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکنے نہیں دیتے، اس طرح وہ تمہارے حق میں بڑی رحمتوں کا موجب ہوتے ہیں۔ میاں! اپنا دل مضبوط کرو اور ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر جاؤ۔ جب تک حق تعالیٰ مہربان ہے دشمن کی کیا مجال ہے کہ تمہیں کوئی گزند پہنچا سکے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو اور اسی پر توکل رکھو۔ یاد رکھو کہ مسلمان کبھی بزدل نہیں ہوتا۔

حکایت

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ کچھ لوگ میرے پاس عیادت کے لیے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ بیماری کے سبب مجھے بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجیے میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں عیادت (بیمار پرسی) کا ادب سکھا دیجیے۔

حکایت

حضرت احمد بن اسکاف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کے ارادے سے کئی سال میں ایک خطیر رقم جمع کی، حج سے چند دن پہلے انہوں نے ہمسایہ کے گھر میں اپنا لڑکا کسی کام کے لیے بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ منہ بسورتا ہوا واپس آیا، ابن اسکاف نے پوچھا بیٹے! خیر تو ہے تو روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے پڑوسی گوشت روٹی کھا رہے ہیں میں منہ دیکھتا رہا اور انہوں نے مجھے پوچھا تک نہیں۔ ابن اسکاف رنجیدہ ہو کر ہمسائے کے گھر گئے اور کہا سبحان اللہ! ہمسایوں کو یہی حق ہوتا ہے جو تم نے ادا کیا، میرا کمسن بچہ منہ تکتا رہا اور آپ گوشت روٹی کھاتے رہے۔ اس بچے کو ایک لقمہ ہی دے دیا ہوتا۔ یہ سن کر پڑوسی زار زار رونے لگا اور کہنے لگا ہائے افسوس! اب ہمارا راز فاش ہو گیا "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" خدا کی قسم پانچ دن تک میرے گھر والوں کے منہ میں ایک دانہ تک نہیں گیا لیکن میری غیرت کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتی تھی۔ جب نوبت ہلاکت تک پہنچی تو ناچار جنگل میں گیا ایک جگہ ایک مردہ بکری پڑی تھی اس کا تھوڑا سا گوشت لے آیا اور اسی کو ابال کر ہم کھا رہے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ ہم نے آپ کے بچے کو کچھ نہ دیا ورنہ یہ کب ہو سکتا تھا کہ ہم گوشت روٹی کھائیں اور آپ کا بچہ منہ تکتا رہے۔ یہ سن کر احمد بن اسکاف پر رقت طاری ہو

گئی۔ بار بار کہتے تھے کہ اے احمد! تجھ پر افسوس ہے کہ تیرے گھر میں تو ہزاروں درہم و دینار پڑے ہوں اور تیرے ہمسایوں پر فاقے گزر رہے ہوں۔ قیامت کے دن تو اللہ کو کیسے منہ دکھائے گا اور تیرا حج کیسے قبول ہو گا۔ پھر وہ گھر گئے اور سب درہم و دینار جو حج کی نیت سے جمع کیے تھے چپکے سے لا کر باصرار ہمسائے کو دے دیئے اور خود اپنے گھر میں بیٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے کیونکہ ان کے حج پر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

حج کا زمانہ آیا تو حجاج میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے' انہوں نے جبل عرفات پر ایک غیبی آواز سنی کہ اس سال احمد بن اسکاف دمشقی نے حج کی نیت کی لیکن وہ نہ آسکا۔ لیکن ہم نے اس کو حج اکبر کا ثواب عطا کیا ہے اور دوسرے بہت سے حجاج کا حج بھی اس کے سبب قبول فرمالیا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے کہ نہ معلوم احمد بن اسکاف کی کون سی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی ہے جو اس پر اس قدر فضل و کرم ہو گیا ہے' حج سے فارغ ہو کر سیدھے دمشق گئے اور احمد بن اسکاف سے ملاقات کر کے ان سے حج پر نہ جانے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارا حج قبول فرمالیا بلکہ حج اکبر کا ثواب عطا فرمایا۔ احمد بن اسکاف یہ سن کر رونے لگے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ اگلے سال خدا نے ان کو اس قدر مال دیا کہ خود حج پر گئے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

حکایت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک طالب معرفت بہت دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوا' دیکھا تو ملک التجار ہیں' نوابوں کے سے کارخانے ہیں' امیروں کی سی بارگاہ' نوکر چاکر' چشم و خدم' تزک و احتشام' اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں خدا پرستی کا کیا مذکور ہے لیکن چونکہ دور سے آیا تھا چند دن قیام کیا۔ دونوں وقت شیخ کی خدمت میں جاتا' ایک روز شیخ کے نام کسی گماشتے کی چٹھی آئی کہ فلاں جہاز جس پر لاکھ روپے کا مال تجارت مصر کو جاتا تھا' ڈوب گیا۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا الحمدللہ! پھر چند روز کے بعد اسی گماشتے کی چٹھی آئی کہ وہ جہاز جو مال تجارت لے کر ڈوبا تھا نکل آیا اور مال کو بھی کچھ گزند نہ پہنچا۔ شیخ نے سن کر فرمایا الحمدللہ! تب تو اس طالب سے رہا نہ گیا اور کہا اگر ارشاد ہو تو ایک شبہ

عرض کروں؟ فرمایا کہو' اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ مال و تجارت دو حال سے خالی نہیں' مال حلال ہے یا مال حرام- اگر حلال ہے تو اس کے تلف پر الحمد للہ کہنا کیا معنی؟ اور اگر حرام ہے تو اس کی بازیافت پر شکر کیسا؟ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ مال تو حلال و طیب ہے لیکن شکر نہ تلف پر تھا نہ بازیافت پر- جب مجھ کو تلف کی خبر ہوئی تو میں نے اپنے دل کی حالت پر نظر کی کہ دیکھوں اس نقصان نے کیا اثر پیدا کیا- غور کیا تو معلوم ہوا کہ دل پر مطلق اثر نہیں ہوا- پھر بازیافت کے وقت بھی دل کا وہی حال پایا پس میں نے دونوں حالتوں میں اس بات کا شکر کیا کہ الحمد للہ! دنیا کا سود و زیان میری نظر میں ہیچ ہے- بے شک دنیا کے تعلقات میں آلودہ رہ کر بے تعلق رہنا مردان حق کا کام ہے-

حکایت شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! میں تو تیرا شکر گزار بندہ ہوں پھر تو نے مجھ پر اپنی قربت کے دروازے کیوں بند کر رکھے ہیں؟ اس پر غیب سے آواز آئی تو شاکر بندہ ہوتا تو قربت تجھے نصیب ہو چکی ہوتی- شاکر بندہ وہ ہوتا ہے جس کے آگے نعمتوں کا ڈھیر لگا دیا جائے اور وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے-

آپ نے اللہ سے پوچھا کہ میں جب انعام و اکرام سے محروم ہوں اور اس کی میں نے کبھی شکایت بھی نہیں کی تو کیا پھر بھی میں تیرا شاکر بندہ نہیں-

غیب سے آواز آئی کہ تم کب انعامات سے محروم ہو' انبیاء' علماء اور بادشاہ تیرے لیے انعامات ہیں کیونکہ انبیاء کو ہادی بنا کر تمہارے لیے بھیجا گیا اور انہیں وہ صلاحیتیں اور قوتیں عطا کی گئیں جن سے تم نے راہ نمائی حاصل کی اور نبیوں کے مرہون منت ہوئے کیا یہ میرا انعام نہیں؟-

علماء سے لوگوں نے اسلام اور اللہ کے بارے میں بہت سا علم حاصل کیا اور اسی علم سے تم لوگوں نے خدا کو جانا اور مذہب کی تعلیم حاصل کی' کیا یہ میرا انعام نہیں ہے؟

بادشاہ کو ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا اور اگر بادشاہ نہ ہوتے اور وہ اپنی ذمہ داریاں نہ پوری کرتے تو قوم و ملک کا کیا حال ہوتا' تو کیا یہ میرا تم پر انعام نہیں ہے؟

انبیاء' علماء اور بادشاہوں کی موجودگی میں خود کو شاکر بندہ اور میری نعمتوں سے محروم کہنا کفران نعمت ہے- یہ تینوں تمہارے لیے شاندار نعمتیں ہیں- یہ سن کر ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کئی دن

روتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔

کامل بندے کی نشانی

ایک مرتبہ مولانا نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو عقیدت و محبت ہم لوگوں کے دل میں ہے اس کی خبر نہ جانے پیران پیر کو ہو گی بھی یا نہیں۔ ملاں نے اس بات کا ذکر حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ آپ نے اس کو کہا مولانا نعمت اللہ! آج رات خواب میں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے وہم کا جواب دے گا۔ چنانچہ خواب میں مولانا نعمت اللہ نے دیکھا کہ وہ کسی کام میں درماندہ ہیں اور ننگے سر ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ پر تشریف لاتے ہیں جہاں مولانا نعمت اللہ ہوتے ہیں اور سفید دستار ان کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں' مولانا نعمت اللہ! ہم تمہارے کسی حال سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔

جب مولانا نعمت اللہ بیدار ہوئے تو اپنا خواب سنانے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا خواب سنایا۔ حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' نعمت اللہ! یہاں ٹھہرو پھر اندر سے ایک دستار منگوائی اور نعمت اللہ کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ دستار وہی تھی جو تمہیں حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی تھی۔

مولانا نعمت اللہ حیران ہو گئے اور پوچھا حضرت! یہ کیا قصہ ہے' یہ دستار آپ کے پاس کس طرح پہنچی؟۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے' جو وہ اپنے بندے پر نازل کرتا ہے مگر بندے کو شکر گزاری اور حق بندگی ادا کرنا نہیں آتی۔ اگر بندے کو شکر گزاری کرنی آجائے تو وہ کامل بندہ بن جائے۔ مولانا نعمت اللہ اسی وقت سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک زار و قطار روتے رہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا معمول

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ اکثر اوقات روزہ سے رہا کرتے تھے۔ آپ پانچوں نمازوں کے علاوہ چاشت' اشراق اور تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے اور نوافل بھی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ جو عبادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت کی ہیں ان پر کاربند رہنا اور ان کی تقلید کرنا زیادہ مسنون ہے۔

آپ جب بھی کھانا کھاتے اپنے خدام کو دسترخوان پر ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص تنہا کھائے اور اپنے غلاموں کا خیال نہ کرے اس جیسا بھی کوئی بخیل نہیں اور کھانے کے بعد آپ نے دوگانہ شکر طعام کا بھی ذکر فرمایا کیونکہ جو شخص خوراک کھانے کے بعد خدا کا شکر ادا نہیں کرتا اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور خدا اس پر نعمت تنگ کر دیتا ہے۔ جتنا انسان زیادہ شکر گزاری کرتا ہے اس پر خدا کی نعمتوں کی فراخی بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب بھی نیا لباس پہنا جائے یا اچھی خوراک کھائی جائے تو خدا کا شکر واجب ہو جاتا ہے۔

حکایت ایک مرتبہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی زمین کی گوڈی کر رہے تھے۔ کدال جہاں مارتے کہیں سے سونے کی دیگیں نکلتیں، کہیں سے چاندی کی دیگیں اور کہیں سے ہیرے اور جواہرات کی دیگیں نکلتی تھیں مگر آپ نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور ہر جگہ پر مٹی ڈال دی اور اسی وقت خدا کا شکر ادا کیا اور نوافل پڑھے کہ اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے مجھے لالچ سے بچایا، نوافل سے جب فارغ ہوئے تو حیران رہ گئے کہ ساری زمین کی گوڈی بھی ہو چکی تھی اور پانی سے بھی زمین سیراب ہو گئی تھی۔ آپ نے پھر سجدے میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہا اے اللہ! تو میرا کتنا خیال رکھتا ہے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی روز فاقہ مستی میں گزار دیتے۔ کم کھانا، کم سونا اور زیادہ عبادت کرنا آپ کا شعار تھا۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملا تو آپ نے شکرانے کی چار سو رکعت ادا کیں اور جب اسی طرح مکمل سات روز گزر گئے اور آپ کی کمزوری و نقاہت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تب آپ نے اپنے خدا سے بھوک کا اظہار کیا۔

چنانچہ ایک نیک دل نوجوان آپ کو اپنے گھر لے گیا اور آپ کو پہچاننے کے بعد کہنے لگا کہ میں آپ کا پرانا غلام ہوں۔ اب میری تمام جائیداد کے مالک بااختیار آپ ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے فوراً اس غلام کو آزاد کر دیا اور اس کی تمام جائیداد بھی اس کے سپرد کر دی اور یہ عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا کیونکہ روٹی کے ایک ٹکڑے کی خواہش پر ان کی خدمت میں پوری دنیا پیش کر دی گئی تھی۔



ہماری دیگر مطبوعات

